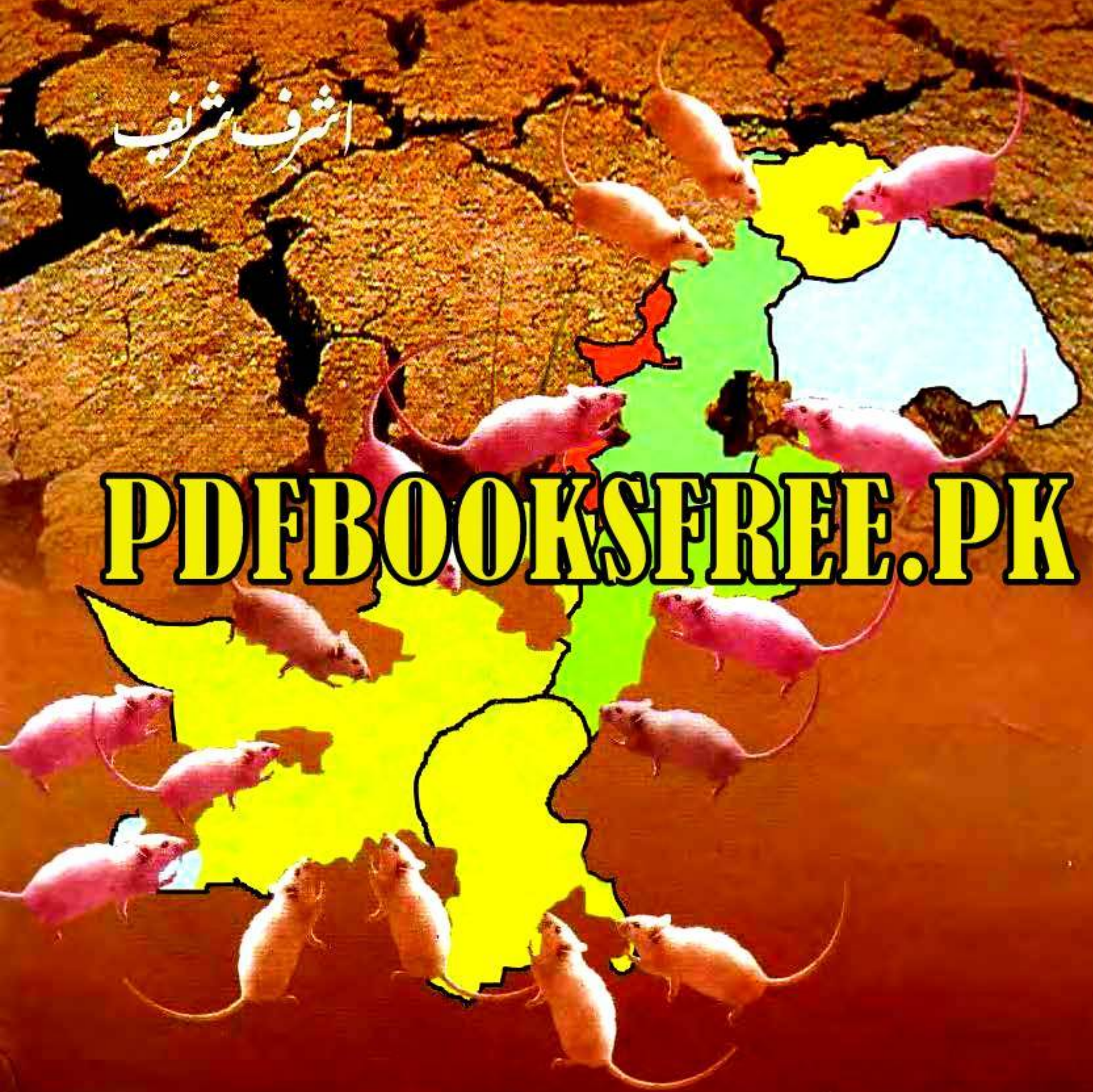


سیاستدانوں، (ر) فوجی افسروں اور بیوروکریٹس کا منشور

اوپر پاکستان لوٹیں

اشرف شریف

PDFBOOKSFREE.PK



سیاستدانوں (ر) فوجی افسروں اور بیوروکریٹس کا منشور

اوپ پاکستان لوئیں

اشرف شریف

PDFBOOKSFREE.PK

دَارُ الْعِلْمِ پبلی کیشنز

22- اے حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور فون: 7231391

انتساب

بار بار لُٹنے والے غریب عوام کے نام

سمندری بلائیں تھیں جو خشکیوں پہ آگئیں

کشید کر لیا گیا وطن کا خوں نچوڑ کر
یہ گل کھلائے جا رہے تھے سب ادارے توڑ کر
یہ پی گئے سمجھ کے ماں کا دودھ قومی مال کو
گواہ کر رہا ہے ان کا ماضی ان کے حال کو
الاٹ کر لیے گئے پلاٹ چھانٹ چھانٹ کر
سرے میں محل لے لیا وطن کو لوٹ لاٹ کر
(یہ معتبر سی ہستیاں جو اربوں کھربوں کھا گئیں)
سمندری بلائیں تھیں جو خشکیوں پہ آ گئیں
وطن کو اس مقام پر یہ بے ضمیر دھر گئے
کہ سود کی ادائیگی پہ قرض لینے پڑ گئے

یہ وقت ہے لئیرے ڈاکوؤں کا احتساب ہو

نصاب کے تحت یہاں شفاف انتخاب ہو
وطن کا مال لوٹ کر جو لے گئے وہ لاسکیں

یہ اس سے پہلے اس وطن سے بھاگ کر نہ جاسکیں
جو دیکھ پائے راہزنوں کو دور اور قریب سے

امید ہے اتار لو گئے قوم کو صلیب سے
لگا دو ٹکٹکی انہیں کہو کہ جیل میں سڑو

نکالنا ہے گھی اگر تو ٹیڑھی انگلیاں کرو
اگل دیں خود ہی دولتیں یا آپ دیں اکھاڑ کر
نکال لے گی قوم ورنہ پیٹ ان کے پھاڑ کر

محمد یسین رضا

حسن ترتیب

- | | | |
|----|------------------|-----------------------------------|
| 13 | اشرف شریف | 1 کتاب مکمل نہیں |
| 17 | حافظ شفیق الرحمن | 2 درہ لہرا چکا ہے |
| 21 | | 3 کرپشن پس منظر اور پیش منظر |
| 31 | | 4 ایوب کھوڑو |
| 33 | | 5 خان عبدالقیوم خان |
| 35 | | 6 نواب افتخار الدین ممدوٹ |
| 36 | | 7 پیر الہی بخش |
| 37 | | 8 ایوب خان اور گوہر ایوب |
| 39 | | 9 ذوالفقار علی بھٹو کی سخاوتیں |
| 46 | | 10 غلام مصطفیٰ جتوئی |
| 49 | | 11 جنرل ضیاء الحق |
| 52 | | 12 غلام اسحاق خان |
| 54 | | 13 غلام مصطفیٰ کھر |
| 57 | | 14 مولانا فضل الرحمن |
| 59 | | 15 جنرل (ر) حمید گل |
| 61 | | 16 نوابزادہ نصر اللہ خان اور بیٹا |

128	40- سیف الرحمن
130	41- خاتون رہنماؤں کی کرپشن
132	42- حاکم علی زرداری
134	43- ناہید خان ”باجی“
137	44- سرے محل کا شاہی جوڑا
142	45- بے نظیر بھٹو اور آصف زرداری کو سزا
143	46- سرے محل
145	47- اے آر وائی گولڈ ریفرنس
146	48- پاکستان سٹیل ملز
148	49- دفاعی سودے
150	50- خفیہ اداروں کا استعمال
152	51- ہارے پیادے شاہ بن گئے
154	52- زرداری کے پیارے
157	53- بے نظیر بھٹو اور آصف زرداری کے خفیہ اکاؤنٹس
160	54- آصف زرداری کی لوٹ مار کے میدان اور غیر ملکی کھاتے
162	55- نواز شریف کا گوشوارہ
168	56- نواز شریف کے سیر سپاٹے
170	57- قرض معاف کرا لو اور قرض اتارو سکیم
172	58- نواز شریف نے سرکاری مشینری تعمیراتی کمپنی کو بخش دی
174	59- لندن فلیٹس
178	60- میرا گھر سکیم
181	61- ٹیکنیکل ادارے اور گرین ٹریکٹر سکیم
183	62- نائب تحصیلدار اور تھانیداروں کی بھرتیاں

64	17- 800 سیاستدانوں کی نااہلی
66	18- چودھری برادران
73	19- پرویز رشید اور انعام اللہ نیازی
75	20- پیر بنیامین رضوی
77	21- آفتاب شیر پاؤ
83	22- جونیجو کی برطرفی کی وجوہات اور ضیاء جونیجو مکالمہ
86	23- بے نظیر بھٹو کی برطرفی پر غلام اسحاق خان کا قوم سے خطاب
92	24- سردار عبدالقیوم خان
94	25- فاروقی خاندان
96	26- منظور وٹو
99	27- میاں عبدالوحید
101	28- برجیس طاہر
103	29- رائے منصب علی خان
105	30- میاں یسین وٹو
107	31- شیخ طاہر رشید
109	32- مخدوم جاوید ہاشمی
111	33- میاں محمد فاروق
113	34- مخدوم احمد محمود
114	35- بریگیڈیئر (ر) ذوالفقار احمد ڈھلوں
115	36- مراد شاہ
117	37- خواجہ آصف
119	38- چودھری شیر علی و عامر شیر علی
125	39- اسحاق ڈار

کتاب مکمل نہیں

میں یہ تو دعویٰ نہیں کرتا کہ کتاب مکمل ہوگئی، یہ دعویٰ کیا ہی نہیں جاسکتا کہ ہر صبح سورج جب طلوع ہوتا ہے تو گزشتہ رات کی تاریکی میں کیے گئے کئی قابل نفرت کاموں کو بے پردہ کر دیتا ہے لہذا روزانہ درجنوں مجرم گرفتار کرنے والے اہلکار اگلے دن پھر کئی نئے مجرموں کو پکڑ لاتے ہیں۔ اس طرح گھیلوں اور جرائم کی کتاب پر ہر لمحہ نئی کہانیاں خود بخود ابھرتی رہتی ہیں۔ میں نے اس کتاب پر ابھرنے والی ایسی ہی چند کہانیاں چھانٹ کر ان کی جلد بندی کرادی ہے۔

اس کتاب کو مرتب کرنے میں خارجی حوصلہ افزائی سے زیادہ اندر کے ارادے نے زیادہ کام کیا میں بھی خواب دیکھتا ہوں لیکن کئی بار کھلی آنکھوں دیکھے گئے کریہہ خواب کو بھی ڈراؤنا بنا دیتے ہیں۔ میں قلم سے ان کریہہ اور ناپسندیدہ منظروں کو ہر گز سے نکالنا چاہتا ہوں تاکہ میرے جیسے لاکھوں لوگوں کی آنکھوں میں جو بھی اب اترے بادلوں اور معطر اترے۔

کتاب کے آغاز میں چند ایسے رہنماؤں کا بھی ذکر ہے جنہوں نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا ان کی یہ جدوجہد قابل تحسین ہے۔ کچھ بزرگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایوب کھوڑو اور لیاقت علی خان میں جو ذاتی اختلافات تھے۔ ان کی اتحاد پر وفاقی حکومت نے ان پر بدعنوانی کے الزامات لگا کر انہیں برطرف کر دیا۔ اختلافات کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ لیاقت علی خان کا پاکستان میں اس وقت کوئی حلقہ

- 185 -63- عباس شریف کے فارن کرنسی اکاؤنٹس
187 -64- ہیلی کا پٹرکیس
194 -65- ہیلی کا پٹرکیس میں نواز شریف کو سزا
196 -66- سیاسی چہرے صنعتی جونکیں
207 -67- نااہل وزراء خزانہ
209 -68- گوٹھ آباد سکیم اور جیالے
211 -69- لیاقت جتوئی کو وزارت اعلیٰ خرید کر دینے والا کردار
216 -70- جنرل ضیاء نواز شریف اور جونجو سے پلاٹ حاصل کر نیوالے
224 71- پلاٹ لینے والے سرکاری اہلکار
254 -72- ٹیکس نہ دینے والے غریب لوگ
255 -73- غریب سیاستدان
258 -74- ٹیکس نہ دینے والے
267 -75- اہم شخصیات جنہوں نے ٹیکس ادا نہ کیا
269 -76- ولی خان اور اجمل خٹک پر نواز شریف کی نوازشیں
272 -77- گندم سکینڈل - سردار مہتاب خان عباسی کو سزا

انتخاب نہ تھا۔ وہ کراچی کو وفاقی علاقہ قرار دے کر اسے اپنا حلقہ انتخاب بنانا چاہتے تھے لیکن ایوب کھوڑو جو اس وقت سندھ کے وزیر اعلیٰ تھے۔ اسے صوبائی معاملات میں مداخلت اور ان کے حقوق غصب کرنے کی کوشش قرار دے کر مخالفت پر اتر آئے جس پر لیاقت علی خان اور کھوڑو میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔

اس طرح نواب افتخار ممدوٹ بھارت سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ بھارت میں ان کی جاگیر میں چالیس گاؤں تھے۔ ممدوٹ پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے۔ لاہور کے اس وقت کے ڈی سی راجہ حسن اختر نے انہیں بتائے بغیر پچاس مربع پر باغات انہیں الاٹ کر دیئے اور اراضی اس اراضی سے کہیں کم تھی جو نواب ممدوٹ بھارت چھوڑ آئے تھے لیکن لیاقت علی خان کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس کے باعث پیدا ہونے والے اختلافات کے نتیجے میں نواب ممدوٹ کو بھی کرپشن کے الزامات کا سامنا کرنا پڑا۔

خان عبدالقیوم کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ ساری زندگی کرائے کے مکان میں رہے اگر وہ کرپشن کرتے تو اپنا گھر نہ بنا لیتے۔ ہم یہی گزارش کر سکتے ہیں کہ خان قیوم نے ممکن ہے اپنی خاطر بدعنوانی نہ کی ہو لیکن حکمرانی کے نشے میں انہوں نے کئی افراد کو جو نواز تو یہ بھی تو بددیانتی ہوئی۔ بہر حال سیاسی رہنما کی زندگی میں ایسے لمحات آتے رہتے ہیں جب وہ ہیرو ہوتا ہے اور دوسرے ہی لمحے زیرو ہو جاتا ہے۔ ہیرو بن کر وہ بھول جاتا ہے کہ اس کا کوئی ملک بھی ہے وہ کسی غریب قوم کا نمائندہ ہے یا اس کا کوئی فرض بھی ہے۔ اس کا صرف ایک ہی کردار نظر آتا ہے۔ وہ صرف لٹیرا دکھائی دیتا ہے جو ہر ایک کو لوٹتا ہے جو ہارس ٹریڈنگ کرتا ہے۔ کمیشن اور کلک بیکس لیتا ہے بڑے بڑے منصوبوں کے لائسنس لیتا ہے قبضے کرتا ہے اور قرضے لے کر ہڑپ کر جاتا ہے۔ ہم نے ان کے وہی چہرے کتاب پر ثبت کر دیئے ہیں جو انہوں نے خود دکھائے۔ اب یہ اچھے ہیں یا برے اس کا ذمہ ہم پر نہیں خود سیاستدانوں پر عائد ہوتا ہے۔

میں خصوصی شفقت پر شکر گزار ہوں۔ اطہر ندیم صاحب، حافظ شفیق الرحمن، فاروق فیصل خان، ہارون عدیم، ڈاکٹر اشتیاق احمد، احمد ظہیر اور اپنے والدین کا جن کے ساتھ اور تربیت نے اچھے برے کی تمیز سکھائی۔ محمد عقیف ظہ کا مسلسل اصرار اور تعاون حاصل نہ ہوتا تو یہ دستاویز شاید ترتیب نہ دی جاسکتی۔

کتاب میری صحافتی زندگی کا صرف ایک پہلو ہے۔ خدا سے دعا گو ہوں کہ مجھے وہ کچھ بھی کتابی شکل میں لانے کی ہمت دے جس سے اہل علم و ادب کنارہ کش ہو چکے ہیں۔

اشرف شریف

دُرہ لہرا چکا ہے

اشرف شریف اقلیم قرطاس و قلم کا ایک معتبر نام ہے۔ متانت اور ثقاہت اس کی شخصیت کا جزو لاینفک ہیں۔ وہ ناپ تول کر لکھتا اور ناپ تول کر بولتا ہے۔ اناپ شناپ لکھنا اور الم غلم بولنا اسے کسی طور پسند نہیں۔ اس کا قلم جس بھی لفظ کو چھوتا ہے در شہوار بنا دیتا ہے۔ وہ حقائق کے بحر کا شناور الفاظ کا جوہری اور معانی کا صراف ہے۔ وہ ان قلمکاروں میں سے ہے جن کی تحریریں پڑھنے کے بعد قاری یہ رائے قائم کرتا ہے کہ جو بندھ گیا سو موتی..... وہ اپنی شناخت اور پہچان..... تصورات نگاری اور مفروضات نویسی کے بجائے حقائق نگاری کو بنانا چاہتا ہے۔ حقیقت نگاری کبھی اگر خشک پیرائے اور یوست زدہ لہجے میں ہو تو قاری کی طبع شیشہ نفس کے لیے گرز گراں کی حیثیت رکھتی ہے۔ اشرف شریف کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ کڑوی سے کڑوی بات کو انتہائی میٹھے الفاظ کی پھبن اور رسیلے لہجے کا بانگین عطا کرتا ہے۔ جس ادیب، قلمکار اور مصنف کی تحریر ان خصائص کی چاندنی میں سنگھار کرتی ہو قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ یقیناً کسی ”اولڈ ہاؤس“ کے ”کامن روم“ میں عمر رفتہ کو آواز دینے والی کوئی ازکار رفتہ شے ہے۔ ہمارے ہاں فکری بے بضاعتی اور ذہنی کم مائیگی کا عالم یہ ہے کہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ علم و دانش، فکر و فن، تحقیق و جستجو اور تفتیش و تفحص کی وسیع و عریض دنیا نو جوانوں کے لیے

زیادہ مناسب ہو کہ اس کتاب کا ہر صفحہ بدعنوانوں کے خلاف مبسوط وائٹ پیپر کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مختصر مگر جامع کتاب حقیقی معنوں میں ایسا ”کوزہ“ ہے جس میں سمندر ٹھٹھیس مار رہے ہیں۔ کوزے کو سمندر میں سمونا کوئی آسان کام نہیں۔

آئیے! اب اس امر کا جائزہ لیں کہ بدعنوانی کیا ہے اور بدعنوان کون ہے۔ مادیاتی، مالیاتی، معاشیاتی اور اقتصادیاتی حوالے سے ہر وہ شخص بدعنوان ہے جو اپنی ظاہر کردہ آمدنی سے بڑھ کر زندگی بسر کر رہا ہے۔ ہمارے فاضل دوست صاحبزادہ عبدالوحید سبحانی کا یہ ”الہامی جملہ“ ملاحظہ فرمائیں۔

The person who is living beyond his means is corrupt,

اس تناظر میں جب ہم بطور ایک غیر جانبدار تجزیہ نگار کے گرد و پیش رقص فرما حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو بلا تامل اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بدعنوانی کی اس لنکا میں ہر کوئی باون گزرا ہے..... بیوروکریسی کے یہ ڈینوسار اور مقتدر دریائی گھوڑے قومی خزانے کے نخلستان کو بلا خوف و خطر روندتے اور اجاڑتے رہے..... مالیاتی بدعنوانیوں کے بدلگام جھکڑوں اور اختیاراتی بے ضابطگیوں کے منہ زور طوفانوں نے اس گلشن میں وہ دھماچو کڑی اور اودھم مچایا کہ کوئی شاخ اور روش محفوظ نہ رہی۔ ملک و ملت کے یہ ہمدرد قومی و کمرشل بینکوں اور قومی و عوامی خزانے کو بے دردی سے اس طرح لوٹتے رہے جس طرح کسی دور میں ہلا کو خان نے بغداد کو..... از ایلا فرینڈ نے غرناطہ کو اور نادر شاہ درانی نے دہلی کو تاخت و تاراج کیا تھا..... ان چیرہ دستوں نے ملکی معاشیات کو اس بری طرح رگیدا کہ عالمی سطح پر ہماری معاشیات پر ”بد معاشیات“ کی پھبتی کسی جانے لگی..... اور پھر گردش فلک نے وہ روز بد دکھایا کہ اس ملک کا ایوان اقتدار ننگوں کا حمام بن کر رہ گیا..... بد نصیبی تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہوتا رہا اور انصاف کی دیوی کی آنکھوں پر بندھی پٹی ایک سینٹی میٹر بھی نہ سرکی۔ ”میزان بردار“ بھی چپ ”علم بردار“ بھی لب بستگی کا مظاہرہ کرتے رہے اور قلم بردار بھی تصویر حیرت بنے بیٹھے رہے..... مجسموں کے اس سوئے ہوئے شہر میں صرف لٹیرے جاگ رہے ہیں..... شیر کے پنچے کو برے کے پھن

”علاقہ ممنوعہ“ ہے۔ کیا اس ”علاقہ ممنوعہ“ میں داخلے کے لیے ”امیدوار“ کا ”پیر فرتوت“ ہونا اولین شرط ہے۔ عمومی مشاہدہ گواہ ہے کہ OLD is Gold کی لکیر پینے والوں نے ایک دور تک تحقیق و جستجو اور تصنیف و تالیف کو ”گزرے وقتوں کی عبارت“ بنا کر رکھ دیا تھا لیکن اس ”عہد روایات شکن“ میں اشرف شریف جیسے باغی جوانوں نے یہ ثابت کیا ہے۔

بزرگی بہ عقل ست نہ کہ بسال

اشرف شریف میرا کولیگ ہے۔ میں اس نو جوان کے دنوں کے گداز، شبوں کی تپش، امنگوں، تمنائوں، آرزوؤں، جستجوؤں اور حوصلوں سے دہکتی اور دہکتی پیشانی پر ابھی سے ستارہ بلندی کو ٹمٹاتے دیکھ رہا ہوں۔ وہ دن دور نہیں جب یہ ستارہ ماہ کامل بن کر فکر و نظر اور علم و ادب کے افق پر جگمگائے گا۔

شاید اشرف شریف جیسے ہی کسی فاضل نو جوان کو دیکھ کر انگریزی ادبیات کے ایک نقاد نے کہا تھا

HE has an old

Head on his

Young Shoulders

یہ امر میرے لیے مایہ صد افتخار و ابہتاج ہے کہ اسم باسمے اشرف شریف کی پہلی کتاب ”سیاستدانوں کا منشور.....“ آؤ پاکستان لوٹیں“ کے عنوان سے مارکیٹ میں آ چکی ہے۔ یہ ایک قومی اور تاریخی دستاویز ہے۔ اس کتاب میں اشرف شریف نے وطن عزیز کے وسائل و ذرائع کو مال غنیمت سمجھ کر لوٹنے والے ان لٹیروں کے چہروں سے گھونگھٹ الٹا ہے۔ جنہیں سادہ لوح عوام بر بنائے ناخواندگی قومی رہنما تصور کرتے رہے ہیں..... اس کتاب کے اوراق و صفحات ان عزت مآب رہنماؤں کے ذلت مآب سیاہ کارناموں سے عوام کو آگاہ کرتے ہیں..... یہ کتاب محض ایک کتاب نہیں، بھرپور فرد جرم ہے..... یہ کتاب محض اوراق و صفحات کا مجموعہ نہیں، قومی لٹیروں کے خلاف ایک مضبوط ایف آئی آر ہے بلکہ یہ کہنا شاید

کرپشن، پس منظر اور پیش منظر

ملک قائم ہوئے آج نصب صدی سے چار سال اوپر ہونے کو ہیں لیکن ہرگز رتے دن کے ساتھ ایسے نئے نئے مسائل سر اٹھا رہے ہیں جن کے بارے شائد پاکستان کا مطالبہ کرنے والوں نے سوچا تک نہ تھا۔ پاکستان بنا تو اس وقت آلات پیداوار تبدیل ہو رہے تھے۔ پوری دنیا میں ٹیکنالوجی کی نئی صف بندی ہو رہی تھی بعض ممالک نے تو ان ہی دنوں عروج حاصل کر لیا تھا۔ برصغیر کا ہندو بحری سفر کو اپنے ایمان کے لیے خطرہ سمجھتا تھا لہذا وہ ہزاروں برس برصغیر میں خود ساختہ قید کا اسیر رہا۔ مسلمان ایک جدید تہذیب کے علمبردار بن کر یہاں وارد ہوئے تو سب سے پہلے ان کی دفاعی ٹیکنالوجی اور جنگ کرنے کے انداز نے انہیں مقامی باشندوں سے بہتر ثابت کیا لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ بھی برصغیر کے اسیر ہو کر رہ گئے۔ یہ اسیری ان کی عادات اور رائج رسومات پر بھی اثر انداز ہوئی۔ اب جدید تہذیب کے دعویدار مسلمان اور صدیوں سے ایک ہی منڈپ کے گرد پھیرے لیتے ہندو میں اس سے زیادہ کوئی فرق نہ رہا کہ ایک گروہ مندر میں پوجا کرتا اور دوسرا مسجد میں نماز ادا کرتا۔ ہندو دھرم کو دلدل کہا جاتا ہے۔ برصغیر میں آنے والی ہر حملہ آور قوم اس دلدل میں اترتی چلی گئی۔ ہندو ازم نے دن بدن تن آسانی اور مذہب سے بیگانہ ہوتے مسلمانوں پر بھی اثر کیا اور مسجدوں کے آئینہ کرام بھی پنڈتوں کی طرح تمام مذہبی امور کے

بھیڑیے کے دانت، کچھو کی دم، بھڑ کے ڈنک اور مچھر کی ٹانگ سے لکھنے کا دعویٰ کرنے والے خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتے رہے..... سامری کا طلسم اپنا اثر دکھا چکا اور رنگ جما چکا ہے..... ہر کوئی سونے کے پتھرے کی پوجا کر رہا ہے..... سب پر سکوت مرگ طاری ہے..... شہر..... شہر خاموشاں اور چہرے سرسے تراشی ہوئی سوچوں کا روپ دھار چکے ہیں..... ایسے میں اشرف شریف اپنے قلم کو کسکول بنانے کے بجائے درہ فاروقی بنا کر لہرا رہا ہے..... درہ لہرا چکا ہے..... جلد وہ وقت آئے گا جب ”آؤ پاکستان لوٹیں“..... لوٹیں، لوٹیں اور لوٹیں..... کی دعوت دینے والے قومی مجرموں کو ٹکلیوں کے ساتھ کس کر باندھا جائے گا اور جلاد کا لہراتا ہوا کوڑا اور اس کوڑے کا فرانٹا ان کی برہنہ کمروں پر یہ تحریر رقم کر دے گا۔

حذر اے چیرہ دستاں
سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

حافظ شفیق الرحمن

ستمبر 2000ء

انگریز ہندوستان وارد ہوا تو ہندو نے بھانپ لیا کہ نیا آن داتا آپہنچا اس نے انگریز کے ساتھ خفیہ روابط استوار کر لیے۔ اجتماعی محفلوں میں بلا جھجک شراب کے استعمال نے ہندو کو انگریز کے قریب کر دیا جبکہ مسلمان کو ان محفلوں میں بلانے کا سلسلہ دن بدن کم سے کم اور پھر ختم ہو گیا۔ انگریز ہندو دوستی میں شراب کی اہمیت کو کوئی بھی محقق اور تاریخ دان نظر انداز نہیں کر سکتا۔ انگریز ہندو دوستی میں دوسری اہم بات رقص و سرود کی مخلوط محفلیں تھیں گو کہ اس وقت تک مسلمان امراء بھی شراب اور رقص کے عادی ہو چکے تھے۔ تاہم ان محفلوں میں مسلمان عورتیں شریک نہیں ہوتی تھیں۔ چانکیہ کی تعلیمات کے مطابق ہندوؤں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ خفیہ معلومات کے حصول اور اعلیٰ سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے خوبصورت عورتوں کو استعمال کریں۔ ہندو پہلے عورت کے ذریعے مسلمان حکمرانوں کے قریب ہوا اور بعد میں اسی عورت کے ہاتھ میں شراب کا جام دے کر اسے انگریز کے سامنے کر دیا۔ اب انگریز اور ہندو ایک ہو چکے تھے اور مسلمان ایک فرد لا تعلق بن کر رہ گئے۔

مسلمانوں کا دست راست ہندو جلد ہی انگریز کا بھی دست راست بن گیا۔ اس کا ”مہابلی“ سیاسی طور پر اس سے کم تر ہو گیا۔ مسلمانوں کی جاگیریں ہندو کو ملنے لگیں تو وہ سماجی رتبے میں بھی مسلمان سے بڑھ گیا۔ مسلمان مزید مایوسی کا شکار ہوتے گئے۔ بگڑے ہوئے جاگیرداروں کی جاگیریں چھن گئیں تو انہیں کہیں قدم جمانے کی جگہ ہی نہ ملی۔ تاہم وہ اپنے سیاسی اور سماجی رتبے کے دوبارہ حصول کیلئے سوچ بچار کرنے لگے۔ اس سوچ نے انہیں سیاسی عمل میں شریک ہونے پر مجبور کر دیا۔ دوسری جانب انگریز جو سائنس کی بنیاد پر ہر مفروضے کو تو لے کا عادی تھا۔ اس نے ہندو دھرم کو کچھ اقتدار کے رعب اور کچھ منطق کی بناء پر غلط ثابت کر دیا۔ انگریز کی ہاں میں ہاں ملانے والے چند ہندو عوام کے درمیان بتوں کو خدا اور دیوی دیوتا کہتے لیکن انگریز کی محفل میں اپنی قوم کی حماقت پر ہنستے کہ وہ اپنے ہاتھ سے تراشے پتھروں کو دیوتا قرار دے رہے ہیں۔ انگریز نے سیاسی مشاورت کے لیے ان ہی ہم خیال ہندوؤں کو دوسروں سے الگ کر کے اپنے نائبین کی حیثیت دینا

مختار بن گئے۔ بچے کے کان میں پیدائش کے وقت پنڈت بھجن یا وید پڑھتا اور مولوی صاحب اذان دیتے۔ پنڈت مندر کا مالک بنا ہوا تھا لہذا مولوی صاحب نے بھی مسجد پر سب مسلمانوں کے بجائے اپنے حق کو زیادہ طاقتور بنانا شروع کر دیا۔ اس طرح سوائے کلمہ نماز کے فرق کے دونوں گروہوں کے اکثر معاملات ایک ہی جیسے تھے۔ عام مسلمان گھرانوں کی محنت کش عورتیں بزرگوں یا اجنبیوں سے ہندو عورتوں ہی کی طرح گھونٹ نکالتیں جبکہ زیادہ معزز یا دولت مند شمار کیے جانے والے خاندانوں کی عورتیں مکمل پردہ کرتیں اور باہر آنے جانے کے لیے بھی پاکی استعمال کرتیں یا گھر سے باہر صرف تاریکی میں نکلتیں۔ مسلمان اور ہندو میں اگر جھگڑا ہوتا تو اسی وجہ سے کہ مسلمان گائے کو ذبح کرنے کے حق میں دلائل دیتا اور ہندو انہیں ہندی مسلمان کہتا جبکہ مسلمان عرب سے بالکل کٹے ہونے کے باوجود خود کو عربوں سے منسوب کرتے۔

ہندوستان اس وقت بھی ہندوستانی ہی کہلاتا تھا جب یہاں سینکڑوں برس تک مسلمان خاندان حکومت کرتے رہے۔ کسی نے بھی ہندوؤں کے لیے الگ ملک بنانے پر غور نہ کیا نہ ہی مسلمانوں کی جداریاست کو ضروری سمجھا گیا یعنی عمومی حالات ایسے کشیدہ اور بدتر نہ تھے کہ بادشاہ تو بادشاہ عوام تک کے ذہن میں یہ بات نہ آتی۔ چند ہندو راجے اگر موجود تھے تو ان کے دربار میں مسلمان مشیر اور وزیر بھی موجود تھے۔ اسی طرح مسلم حکمرانوں کے درباروں میں بھی ہندو اہل علم اور اہل ہنر اعلیٰ مناصب پر فائز تھے۔

مسلم حکمرانوں نے ہندوستان کی دیگر اقوام سے ممتاز کرتی ہوئی اپنی صفت یعنی بہتر جنگی صلاحیت اور حکمت عملی کو بھلا کر جاگیرداری نظام کو مضبوط کیا۔ جنگجو مسلمان اب جاگیردار کہلائے جانے لگے۔ وہ اپنی جاگیر میں ایک بادشاہ کی طرح رہتے۔ رعونت نے ان کے دماغ کو ٹھکانہ بنالیا۔ انسان حقیر کیڑے مکوڑے بن کر رہ گئے۔ دوسری جانب ہندو نے شاہی درباروں میں موجود رہ کر خود کو سیاسی طور پر زیادہ چست بنالیا۔ وہ جوڑ توڑ اور حکومتیں بنانے گرانے میں اہم کردار ادا کرنے لگے۔ مذہب مولوی کے حوالے کرنے والے مسلمانوں نے سیاست ہندو کے حوالے کر دی۔

شروع کر دی۔

اسی دور میں برطانیہ خود بہت سی تبدیلیوں کے عمل سے گزر رہا تھا۔ اندرونی طور پر اسے مزدور تحریکوں اور بعض مفکرین کی تعلیمات نے اس درجہ خوفزدہ کر دیا کہ اسے ڈر محسوس ہونے لگا کہ ان دانشوروں کا پیغام ہندوستان پہنچ گیا تو کہیں یہاں کے باشندے بھی حکومت کے خلاف نہ بھڑک اٹھیں۔

انیسویں صدی کی ابتداء میں برطانیہ جو دنیا کا سب سے بڑا صنعتی ملک تھا، وہاں مزدوروں کی حالت بہت خراب تھی۔ زمین سے بیدخل ہونے والے کاشتکاروں نے یہ سمجھ کر مشینیں توڑنا شروع کر دیں کہ ان کا رزق چھیننے والی یہی مشینیں ہیں حالانکہ سارا قصور سرمایہ داری نظام کا تھا جو کھیتوں سے بیدخل ہونے والوں کو کارخانوں میں جذب نہ کر سکتا تھا۔ 1817ء میں اس تحریک نے اتنا زور پکڑا کہ پارلیمنٹ نے ایک قانون منظور کیا جس کی رو سے مشینوں کی توڑ پھوڑ پر موت کی سزا مقرر کی گئی چنانچہ جنوری 1813ء میں صرف ایک شہر میں مشین توڑنے پر 13 افراد کو پھانسی دی گئی۔

اس دور میں فیکٹریوں میں روزانہ سترہ گھنٹے کام ہوتا اور کام کرنے والے زیادہ تر بچے یا عورتیں ہوتیں جن کو مردوں کی نسبت بہت کم اجرت ملتی تھی۔ جرمانے کا رواج عام تھا۔ برطانیہ کی سوتی، اونی اور ریشمی کپڑے کی ملوں میں مزدوروں کی کل تعداد 3 لاکھ 56 ہزار تھی۔ ان میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار مرد اور ایک لاکھ 96 ہزار عورتیں تھیں۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مارکس نے زندگی کے چھ سال طوفان بلا سے نبرد آزما کرتے گزارے۔ وہ جرمنی سے جلاوطن ہوا تو فرانس پہنچا۔ پیرس سے نکالا گیا تو برسلز گیا وہاں سے پھر پیرس کو لون پھر پیرس اور پھر لندن جا پہنچا۔ یہاں اس کا کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا۔ اینگلز بھی نہ تھا جو مدد کرتا۔ اسی اثناء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے موافقین اور مخالفین کے درمیان ہندوستان کے مستقبل بارے بحث چھڑ گئی۔ بات یہ تھی کہ 1833ء کے قانون ہند کے مطابق ایسٹ انڈیا کمپنی کے چارٹر کی میعاد 1853ء میں ختم ہونے والی تھی۔ کمپنی نے سندھ پنجاب اور سرحد پر جس طرح قبضہ کیا تھا اور بقیہ ملک میں جو

ہم عنوانیاں کی تھیں۔ ان کے پیش نظر برطانیہ کا ایک حلقہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا سخت مخالف ہو گیا تھا۔ اس کا مطالبہ تھا کہ اب کمپنی تجارتی ادارہ نہیں رہی۔ نئے قانون کے تحت ہندوستان کا نظم و نسق برطانوی حکومت کی نگرانی میں آ گیا۔

سرزمین ہندوستان میں انگریزوں کی سیاسی مداخلت اٹھارویں صدی کے وسط میں شروع ہوئی لیکن سو سال کے اندر اندر وہ پشاور سے رنگون تک اور سری نگر سے راس کماری تک پورے برصغیر پر قابض ہو گئے۔ البتہ انہوں نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے بہت سی دیسی ریاستوں کو نام نہاد خود مختاری دیئے رکھی۔ ان ریاستوں کے والی برطانیہ کے سب سے زیادہ وفادار ثابت ہوئے۔ مارکس ان والیان کے کردار کو جنگ آزادی 1857ء سے پانچ برس پہلے جان چکا تھا وہ لکھتا ہے کہ ”یہ والیان ریاست انگریزوں کے سب سے وفادار غلام ہیں۔ وہ برطانوی نظام کا سب سے مضبوط قلعہ ہیں اور ہندوستان کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ مارکس کا کہنا تھا کہ انگریزوں سے قبل ترک، تاتاری اور مغل ہندوستان میں آئے۔ انہوں نے مقامی تہذیب و تمدن کا اثر قبول کر لیا۔ البتہ انگریزوں کا تمدن بالاتر تھا۔ انگریزوں نے دیہی جمیعتوں کو پارہ پارہ اور مقامی صنعتوں کو نیست و نابود کر کے مقامی تمدن کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ہر چند کہ طبے کے ڈھیر میں حیات نو کی تجدید مشکل دکھائی دیتی ہے لیکن یہ عمل شروع ہو چکا ہے۔ مارکس نے اس احیاء کی دس علامتوں کی نشاندہی کی۔ اس کے نزدیک معاشرتی احیاء کی پہلی شرط ملک کی سیاسی وحدت تھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ ہندوستان پہلی بار انگریزوں کے عہد میں سیاسی وحدت بنا حتیٰ کہ مغلوں کے زمانے میں بھی ہندوستان کو یہ وحدت نصیب نہ ہوئی تھی۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ ”کلکتہ میں انگریز مجبوراً دیسی باشندوں کو اپنی سرکاری ضرورتوں کے تحت مغربی تعلیم دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہندوستان میں ایک نیا طبقہ ابھر رہا ہے۔ مارکس لکھتا ہے کہ ہندوستانیوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ انگریز کے نافذ کردہ معاشرے کے نئے عناصر یعنی مشینی صنعت کاری کا پھل اس وقت تک نہیں کھا سکیں گے جب تک برطانیہ میں موجود حاکم طبقے کی جگہ اشتراکی راج نہ آ جائے یا خود ہندوستانی اتنے قوی نہ ہو جائیں

کہ انگریزوں کی غلامی کا جوا اتار پھینکیں، اور یہی وہ پیغام تھا جس سے انگریز خوفزدہ ہو گیا اور اس نے ہندوستان میں اپنے حامی افراد کی انڈین نیشنل کانگریس کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کر دی۔

کانگریس ابتداء میں انگریز کے مفادات کا تحفظ کرتی رہی تاہم سیاسی کردار کے باعث اس میں ہندوستان میں نئی سیاسی سوچ کے حامل لوگ تیزی سے آنے لگے اور پھر ہندوستانیوں اور حکومت برطانیہ کے درمیان تعلقات کے پل کا کام کرنے والی کانگریس کے اندر ہی سے ملک کو انگریز سے آزاد کرانے کی سوچ نے جنم لیا اور دن بدن یہ نئی سوچ پختہ ہوتی گئی اور زیادہ سے زیادہ حلقوں کی جانب سے تائید نے کانگریس کا کردار بدل دیا اب وہ انگریز کی مددگار نہ رہی۔ انگریزی سکولوں اور کالجوں سے فارغ التحصیل افراد انگریزی تحریکوں اور برطانیہ مخالف اقوام نے بھی ہندوستانیوں کے حق میں بیانات سے لے کر عملی کوششوں تک کا کام سنبھال لیا۔

یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ کانگریس کا قیام صرف برطانیہ میں مزدور تحریکوں کے خوف سے نہ تھا بلکہ انتظامی طور پر مقامی افراد کی مدد حاصل کرنا اور دیگر کئی امور بھی اس کے قیام کی وجہ بنے۔

بیس برس کے لگ بھگ تنہا کانگریس ہندوستانیوں کی نمائندہ جماعت بنی رہی تاہم اس کا سیاسی کردار واضح ہوتے ہی پہلے سے سیاسی سوچ کے حامل ہندو اس پر قابض ہو کر یہ تاثر دینے لگے کہ اب انگریز کے رخصت ہوتے ہی رام راج نافذ ہو گا۔ جس میں وہ حکمران ہوں گے اور مسلمانوں سے اپنی محکومی کا بدلہ لیں گے۔ اعتدال پسند قائدین کی کوشش کے باوجود جب دونوں گروہوں میں خلیج وسیع سے وسیع تر ہونے لگی تو مسلم قائدین نے باہمی مشورے سے آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی اور یوں سینکڑوں برسوں سے ایک جگہ رہنے والے ہندو مسلم الگ الگ ریاستوں کے حصوں میں جت گئے۔ دونوں انگریز سے آزادی چاہتے تھے۔ اس وقت تک برطانیہ کی مزدور تحریکیں لیبر پارٹی بن کر پرسکون انداز میں سیاسی عمل میں شامل ہو چکی تھیں۔

قائد اعظم نے پاکستان کا مطالبہ کرنے والوں کی قیادت سنبھال کر دن رات اس کے حصول کے لیے وقف کر دیا پاکستان مخالف عناصر میں اکثر لوگ اس بنا پر اس کی مخالفت کرتے تھے کہ انگریز نے اپنے اندرونی خطرات کے پیش نظر ان کے ذریعے ہی برصغیر پر حکومت کی تھی۔ ان لوگوں میں مسلمان، ہندو، سکھ سب شامل تھے۔ یہ لوگ اپنے مفادات کی خاطر انسانوں کو قتل کرنے والوں کی پشت پناہی کرنا اور سرکاری مراعات کو ذاتی امور پر خرچ کرنے کے عادی تھے یہ لوگ اس دور میں رائج کرپشن کے تمام طریقوں سے آگاہ تھے۔ پولیس ان کے فرمانبردار رہتی تھی۔ لہذا وہ طاقتور تو تھے ہی ظلم کرنے میں بے باک بھی ہو گئے۔

پاکستان کا قیام خالصتاً محروم لوگوں کی تمناؤں کا ثمر تھا۔ لیکن ان لوگوں کی بد قسمتی کہ ان کے تمام رہنما جاگیردار، سرمایہ دار اور پولیس کے ذریعے طاقتور بننے والے ہی تھے قائد اعظم ان لوگوں کو لاکھ کوشش کے بعد بھی سیدھے راستے پر نہ لاسکے۔ یہی وجہ تھی کہ ملک بنتے ہی پیر الہی بخش، ممتاز دولتانہ اور ایوب کھوڑ و سمیت کئی وزراء اعظم (اس وقت وزیر اعلیٰ وزیر اعظم کہلاتا تھا) کے خلاف بدعنوانی کے الزامات کی صدائیں گلی گلی گونجنے لگیں۔ قائد اعظم اپنے پاکستان کا حشر اس طرح ہوتا نہ دیکھ سکے ان کی وفات کے بعد پوری سیاست پر پاکستان کے قیام سے قبل انگریز کے وفادار کہلائے جانے والے خاندانوں نے قبضہ کر لیا۔ مراعات یافتہ طبقہ سرکاری مشینری کے کل پرزوں سے آگاہ تھا اور ان سے کام لینا جانتا تھا لہذا سب سے پہلے تو انہوں نے قائد اعظم کے سچے ساتھیوں اور پیروکاروں کو سیاست سے اور حکومت سے آؤٹ کر دیا اس کے بعد انہوں نے نائب قاصد، کانٹریبل، کلرک، پنواری، سے لے کر مجسٹریٹ، نائب تحصیلدار اور وزارتوں تک پر اپنے آدمی لاٹھائے اب کوئی ان کے حصار سے کیسے بچ پاتا۔ لہذا ملک کے مفاد کی بجائے ذاتی مفاد کو سامنے رکھا جانے لگا۔ ہر حکمران نے اپنے اپنے ایجنڈے پیش کئے اور ساتھ ہی کچھ کرپشن اور بے ایمانی کی نئی مثالیں قائم کر دیں۔ لوگوں کے دلوں سے پہلے مذہب کے لیے احترام ختم کیا گیا۔ پھر ہر اس چیز کو عام کر دیا گیا جس کی مذہب اجازت نہیں دیتا

بڑا ہونے کا معیار ذاتی نیکی اور اچھے اوصاف کی بجائے دولت مقرر ہوا۔ تو پھر ہر آدمی نے بڑا بننے کے لیے دولت اکٹھا کرنا شروع کر دی ان بڑے آدمیوں نے پھر بھی اپنا قد چھوٹا دیکھا تو انھوں نے سرے محل اور رائے ونڈ پبلس بنا لیے لیکن یہ جب بھی آئینہ دیکھتے ہیں وہ ان کے کم ہوتے قد کو بڑا دکھا دیتا ہے اور یہ بونے اپنا قد مزید بڑا کرنے کے لیے لوٹ مار میں لگ جاتے ہیں۔ شاید یہ کرپشن کے ذریعے اپنا سر آسمان تک بلند دیکھنا چاہتے ہیں۔ عام لوگ کیڑوں مکوڑوں کی طرح کبھی پاؤں تلے مسلے جائیں گے اور کبھی انہیں کوئی بھی تیز ہوا کہاں سے کہاں جا پھینکے گی۔ ہمارے سامنے کی تاریخ میں سیاستدانوں کی تجارت کا وہ واقعہ بہت اہم ہے۔ جب بے نظیر وزیراعظم اور نواز شریف وزیراعلیٰ تھے۔

آئی جے آئی کے ایم این اے حضرات مری کے ہوٹل میں ٹھہرائے گئے جس پر پنجاب حکومت کا کڑا پہرہ تھا۔ بے نظیر نے اپنے ارکان شیر پاؤ کے حوالے کر دیئے جنہوں نے ان کو سوات میں ٹھہرایا۔ اس زمانے میں ایم کیو ایم پیپلز پارٹی کی اتحادی جماعت تھی مگر تحریک عدم اعتماد کا نوٹس دینے کے بعد اس جماعت نے یکطرفہ طور پر پیپلز پارٹی سے اتحاد ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ آخر الامر یہ تحریک ناکام ہو گئی۔ آئی جے آئی والے اس تحریک کے لیے اکثریت جمع نہ کر سکے۔ وہ پیپلز پارٹی کے جن اراکین پر تکیہ کیے ہوئے تھے۔ وہ وقت سے پہلے ہی ساتھ چھوڑ گئے۔ اس وقت پنجاب انتظامیہ جس قدر دیدہ دلیری سے کام لے رہی رہی تھی۔ اس کا اندازہ اس ایک واقعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ پیپلز پارٹی کے کچھ اراکین اسمبلی اور وزراء اسلام آباد پہنچے۔ وہ ایئر پورٹ پر لاؤنچ سے باہر کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ ان میں ایک دو وفاقی وزراء بھی تھے کہ ایک پولیس آفیسر وہاں پہنچا اور ایک ایم این اے سے ایک گاڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ڈی سی صاحب اس گاڑی میں بیٹھے ہیں وہ آپ سے ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔ ایم این اے ان کے ساتھ چل پڑے۔ پولیس افسر نے پہلے سے سٹارٹ گاڑی میں انہیں بٹھایا اور مری روانہ ہو گئے اور پیپلز پارٹی کے وزراء اور دوسرے ارکان اسمبلی جو ایئر

ہارٹ پر کھڑے تھے۔ وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اس لیے کہ یہ علاقہ پنجاب انتظامیہ کے تحت تھا۔

اس وقت جمہوری عمل دوبارہ شروع ہوا تھا۔ اس نوزائیدہ جمہوری عمل کو آغاز ہی میں بڑے سانحوں کا شکار ہونا پڑا اور وہ لوگ جو جمہوری اقدار کی پاسداری کا عزم رکھتے تھے۔ ان کے لیے بھی غلط ہتھکنڈے استعمال کرنے کے علاوہ چارہ نہ رہا اور ہارس ٹریڈنگ اور دھونس دھاندلی سیاسی چلن ٹھہرے یوں کہیں کہ ہمارا کثافت زدہ سیاسی ماحول جس نے ہمیں جکڑ رکھا ہے۔ یہ اس قسم کے واقعات کی دین ہے جہاں سیاسی لیڈر اور اہل باب بست و کشاد یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے اقدامات کے دور رس نتائج کیا ہو سکتے ہیں وہ صرف فوری فائدے اور ذاتی غرض فی الفور پوری کرنے کے قائل ہوتے ہیں۔ صدر مملکت کی طرف سے ایوان صدر کو سیاسی سازشوں کی آماجگاہ بننے کی اجازت دینا یا پھر قومی قیادت کا سیاسی جوڑ توڑ میں حصہ لینا کس حد تک مناسب ہے۔ اس کا اندازہ اس قسم کی حرکات کے نتائج سے ہو جانا چاہئے۔

بے نظیر حکومت کے خلاف عدم اعتماد کے ڈرامے کے سبھی کرداروں سے باز پرس کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے جس زہریلے پودے کا بیج بویا اس نے ناصرف ملک کی سیاسی فضا کو مسموم کیا بلکہ خود مملکت کے ڈھانچے کو بھی ہلا دیا۔ بعض افسران اور اداروں کے گمراہ کن رویے کے نتیجے میں مذکورہ اداروں کے چہرے دھندلا کر رہ گئے۔ ہماری یہی درخواست ہے کہ جہاں بدعنوان افراد کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ وہاں ان کی ماضی کی ایسی کارروائیوں کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جنہوں نے قومی زندگی میں غلط روایات کو جنم دیا جن کے نتیجے میں پوری سیاسی فضا زہریلے دھوکے سے بھر گئی جب تک اس قسم کے اراکین کا سدباب نہیں کیا جاتا۔ معاملات سدھر نہیں سکتے۔ تحریک عدم اعتماد پیش کرنا آئینی حق ہے لیکن یہ سارا عمل آئین کے دائرے کے اندر ہونا چاہئے۔ اپنے اور مخالف ارکان کو اغوا کر کے لے جانا اور اس کام کے لیے ریاستی اختیار اور ریاستی مشینری استعمال کرنا وفاداریاں خریدنے کے لیے سرکاری وسائل کو کام میں لانے کی آئین کسی طور بھی

اجازت نہیں دیتا۔ قومی سیاسی زندگی کو صحیح راہ پر ڈالنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ماضی کی تمام بری روایات کی بیخ کنی کی جائے ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہی رہی ہے کہ ہم نے ماضی میں اس قسم کی روایات کو پنپنے دیا۔ ہر بار ان کے خلاف رد عمل ظاہر نہیں کیا۔ اس قسم کی غیر جمہوری روایات کا آغاز حسین شہید سہروردی کو پاکستان کی مرکزی اسمبلی کی رکنیت کا حلف اٹھانے سے روکنا تھا پھر مخالف صوبائی قیادت کو طاقت کے ذریعے دبانا اور اپنے تابع فرمان کرنے کی کوشش اہم مسئلے پر اسمبلی میں رائے شماری کے وقت سے پہلے مخالف اراکین کو پولیس کی گاڑیوں میں بھر کر دور دراز ویرانوں میں چھوڑ آنا، جہاں سے انہیں واپسی کے لیے کوئی سواری میسر نہ ہو، ایسے ہی ہتھکنڈے ہماری سیاسی تاریخ کا حصہ رہے ہیں جن کے خلاف نہ بعد میں کسی نے کارروائی کی نہ عوام میں ان کے خلاف مناسب رد عمل پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔

یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر ہماری قومی سیاسی زندگی میں آغاز ہی سے غیر جمہوری کارروائیوں پر خاموشی اختیار نہ کی جاتی اور برسر اقتدار لوگوں کو یہ بتانے کی کوشش کی جاتی کہ عوام ان کی ایسی حرکتوں کی تائید نہیں کرتے اور سیاسی مخالفین کو کچلنے اور کرپشن کے لیے ریاستی اختیار اور وسائل کے استعمال کے خلاف ہیں تو شاید آج ہماری تاریخ مختلف ہوتی، اس قدر تاریک نہ ہوتی۔ موجودہ حکومت نے سیاسی عمل کی تطہیر کا بیڑہ اٹھایا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا یہ پروگرام جامع ہو یہ درست ہے کہ ہماری تاریخ کے سیاہ واقعات میں بے نظیر کی پہلی حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد کا واقعہ تنہا نہیں مگر یہ واقعہ زندگی پر پڑنے والے منفی اثرات کا سرچشمہ رہا ہے۔



ایوب کھوڑو

پہلی کرپشن

9 مئی 1948ء کو کراچی کے ضلعی مجسٹریٹ کے روبرو لائسنس ٹائپ مشین کیس کی ابتدائی سماعت ہو رہی تھی۔ یہ کیس ایوب کھوڑو کے خلاف قائم ہوا تھا۔ عدالت نے سندھ کے وزیر اعلیٰ کھوڑو کو ایک لاکھ روپے کی ضمانت جمع کرانے کا حکم دیا۔ ایوب کھوڑو کی جانب سے اے کے بروہی یہ مقدمہ لڑ رہے تھے۔ مقدمے کی نوعیت یہ تھی کہ مذکورہ مشین درحقیقت سندھ گورنمنٹ پریس کی ملکیت تھی جسے چوری کر کے ایوب کھوڑو کے سندھ آبزورنامہ اخبار کے پریس میں پہنچا دیا گیا۔ پاکستان پبلیشنگ پریس نے چند روز کی محنت کے بعد مسروقہ مشین برآمد کر لی۔ 1948ء کے آغاز میں روزنامہ جنگ، ڈان، روزنامہ انجام میں ایوب کھوڑو کی مبینہ رشوت ستانی، اقربا پروری اور دیگر بدعنوانیوں کی مسلسل نشاندہی کی جانے لگی۔ گورنر سندھ نے وزیروں کے محکمے تبدیل کر دیئے تاکہ کابینہ خوش اسلوبی سے کام کر سکے۔ کھوڑو سے محکمہ داخلہ اور تعمیرات عامہ کا محکمہ لے لیا گیا تاکہ پولیس کا استعمال کر کے ارکان اسمبلی کو خوفزدہ نہ کیا جاسکے تاہم ایوب کھوڑو نے اسے گورنر کی بے جا مداخلت قرار دیا۔ معاملہ طول پکڑ گیا اور قائد اعظم کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ گورنر نے

خان عبدالقیوم خان

(وزیر اعلیٰ سرحد)

قیام پاکستان کے فوراً بعد صوبہ سرحد میں خان عبدالقیوم خان کی بدعنوانی، رشوت ستانی اور لوٹ مار کا یہ حال تھا کہ قائد اعظم نے اپریل 1948ء کو پشاور کے جلسہ عام میں اس کا سخت نوٹس لیا اور کہا کہ ”مجھے معلوم ہے کہ ہم میں ایسے اشخاص موجود ہیں جو بدعنوانی، رشوت ستانی اور اقرباء پروری کے مجرم ہیں، آپ کی حکومت، آپ کا صوبہ، آپ کی وزارت اور آپ کے وزیر اور افسران ہماری نظر میں ہیں۔ ہم بہت جلد اس کا تجزیہ کرنے کے قابل ہو جائیں گے اور اپنے جس سیاست سے زہر کو باہر نکال پھینکیں گے لیکن آپ کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے اور ہمیں موقع اور معقول وقت دینا چاہئے۔“

قائد اعظم کے یہ الفاظ اس بات کی علامت تھے کہ سرحد حکومت کے اندر بدعنوان گھس چکے ہیں خان عبدالقیوم خان کی کرپشن پر سرحد کے شہری بلبلا رہے تھے مگر قائد اعظم کو مہلت نہ ملی اور ان کی وفات سے تمام معاملات ادھورے اور نامکمل رہے۔

قیام پاکستان کے کچھ ہی دنوں بعد سرحد میں ڈاکٹر خان صاحب کی کانگریسی وزارت کو برطرف کر دیا گیا اور خان عبدالقیوم خان کو جو 1945ء تک مرکزی اسمبلی میں کانگریس کی پارلیمانی پارٹی کے ڈپٹی لیڈر تھے، وزیر اعلیٰ مقرر کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ قیوم

ایوب کھوڑو کی بدعنوانیوں، بدانتظامیوں اور رشوت ستانیوں کے ثبوت قائد اعظم کو پیش کر دیئے چنانچہ قائد اعظم کی ہدایت پر ترمیم شدہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی دفعہ 51 کے تحت گورنر نے ایوب کھوڑو کو سندھ کے وزیر اعظم کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ (اس وقت صوبے کا وزیر اعلیٰ وزیر اعظم کہلاتا تھا)۔ ایوب کھوڑو کی برطرفی سے ایک روز قبل قائد اعظم نے نواب ممدوٹ، ممتاز دولتانہ اور سردار شوکت حیات جو کہ پنجاب کے وزراء تھے ان سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا تھا کہ حکومت پنجاب مرکزی حکومت کی جانب سے مقرر کردہ پیشل فورس کے ان افسران سے تعاون نہیں کرتی جو صوبے میں انسداد رشوت ستانی کیلئے مقرر کیے گئے ہیں۔ تاہم کھوڑو کے معاملے میں وقت کے انتظار کی گنجائش نہ تھی کیونکہ وہ 24 فروری 1948ء میں سندھ مسلم لیگ کی سینیڈنگ کمیٹی سے یہ قرارداد منظور کرا چکے تھے کہ کراچی کو سندھ سے الگ کر کے وفاقی دارالحکومت بنایا گیا تو اس کی مخالفت کی تحریک شروع کی جائے گی۔ 8 مارچ 1948ء کو عبدالغفار خان اور جی ایم سید کی تشکیل کردہ پیپلز پارٹی کے منشور منظر عام پر آنے اور ایوب کھوڑو کی جی ایم سید سے مسلسل ملاقاتوں اور صلاح مشوروں نے خطرات میں بہت اضافہ کر دیا۔ 4 جنوری 1949ء کو سندھ کے گورنر شیخ دین محمد نے فیصلہ کیا کہ کھوڑو کیخلاف بدعنوانی اور رشوت ستانی کے سلسلے میں تحقیقاتی رپورٹ شائع کرادی جائے۔

نواب افتخار الدین ممدوٹ

پنجاب کے ایک سرکاری اہلکار نے نواب ممدوٹ کے کہنے پر زرعی اراضی کا ایک ٹکڑا ان کے نام الاٹ کر دیا جبکہ نواب ممدوٹ کا اس پر کوئی حق نہیں بنتا تھا لہذا اس اہلکار کے خلاف کارروائی کے ساتھ ساتھ نواب ممدوٹ سے مذکورہ اراضی واپس لے لی گئی۔ 1950ء کی دہائی میں ”پروڈا“ اور ایبڈو جیسے قوانین بھی منظور ہوئے تاکہ کرپٹ سیاست دانوں کو نااہل قرار دیا جاسکے۔ ایوب کھوڑو قاضی فضل اللہ حمید الحق چودھری بھی پروڈا کی زد میں آئے لیکن بعد میں گورنر جنرل نے انہیں معافی دے دی۔ فاروق لغاری کے والد بھی ایسے ہی قوانین کی زد میں آ کر نااہل قرار پائے تھے۔

خان نے 1945ء میں گولڈ اینڈ گنز کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں قائد اعظم پر سخت الزامات لگائے گئے تھے لیکن جب تک یہ کتاب بازار میں آتی قیوم خان مسلم لیگ میں شامل ہو چکے تھے۔ وزیر اعلیٰ بننے ہی انہوں نے اپنے بڑے مخالفین، خان عبدالغفار خان اور چند پرانے مسلم لیگیوں مثلاً پیر مانگی شریف وغیرہ سے بدلے چکانے شروع کیے۔ غفار خان اور ان کے کچھ حامیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ خان عبدالقیوم کی کرپشن کے انکشافات کرنے اور ان کی مخالف قوتوں کا ساتھ دینے پر ہفتہ وار اخبار ”پختون“ بند کر دیا گیا۔ 1939ء سے شائع ہونے والے اس اخبار کی بندش کا حکم خود خان عبدالقیوم خان نے دیا۔

خان عبدالقیوم خان کی حکومت نے اخبارات پر وحشیانہ حملے کیے۔ 1949ء میں انہوں نے روزنامہ ”سرحد“ کے ڈیکلریشن کی منسوخی کا حکم جاری کیا، ساتھ ہی اخبار کے ایڈیٹر رحیم بخش غزنوی کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ ”الجمعیت“ کے ایڈیٹر سلطان شاہ گیلانی کو قیوم خان کی مسلم لیگی وزارت پر تنقید کرنے کے باعث 1949ء میں گرفتار کر لیا گیا۔ طویل عدالتی کارروائی کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا لیکن ان کا دو ہزار روپے کا ضمانت ضبط کر لیا گیا۔



ایوب خان اور گوہر ایوب خان

فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور حکومت کو تاریخی مناصبوں کے حوالے سے پاکستان کا بہترین دور کہا جاتا ہے تاہم اس دور میں بھی دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز، مشرقی پاکستان کو احساس محرومی کا شکار رکھنا، پرمٹوں اور الاٹمنٹوں کا سلسلہ جاری تھا، ایوب خان نے محترمہ فاطمہ جناح کے خلاف انتخاب لڑ کر ساری زندگی کے لیے نفرتیں خرید لیں۔ وہ اپنے بیٹے کیپٹن گوہر ایوب کو بھی سیاست میں لے آئے۔ 1990ء میں ارب پتی گوہر ایوب نے صرف 306 روپے ٹیکس ادا کیا۔ ایوب خان نے مختلف شہروں میں اپنے من پسند افراد میں جو پلاٹ الاٹ کیلئے ان کی موجودہ قیمت 20 ارب سے 50 ارب روپے بنتی ہے۔ گوہر ایوب اپنی رنگین طبیعت کے باعث کئی کہانیاں تخلیق کر چکے ہیں۔ بطور سپیکر قومی اسمبلی ان کے زیر استعمال 5 گاڑیاں تھیں۔ ایوب خان کے دور میں اندازاً پچاس ہزار ایکڑ اراضی الاٹ کی گئی، اس میں پنجاب کے وسطی علاقے میں اسی ہزار نو سو ایکڑ ڈیرہ اسماعیل خان میں دو ہزار دو سو پینتالیس ایکڑ اور غلام محمد بیراج میں سو اچھ ہزار ایکڑ گدو بیراج کے علاقہ میں اٹھائیس ہزار ایکڑ سے زائد اراضی مدح سرائی کرنے والے درباریوں میں تقسیم کی گئی۔ ایوب خان اپنے بیٹوں کو فوج سے نکال کر کاروبار میں لے آئے۔ اس وقت کے وزیر خزانہ ایم شعیب نے ان کے بیٹے گوہر ایوب کو امریکہ کی مشہور

پیر الہی بخش

(وزیر اعلیٰ سندھ)

ایوب کھوڑو کی بدعنوانی کے الزامات پر برطرفی کے بعد پیر الہی بخش سندھ کے وزیر اعلیٰ بنے۔ ان کے خلاف پانچ ایڈیٹروں نے ہندو نوازی، رشوت ستانی، اقربا پروری، سمگلروں کی پشت پناہی اور دیگر بدعنوانیوں کے الزامات عائد کیے۔ پی آئی بی کالونی کی اراضی کی رقوم کے ضمن میں الزامات اس کے علاوہ تھے۔ اس سلسلے میں گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین کی صدارت میں اعلیٰ سطح کا ایک اجلاس ہوا، جس میں یہ طے پایا کہ صوبائی گورنر پیر الہی بخش پر عائد الزامات کی تحقیقات کریں گے۔ ان پر ایک الزام یہ بھی تھا کہ ان کا ایک ہندو دست راست عین اس وقت گرفتار کر لیا گیا جب وہ مبینہ طور پر سرکاری دستاویزات لے کر بھارت فرار ہو رہا تھا۔ بہر حال پیر الہی بخش کی حکومت 9 ماہ چلی اور پھر انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔

اس سے قبل مشرقی بنگال کے وزیر اعظم (وزیر اعلیٰ) خواجہ ناظم الدین کے خلاف بھی بدانتظامی، نااہلی، بدعنوانی اور اقرباء پروری کے الزامات عائد کیے گئے۔



ذوالفقار علی بھٹو کی سخاوتیں

بھٹو سے پلاٹ لینے والوں میں فاروق لغاری 1133 مربع گز، غلام مصطفیٰ جتوئی ایم این اے 1406 مربع گز، سردار شوکت حیات اور مولانا عبدالحق کو دو دو پلاٹ الاٹ کئے دیگر پلاٹ لینے والوں میں ملک محمد صادق ایم این اے 800، ملک محمد اختر ایم این اے 800، محمد سردار خان ایم این اے 800، چودھری غلام حیدر چیمہ ایم این اے 800، غلام نبی چودھری ایم این اے 800، نیامت اللہ خان شنواری ایم این اے 800، چودھری ثناء احمد پنوں ایم این اے 800، چودھری ممتاز احمد ایم این اے 800، سردار شوکت حیات ایم این اے 1400، مہر غلام حیدر بھروانہ ایم این اے 933، صاحب زادہ نذیر سلطان آف سلطان باہو ایم این اے 1066، خان کمال محمد گوریہ ایم این اے 1066، محمد خان چودھری ایم این اے 978، چودھری محمد اسلم سینٹر 1066، محمد ہاشم خاڑی 1066، مس عذرا مسعود دختر میاں مسعود احمد ایم این اے 1066، مہر مہران خان بشارانی سینٹر 977، فضل الہی پراچہ سینٹر 1066، عبدالنبی کانبو ایم این اے، اکبر خان ایم این اے 933، احمد خان معرفت شہادت خان بھٹی ایم این اے 933، تاج محمد جمالی سینٹر (سابق وزیر اعلیٰ بلوچستان ہیں) 1066، حاجی صالح خان ایم این اے 1011، شہادت علی خان ایم این اے 1011، حاجی سید حسین شاہ سینٹر 933، غلام رسول تارڑ ایم این اے 800، اتالیق جعفر علی شاہ ایم این اے

فرم جنرل موٹرز کی ایجنسی لے دی جو جلد ہی گندھارا انڈسٹریز میں تبدیل ہو گئی اور اس کے مالکان گوہر ایوب اور ان کے سر جنرل حبیب اللہ کا شمار ملک کے امیر ترین خاندانوں میں ہونے لگا۔ جولائی 1968ء کے اختتام تک گوہر ایوب خان ان اداروں کے چیئرمین یا ڈائریکٹر تھے۔ اروسہ انوسٹمنٹ لمیٹڈ، ہاشمی کین کمپنی لمیٹڈ، گندھارا انڈسٹریز لمیٹڈ، گوہر حبیب لمیٹڈ اور جانا نہ ڈی مالوچہ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ شامل ہیں۔ ان کی اس وقت مجموعی دولت 40 لاکھ ڈالر کے لگ بھگ تھی۔ اسی دور میں نواب آف کالا باغ امیر محمد خان گورنر مغربی پاکستان نے بھی سیالکوٹ میں کوکا کولا فیکٹری لگائی۔ گورنر نے اس کا لائسنس اپنے ایک ملازم یسین کے نام پر حاصل کیا۔ فیکٹری کیلئے سنٹرل کوآپریٹو بینک نے قرضہ دیا مگر بدلے میں نہ کوئی سیوریٹی دی نہ کوئی تحریری معاہدہ ہوا۔ اس بینک کے سیکرٹری چودھری ظہور الہی تھے۔ اس دور میں مشرقی پاکستان کے ایک گورنر ذاکر حسین کی بیوی کو محکمہ بحالیات نے کراچی میں ایک بنگلہ الاٹ کیا۔ ایم شعیب اس دور میں وزیر خزانہ تھے جو پاکستان کا وزیر بن کر بھی ورلڈ بینک کی ملازمت کرتے رہے اور اپنی تنخواہ زرمبادلہ کی صورت میں وصول کرتے۔ اس کام کی انہوں نے ایوب خان سے خصوصی اجازت حاصل کر رکھی تھی۔

مارشل لاء کا ایک ضابطہ انہی دنوں سامنے آیا کہ لوگوں کو بیرون ملک جمع شدہ زرمبادلہ واپس لانے کی ترغیب دی جائے لیکن کچھ صنعت کاروں اور تاجروں نے اپنی خفیہ دولت ظاہر کرنے کی حکومتی پالیسی کی مخالفت کی۔ ان لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا لیکن بعد میں چھوڑ دیا گیا۔ ان میں چیئرمین آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے ایم اے رنگون والا، اے کے سومار جے ایس پولو اور احمد اے کریم شامل تھے۔

مریغ گز	نام
1066 گز	مولانا مفتی محمود
1066 گز	مولوی نعت اللہ (ایم این اے)
1066 گز	مولوی صدر الشہری (ایم این اے)
106 گز	مولانا عبد الباقی (ایم این اے)
800 گز (دو پلاٹ)	مولانا عبد الحق (ایم این اے)
3157 گز	مولانا کوثر نیازی (ایم این اے)
555 گز	مولانا غوث ہزاروی (ایم این اے)
800 گز	مولانا عبد الحکیم (ایم این اے)

بھٹو سے پلاٹ لینے والے ایم این اے سینیٹر/ایم پی اے

لاہور کی انتہائی ماڈرن کالونیوں گارڈن ٹاؤن گلبرگ مسلم ٹاؤن اور شادمان میں دو کنال سے آٹھ کنال تک کے پلاٹ ان لوگوں میں کوڑیوں بھاؤ بانٹے گئے۔ سینیٹر احسان الحق دو کنال، محمد خان دو کنال، میاں شہادت علی خان دو کنال، سابق صوبائی وزیر محمد صادق مہلی دو کنال، چودھری غلام قادر دو کنال، سابق وزیر اعلیٰ کے مشیر راجہ منور احمد (کنال) چودھری مشتاق احمد (دس مرلے)، صوفی نذیر محمد (دس مرلے)، مہر یز علی مہر (دس مرلے)، سابق صوبائی وزیر اوقاف و جیل خانہ جات ملک حاکمین خان (دو کنال)، ملک خالق داد (دو کنال) چودھری بشیر احمد (دو کنال)، حاجی محمد بخش مخدوم (دس مرلے)، چودھری حمید اللہ (دو کنال) شامل ہیں۔ جبکہ پیپلز پارٹی کی راضی حاصل کرنے والوں کے نام اس طرح ہیں۔ عارف اقبال بھٹی نائب صدر پی پی (ایک کنال)، مولوی ہدایت اللہ (ایک کنال) شہزاد جہانگیر بار ایٹ لاء (ایک کنال)، قیوم نظامی سیکرٹری اطلاعات پی پی پی پنجاب (دس مرلے)، راجہ محفوظ علی حیدر پی پی پی رحیم

800، خواجہ سلیمان ایم این اے 800، محمد حنیف خان ایم این اے 933، مس طلعت احسان دختر احسان الحق پراچہ سینیٹر 1244، سید قمر الزمان شاہ سینیٹر 1322، صاحب زادہ فاروق علی خان سپیکر 800، ملک محمد سلیمان ایم این اے 800، محمد زمان اچکزئی سینیٹر 933، شیر باز خان مزاری ایم این اے 1066، شفقت خان ایم این اے 1066، پیر عبد القادر شاہ جیلانی ایم این اے 1066، عبد العزیز بھٹی ایم این اے، مہر شفیع عثمان فاتح سینیٹر 1000، احمد وحید اختر سینیٹر 800، چودھری جہانگیر علی ایم این اے 1166، خان حبیب اللہ خان چیئر مین سینٹ 800، محمد داؤد خان ایم این اے 2000، مسز نوبیہ خانم دختر سلطان ایم این اے، نصر اللہ خان خٹک ایم این اے 2500، قمر زمان سینیٹر 500، ظہور الحق سینیٹر ڈاکٹر غلام حسین ایم این اے 1777، مخدوم محمد امین ایم این اے 800، احمد رضا قصوری ایم این اے 800، سید خیال شاہ سینیٹر، چودھری بشیر احمد ایم این اے، حفیظ اللہ چیمہ ایم این اے 1244، منظور حسین دوہرا ایم این اے 1244، میاں حامد یاسین ایم این اے 1244، سید صرار ہی گردیزی ولد عباس حسین گردیزی ایم این اے 800، پاشان میر ولد خورشید حسن میر ایم این اے 933، میر دریا خان کھوسو ایم این اے 1244، ملک نصر اللہ خان آفریدی سینیٹر 800، ممتاز فاروق خٹک ایم این اے 1322، ملک جہانگیر خان ایم این اے 1244، راؤ عبدالستار ایم این اے 1244، نواز زادہ محمد ذاکر قریشی ایم این اے 1175، کرم بخش اعوان ایم این اے 1311، محمد یوسف خٹک ایم این اے 1472، عبد العزیز پیر زادہ ایم این اے 1444، راجہ تری دیورائے ایم این اے 1066، اسعد علی نون ایم این اے 1244، میاں احسان الحق ایم این اے 1244، میاں احسان الحق ایم این اے 1066، میاں غلام عباس خان ایم این اے 1040، عبد سبحان ایم این اے 1040، سردار عبد العظیم ایم این اے 1000، مریغ گز بیگم شیریں وہاب ایم این اے 1200، مریغ گز سکندر یوسف عبد الرحمن ایم این اے 1066، گز کے پلاٹ لینے والوں میں شامل تھے۔

یارخان (دس مرلے) بہادر حسین ڈار (دس مرلے) ایس اے رؤف (دس مرلے) حکیم عمر دین صدر پی پی پی داتا نگر لاہور (دس مرلے) ذکیہ بیگم نے دس مرلے کا پلاٹ لیا۔ سابق صوبائی وزیر محمد افضل وٹو (دو کنال) رائے احمد حیات کول (دو کنال) مرزا طاہر بیگ (ایک کنال)

خاص افسروں کو پلاٹوں کی الاٹمنٹ

بھارت میں پاکستان کے سفیر سید فدا حسین دس مرلے سابق اسٹنٹ ایڈووکیٹ عبد الستار نجم (ایک کنال) مقبول حسین قریشی صاحب زادہ صادق حسین قریشی وزیر اعلیٰ پنجاب (دو کنال) عاشق حسین قریشی معرفت صادق حسین قریشی وزیر اعلیٰ پنجاب (دو کنال) جسٹس محمد افضل چیمہ سیکرٹری وفاقی وزارت قانون (دو کنال) آصف ہاشمی افسر کیلے از بکار خاص وزیر اعلیٰ پنجاب (سوا کنال) شیخ محمد اسد اللہ سیکرٹری پنجاب اسمبلی (ایک کنال) ایک ریٹائرڈ چیف جسٹس ہائی کورٹ کے ایک ریٹائرڈ جج اور جج صاحبان کو (دو کنال) شوکت علی رانا اسٹنٹ کمشنر فیروز والا (ایک کنال) سید عابد علی سابق ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشنز پنجاب اور مال ڈائریکٹر پی آر او واپڈا (دو کنال) میجر جنرل سعد طارق سابق چیئر مین واپڈا (دو کنال) میاں وحید الدین ڈپٹی سیکرٹری بورڈ آف ریونیو (دو کنال) فاروق ایوب ایڈیشنل سیکرٹری سروسز جنرل ایڈمنسٹریشن (دو کنال) نبی بخش بھٹی پرائیوٹ سیکرٹری وزیر اعلیٰ (ڈیڑھ کنال) شیخ صلاح الدین ڈپٹی ڈائریکٹر ایل ڈی اے (ایک کنال) سلمان خالق سابق آئی جی پنجاب پولیس (دو کنال) انور آفریدی سابق آئی جی پنجاب (چھ کنال) اشفاق احمد خان ٹاؤن پلانر (ڈیڑھ کنال) ثناء اللہ ڈپٹی ٹاؤن پلانر (ایک کنال) کے محمود وفاقی ایڈیشنل سیکرٹری (ایک کنال) اے اے نسیم کمشنری (دو کنال) مبارز خان اے آئی جی ویلفیئر پنجاب پولیس (ایک کنال) ایس ایم اشرف جوائنٹ ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر (ایک کنال) محمد اسلم

بٹ پی اے ٹو آئی جی (دس مرلے) حاجی محمد اکرم صوبائی سیکرٹری (ڈیڑھ کنال) نذیر احمد سپرنٹنڈنٹ گورنر ہاؤس (دس مرلے) شوکت علی کپرو لر گورنر ہاؤس (دس مرلے) ایم اے مفتی پی اے ٹو سیکرٹری ٹو گورنر پنجاب (دس مرلے) یوسف سپروائزر فٹریز گورنر ہاؤس (دس مرلے) امی احمد چیئر مین پنجاب پبلک سروس کمیشن (دو کنال) کے زیڈ درانی کمشنر سوشل سیکورٹی (ایک کنال) اے یوسلیم ایڈمنسٹریٹر لاہور میونسپل کارپوریشن (ایک کنال) ریٹائرڈ بریگیڈیر مظفر خان ملک چیف سیکرٹری پنجاب۔ (دس مرلے) چودھری محمد اکرم سابق سیکرٹری خوراک (دس مرلے) جاوید احمد قریشی چیئر مین سیڈ کارپوریشن (ایک کنال) خالد جاوید کمشنر لاہور ڈویژن (ایک کنال) اقبال مسعود صوبائی سیکرٹری (ایک کنال) اسد علی شاہ ہوم سیکرٹری پنجاب (ایک کنال) نسیم احمد سابق سیکرٹری اطلاعات (ایک کنال) صاحبزادہ رؤف علی سابق انسپٹر جنرل پولیس (دو کنال) اور دو کنال کا دوسرا پلاٹ اہلیہ کے نام) ڈاکٹر اسد ملک سیکرٹری ہاؤسنگ (دو کنال) علی حسن انڈونیشیا میں پاکستانی سفیر (دو کنال) اے کے چودھری صوبائی سیکرٹری (دو کنال) آئی اے امتیازی سابق ایڈیشنل سیکرٹری (دو کنال) خالد احمد کھرل ڈپٹی کمشنر لاڑکانہ سابق وزیر بے نظیر بھٹو دور (دو کنال) ہمایوں فیض رسول (دو کنال) شوکت حسین پرسنل اسٹنٹ وزیر اعلیٰ (دس مرلے) ملک منظور علی کپرو لر چیف منسٹر ہاؤس (دس مرلے) مراتب علی شیخ پی آر او وزیر اعلیٰ (دس مرلے) حفیظ اللہ اسحاق ڈپٹی کمشنر لاہور (دو کنال) کشور ناہید پاکستان نیشنل سنٹر (ایک کنال) ایل ڈی اے کے سید امتیاز عبد الحمید ڈار عبد القدیر کوثر اور عباس علی شاہ (ایک کنال) مسماۃ نور جہاں (دو کنال) گجرات منیر علی ہرل فیصل آباد صوفی نذر محمد نارووال چودھری مشتاق احمد لاہور اور سید نذیر حسین حافظ کو ایک ایک کنال کے پلاٹ دیئے گئے۔ اس کے علاوہ شیخ رشید وفاقی وزیر اور ڈپٹی سپیکر مسٹر شمیم احمد بھی پلاٹ حاصل کرنے والے خوش نصیبوں میں شامل ہیں۔

بھٹودور میں سیکرٹ فنڈ سے موجیں

بھٹودور میں بیشتر حصہ پارٹی مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا اور کئی پارٹی لیڈروں نے اپنی ضروریات اسی سے پوری کیں۔

خورشید حسن میر کو جو رقم دی	194632 روپے
غلام مصطفیٰ جتوئی	80000 روپے
ڈاکٹر مبشر حسن	230000 روپے
ڈاکٹر غلام حسین	100000 روپے
ناصر رضوی	210000 روپے
پی پی پی کے صوبہ سرحد کے صدر حیات شیر پاؤ	40000 روپے
پی پی پی پنجاب کے صدر میاں محمد افضل وٹو	40000 روپے
محمد خالد ملک	10000 روپے
پی پی پی کوئٹہ کے صدر غوث بخش رسانی	190000 روپے
صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ مسٹر نصر اللہ خاں خٹک	150000 روپے
انٹیلی جنس بیورو کے فنڈز سے دی جانے والی رقم کچھ اس طرح ہے۔	
خورشید حسن میر	15367 روپے
ڈاکٹر مبشر حسن	30000 روپے
ڈاکٹر غلام حسین	40000 روپے
ناصر علی رضوی	10000 روپے
حیات محمد شیر پاؤ	50000 روپے
آفتاب احمد شیر پاؤ	20000 روپے
میاں محمد افضل وٹو	20000 روپے
محمد خالد ملک	50000 روپے
سردار غوث بخش رسانی	45000 روپے

نصر اللہ خاں خٹک

30000 روپے

پیپلز فاؤنڈیشن ٹرسٹ کو قیمتی پلاٹ کی الاٹمنٹ

لارنس روڈ پر واقع پلاٹ صرف 5 لاکھ 64 ہزار روپے کی معمولی قیمت پر دیا گیا۔ جبکہ مارکیٹ میں اس کی اس وقت قیمت 60 لاکھ 60 روپے سے زائد تھی۔ ٹرسٹ نے کراچی میں بھی 3549 گز کا پلاٹ 235 روپے فی مربع گز کے حساب سے حاصل کیا جبکہ اس وقت اس کی قیمت 1500 روپے فی مربع گز تھی۔

ابوظہبی کے حکمران نے دو کروڑ 48 لاکھ 75 ہزار 729 روپے 30 پیسے دیئے۔ یہ رقم پاکستان کے عوام کو دی گئی لیکن ٹرسٹ نے اسے بھٹو اور پیپلز پارٹی کا پروپیگنڈہ کرنے کے لیے غلط طور پر استعمال کیا۔

وزیر بلدیات سندھ کی کرپشن

سندھ کے وزیر بلدیات جام صادق کی بدعنوانیاں بھٹودور میں اتنی مشہور ہوئیں کہ ایک مرتبہ بھٹو نے کراچی ائر پورٹ پر کہا کہ جام صادق تم کہیں مزار قائد اعظم کسی کو الاٹ نہ کر دینا ورنہ قوم میرے پیچھے پڑ جائے گی۔ جام صادق نے ہزاروں پلاٹ اپنے دور میں الاٹ کئے، گندے نالے تک نہ چھوڑے۔ کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو دیوالیہ کر کے رکھ دیا۔ اس دور میں کے ڈی اے سکیئنڈل مشہور ہوا تھا۔

مئے رحیم مختار اور کوئل ملک اسلام آباد کو آٹھ سو مربع گز کے پلاٹ صرف 250 روپے فی مربع گز کے حساب سے دیئے گئے عابدہ پروین اسلام آباد اور نعیم الرحمان اسلام آباد کو چھ سو مربع گز کے پلاٹ 800 روپے فی مربع گز کے حساب سے دیئے گئے راولپنڈی کے گل رحیم کو 111 مربع گز کا پلاٹ 300 روپے فی مربع گز کے حساب سے دیا گیا۔ اسلام آباد کے غلام مجتبیٰ کو 500 مربع گز کا پلاٹ 372 روپے مربع گز کے حساب سے دیا گیا۔ صادق آباد کے فضل الہی کو چھ سو مربع گز کا پلاٹ 800 روپے فی مربع گز کے حساب سے دیا گیا۔ راولپنڈی کے بشیر احمد کو 365 مربع گز کا پلاٹ 800 روپے فی مربع گز کے حساب سے دیا گیا۔ سید ضیا عباس کراچی کو 800 مربع گز کا پلاٹ 250 روپے فی مربع گز کے حساب سے دیا گیا۔ شکیل احمد ایک ہزار مربع گز کا پلاٹ 250 روپے فی مربع گز دیا گیا۔ رشیدہ ثار پانچ سو مربع گز 500 روپے فی مربع گز، مطلوب حسین 365 مربع گز 300 روپے فی مربع گز، مطلوب حسین 365 مربع گز 300 روپے فی مربع گز، واجد علی غوری 500 مربع گز، محمد احمد مفتی 500 مربع گز 500 روپے فی مربع گز، کرنل اشفاق پرویز ڈپٹی ملٹری سیکرٹری (سابق وزیر اعظم) 500 مربع گز 500 روپے فی مربع گز، اعجاز خان عباسی ایک ہزار مربع گز 250 روپے فی مربع گز، قاضی احسان الدین ایک ہزار مربع گز 250 روپے فی مربع گز، منظور حسین 111 مربع گز 300 روپے فی مربع گز، عبیدہ الیاس 356 مربع گز 185 روپے فی مربع گز، ایس ایم فاروق 500 مربع گز 500 روپے فی مربع گز، مولانا متین ہاشمی لاہور 500 مربع گز 500 روپے فی مربع گز، محمد سعید 111 مربع گز 300 روپے فی مربع گز، حاجی دین محمد 111 مربع گز 300 روپے فی مربع گز، محمد بخش 111 مربع گز 300 روپے فی مربع گز، سکندر علی 111 مربع گز 300 روپے فی مربع گز، انور علی 111 مربع گز 300 روپے فی مربع گز، محمد بخش، محمد بجل، نذیر گوہل، عمر جتوئی، علی اصغر جتوئی، بختوبی بی اور علی محمد کو 111 مربع گز کے پلاٹ 300 روپے فی مربع گز کے حساب سے دیئے گئے۔ عبدالقیوم شیخ کو 335 مربع گز کا پلاٹ 300 روپے فی مربع گز، محمد اسماعیل، قربان علی، احمد خان، غلام قادر، رحمت اللہ، محمد ابراہیم، محمد سلمان اور علی مراد کو 111 مربع گز کے قیمتی پلاٹ 300 روپے فی مربع گز کے حساب سے دیئے گئے۔ محمد یونس کو 500



غلام مصطفیٰ جتوئی کی کرپشن

(سابق نگران وزیر اعظم)

قومی احتساب بیورو کی سابق نگران وزیر اعظم غلام مصطفیٰ جتوئی کے خلاف قومی خزانے کو اربوں روپے کا نقصان پہنچانے پر تحقیقات میں شدید بدعنوانیوں کے انکشافات ہوئے تحقیقات کے ابتدائی مرحلہ میں یہ بات سامنے آئی کہ غلام مصطفیٰ جتوئی نے 16 اگست 90ء سے 6 نومبر 90ء کے تھوڑے سے عرصے میں اربوں روپے کے 57 پلانٹ پسندیدہ افراد کو بانٹ دیئے تحقیقات کے مطابق سابق نگران وزیر اعظم نے تمام پلاٹ نومبر کے مہینے میں الاٹ کئے جو ان کے عبوری اقتدار کا آخری مہینہ تھا تمام پلاٹ اسلام آباد کی رہائشی سرکاری کالونیوں میں الاٹ کئے گئے تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق مسٹر جتوئی نے راولپنڈی کے طارق عمر کو صرف 500 روپے فی مربع گز کے حساب سے رعایتی قیمت پر پلاٹ دیا اسلم (راولپنڈی) اور حیدر علی لغاری (اسلام آباد) کو بھی انہی نرخوں پر پلاٹ دیئے لاہور کی بلیکس بیگم کو 600 مربع گز کا پلاٹ 800 روپے مربع گز کے حساب سے الاٹ کیا راولپنڈی کے عزیز داؤد کو ایک ہزار مربع گز کا پلاٹ 800 روپے فی مربع گز، عائشہ قیصر اسلام آباد کو 500 مربع گز کا پلاٹ 500 روپے فی مربع گز، صبیحہ عین الدین اسلام آباد، نسیم احمد عثمانی کراچی اور قیوم قمر کو بالترتیب 500، 311 اور 500 مربع گز کے پلاٹ 500 روپے فی مربع گز کے حساب سے دیئے



جنرل ضیاء الحق

جنرل ضیاء الحق نے جولائی 1977ء میں اقتدار سنبھالا تو فوری طور پر سابق وزراء، مشیروں، ارکان اسمبلی اور افسروں کے خلاف تحقیقات کا حکم دے دیا۔ پاکستان پیپلز شپنگ کارپوریشن، پورٹ قاسم، کراچی پورٹ ٹرسٹ اور دیگر منصوبوں میں کروڑوں کے غبن اور خورد برد کا سراغ لگانے کا اعلان کیا گیا۔ انتخابی دھاندلیوں میں ملوث 475 اعلیٰ سول افسروں اور زرعی اصلاحات کی خلاف ورزیوں کے جرم میں ذوالفقار علی بھٹو، ممتاز بھٹو اور غلام مصطفیٰ جتوئی پر مقدمات چلانے کے فیصلے بھی منظر عام پر آئے۔ 89 سیاست دانوں کے مقدمات نا اہل قرار دینے والی عدالتوں کے سپرد کر دیئے گئے۔ ان میں بیگم نصرت بھٹو، حفیظ پیرزادہ، ممتاز بھٹو، شیخ رشید، قائم علی شاہ، معراج خالد، صادق قریشی، جام صادق، عبداللہ بلوچ، وحید کپڑ، نصر اللہ خٹک، ملک حاکمین، بیگم اشرف عباسی، افتخار تارڑ، رانا اقبال، ارشاد ملک، شمیم احمد خان، غلام نبی، خورشید حسن میر، مختار اعوان، خالد ملک، طاہر محمد خان، حفیظ چیمہ شامل تھے لیکن آج تک کسی کے خلاف کارروائی نہ ہو سکی۔

جنرل ضیاء الحق نے بھٹو دور کی کرپشن اور خورد برد میں ساتھ دینے والے کئی افراد کے خلاف سخت ایکشن لینے کا اعلان کیا لیکن ان کی اپنی کابینہ میں وزیر تجارت زاہد سرفراز

مربع گز کا پلاٹ دیا گیا جب کہ دینی بخش جتوئی اور کیپٹن محمد صفدر اے ڈی سی جی برائے (سابق وزیر اعظم) کو 500 مربع گز کے پلاٹ 300 روپے فی مربع گز کے حساب سے دیئے گئے۔ جتوئی اور جام صادق نے وزارت کے دوران نسرین منہاس نامی خاتون اور اس کے لواحقین کو مختلف رہائشی سکیموں میں 9 رہائشی پلاٹ عطا کئے۔ قاعدہ کے مطابق ایک فرد کو صرف ایک پلاٹ مل سکتا ہے۔ اسی خاتون کو کلفٹن سکیم نمبر 5 کے بلاک نمبر 2 میں ایک ہزار گز کا پلاٹ نمبر ڈی 104، گلشن اقبال سکیم 24 کے بلاک نمبر 4 میں چھ سو گز کا پلاٹ نمبر سی 96 اور شمالی کراچی کے سیکٹر 11 بی میں چار سو گز کا پلاٹ نمبر بی 193 الاٹ کیا۔ اسی طرح انہوں نے ایک خاتون کو تین رہائشی پلاٹ اس کی ذاتی خدمات کے صلے میں دیئے ان کے چھوٹے صاحبزادے کو ایک چھ سو گز اور دوسرا چار سو گز کا پلاٹ الاٹ کیا گیا۔ نسرین کے خاندان کی ایک خاتون زرینہ منہاس کو تین پلاٹ دیئے گئے۔

صفدر 1233، مسز سعید زمان نقوی 800، مسٹر ریاض خان 800، انور حسین 933،
ایئر مارشل وقار عظیم 1323، شوکت جاوید 555، صغیر اسد حسین 1200، محمد افضل
کہوٹ 1122، لیفٹیننٹ جنرل جہان داد خان 1800، عبدالقیوم 556، راجہ محمد اکرم
خان 556، سیٹھ اللہ دتہ 1066، سید حسن رضا 700، بریگیڈیئر محمد انور 700، ڈاکٹر
ساجد شاہ 466، مسز سرور سلطانہ 466، مسز نیر محفوظ 466، مسز شاہد ستمی
466، لیفٹیننٹ کرنل محمد ظہیر ملک، لیفٹیننٹ عبدالجلیل 800، شفیع اے سہوانی 800،
ایڈمرل (ر) کے آر نیازی 1512، بریگیڈیئر ذوالفقار احمد خان 800، مسز سلیمہ آر
خان 800، ایئر مارشل جمال اے خان 800، مسز عزت بانو بلگرامی 800، مسز زبیدہ
فیاض 667، کرنل (ر) ایم اے حسن 667، محمد اسلم باجوہ 800، ایم زید اے تیموری
700، وائس ایڈمرل احمد ضمیر 855، بیگم بشری ملک زوجہ میجر جنرل عبدالوحید ملک
600، اے آر صدیقی 800، ایڈمرل طارق کمال خان 1556، مسز شمیم اعجاز 666،
پروفیسر شیخ امتیاز علی 600، سید احمد شہود الحق ایڈووکیٹ 600، چودھری فضل داد
1155، نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزی 933، رفیق احمد 955، شیخ حفیظ الرحمن 861،
الطاف یادور 738، طارق حمید 206، سردار خضر حیات 666، مربع گز پلاٹ حاصل
کرنے والوں میں شامل ہیں۔

کاری کنڈیشنڈ کاروں کی درآمد کا سیکنڈل پکڑا گیا، جس میں ری کنڈیشنڈ کاروں پر
پابندی کے باوجود یہ کاریں درآمد کی گئیں۔ اس وقت کے اسسٹنٹ کلکٹر امپورٹ اینڈ
ایکسپورٹ نے بتایا تھا کہ اس سیکنڈل میں ملوث ارکان کو وفاقی وزیر کی پشت پناہی
حاصل تھی۔ اس کے علاوہ مصطفیٰ گوگل (وفاقی وزیر) کا شپنگ کارپوریشن کے جہازوں
کی خرید و فروخت کا بہت بڑا سیکنڈل بھی سامنے آیا۔

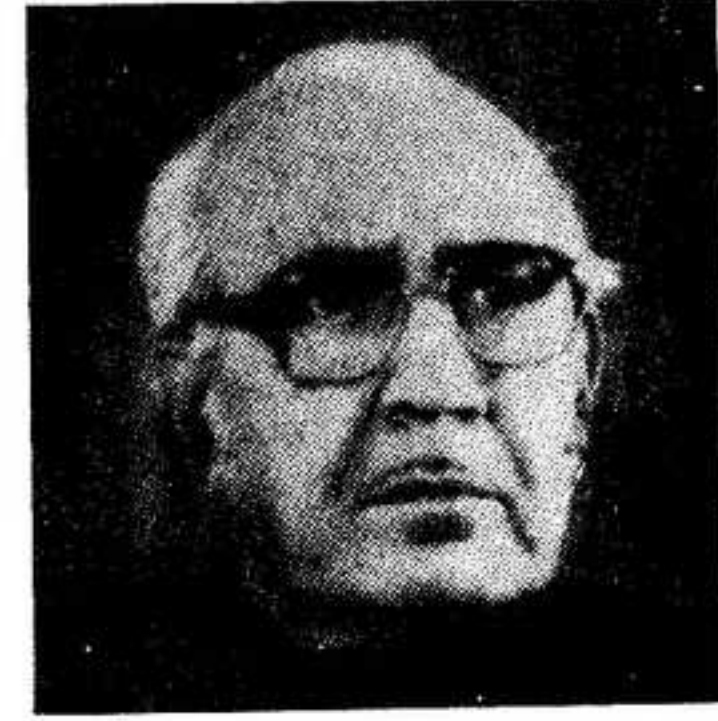
جنرل صاحب نے ایک فوجی افسر کی ہیلٹ سائیکل کو فائدہ پہنچانے کے لیے
موٹر سائیکل پر ہیلٹ پہننے کی لازمی شرط کا قانون لاگو کیا اور اسے کروڑوں کا فائدہ
پہنچایا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں ان کے برادر نسبتی نے بینکوں سے 170 کروڑ
روپے قرض حاصل کیا۔

جنرل ضیاء الحق اور پلاٹوں کی تقسیم

1981ء سے 85ء تک اسلام آباد کے سیکٹر جی 6، جی 7 اور ایف 6، ایف 8 میں
76 پلاٹ بانٹے گئے شہر کے سب سے مہنگے علاقے ای 7، جی 9، جی 10 اور ایف 10
کے پلاٹ اس کے علاوہ ہیں جنرل ضیاء الحق نے اپنے فرزند اعجاز الحق کو 1066 گز کا
پلاٹ اور اپنے بھائی محمد اظہار الحق کو 1400 گز کا پلاٹ الاٹ کیا۔

دس پلاٹ ایسی عورتوں کو دیئے گئے جن کی ولدیت یا زوجیت ظاہر نہیں کی گئی تھی،
ان میں مسز ثریا فرمان علی 200 گز مسز شوکت آراء 223 گز مسز تسنیم کوثر 233 گز،
اور مسز سعدیہ انور شامل ہیں۔ پلاٹ حاصل کرنے والے دیگر خوش قسمت افراد کے نام
یہ ہیں۔ کیپٹن وحید ارشد ولد ارشد چودھری 1378 گز ڈاکٹر محمد افضل سابق وزیر تعلیم
875، مسز انجم نسرین 855، ڈاکٹر آفتاب احمد خان 800، مسز روبینہ سلیم 1066،
ڈاکٹر بشارت جذبی 1666، مسز نسرین اختر 500، الہی بخش سومرو 1066، لیفٹیننٹ
جنرل محمد اکرم 888، اے کے بروہی، مسز آرمہ علی خان 933، گل جی 938، مسز ثریا

جاتے۔ بینظیر حکومت میں صدر کے داماد عرفان اللہ مروت پر سردار شوکت حیات کی بیٹی دنیا حیات کے گھر ڈکیتی اور اس کے ساتھ زیادتی کا الزام لگایا گیا لیکن کچھ بھی نہ ہو سکا۔ صدر مملکت کے عہدے تک پہنچنے اور کئی دہائیوں تک اہم حیثیتوں اور کرسی کا لطف اٹھانے والے غلام اسحاق خان نے اس ملک میں کوئی بنیادی تبدیلی لانے یا رشوت، کرپشن اور بیروزگاری کے خاتمہ کے لیے کچھ بھی نہ کیا حالانکہ انہیں فنانس کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔



غلام اسحاق خان

(سابق صدر پاکستان)

نائب تحصیلدار سے ترقی کر کے گورنر سٹیٹ بینک چیئرمین سینٹ اور بعد ازاں صدر مملکت کے عہدے تک پہنچنے والے غلام اسحاق خان نے کرپشن کے الزامات پر بینظیر بھٹو کی حکومت برطرف کی تو بینظیر نے جواباً ان پر درج ذیل الزامات عائد کیے۔

(i) صدر نے اپنے ایک داماد جس کو منشیات کی سمگلنگ پر امریکہ نے گرفتار کیا، رہائی دلائی۔

(ii) اپنے ایک داماد کو خوش کرنے کے لیے ایک ٹیلی فون کنٹریکٹ کو منسوخ کر دیا۔

(iii) اپنے داماد کو ڈیزل کے پلانٹ سے نوازا۔

(iv) دامادوں کو دیئے گئے قرضہ جات معاف کر دیئے۔

صدر کے جن دامادوں پر الزامات لگائے گئے ان میں سے ایک کو پیپلز پارٹی نے ہی اپنے 1993ء سے 96ء تک کے دور میں وفاقی وزیر کے اہم عہدے پر فائز کئے رکھا۔ غلام اسحاق خان جو اس وقت صدر تھے نے بھی اپنے ہی لگائے گئے الزامات کے تحت کسی بھی شخص کے خلاف کسی قسم کی کوئی کارروائی نہ کی کرپشن کے ان واقعات کی تحقیقات کرانے سے ان کے دامادوں کی کرپشن اور خورد برد کے واقعات بھی سامنے آ

۱۱ مئی اور مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔ 77ء کی تحریک کے آخری دنوں میں دوبارہ بھٹو کے مشیر اعلیٰ بنے۔ پھر نیشنل پیپلز پارٹی کے قیام کیلئے غلام مصطفیٰ جتوئی کے ساتھ مل کر کوششیں کیں۔ 88ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کے حامی کے طور پر الیکشن لڑا لیکن 1990ء میں بے نظیر کے خلاف ہو گئے اور نواز شریف کے دور میں خاموشی اختیار کی اور اپوزیشن لیڈر بے نظیر بھٹو کا ساتھ دیتے رہے۔ نواز شریف کے دوسرے دور میں بے نظیر بھٹو نے خود ساختہ جلا وطنی اختیار کی تو کھر نے خود کو پارٹی لیڈر کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا لیکن راؤ سکندر اقبال اور دیگر افراد کی مخالفت کے باعث ان کا کمزور گروپ کامیاب نہ ہو سکا۔ آج بھی وقتاً فوقتاً نارنگ منڈی سے ایسی خبریں آتی رہتی ہیں کہ مصطفیٰ کھر کے مویشی دوسرے زمینداروں کے کھیتوں میں گھس جاتے ہیں اور اگر ان مویشیوں کو وہاں سے نکالا جائے تو کھر صاحب کے غنڈے ان زمینداروں پر تشدد کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔

2 ستمبر 1990ء کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مصطفیٰ کھر نے کہا کہ میں بینظیر کا راستہ روکنے والی قوتوں کا ساتھ دوں گا۔ بینظیر نے اقتدار بچانے کیلئے ملکی مفادات کا سودا کیا۔ خزانہ لٹنے کا ذمہ دار آصف زرداری ہے۔ جب قیادت غیر محبت وطن ہو تو کارکن کا فرض بنتا ہے کہ اس قیادت کو ہٹا کر پارٹی کو بچائے۔ 20 ماہ کے دور میں وزیراعظم ہاؤس کرپشن کا منبع تھا۔ انہوں نے ”انکشاف“ کیا کہ بے نظیر کے کم از کم دو اقدامات جو میرے علم میں ہیں ایسے ہیں جو پاکستان کے خلاف سازش تھی۔ انہوں نے اپنا اقتدار بچانے کے لیے ملک کے مفاد کو بیچا۔ اس لیے ان سے الگ ہو کر میں مطمئن ہوں کیونکہ میرے نزدیک کرپٹ وزیراعظم کا ساتھ دینا غلط ہے۔

اب مصطفیٰ کھر کے بارے میں بے نظیر کے خیالات سے بھی استفادہ کر لیں وہ کہتی ہیں کہ یہ نان سینس ہے اور یہ کہ پارٹیاں اور وفاداریاں بدلنا اس کا معمول ہے لیکن ان باتوں کے باوجود بے نظیر نے انہیں پھر وزیر بنالیا۔

غلام مصطفیٰ کھر کے سکے بھائی نور ربانی کھر نے جون 1975ء میں ان کے



غلام مصطفیٰ کھر

(سابق وزیر اعلیٰ، گورنر پنجاب اور وفاقی وزیر)

کھر اپنے طلسماتی کارناموں کی ایک پوری تاریخ رکھتے ہیں، مالی سے زیادہ ان کی اخلاقی کرپشن کی داستانیں زیادہ مشہور ہیں۔ بے نظیر بھٹو وزیراعظم بنیں تو پاکستان کا سب سے زیادہ ”پیداواری“ محکمہ واپڈا ان کے حوالے کر دیا۔ اپنے دور میں مصطفیٰ کھر اس قدر طاقتور ہو گئے تھے کہ بعض لوگوں کے خیال میں وہ پورا محکمہ فروخت کر سکتے تھے۔ انہوں نے مظفر گڑھ میں اپنی بچی کھچی بے کار اراضی فروخت کی اور لاہور کے نواح میں واقع نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ میں حکومتی وسائل استعمال کرتے ہوئے نئی جاگیر بنانا شروع کر دی۔ کچھ خریدی اور کچھ حکومتی دباؤ ڈال کر حاصل کر لی۔ اس اراضی کو قابل کاشت بنانے کے لیے واپڈا کے سارے وسائل یہاں جھونک دیئے گئے۔ دو برسوں میں ہی سرکاری رقم سے یہ بنجر زمین پنجاب کی سب سے زیادہ زرخیز زرعی اراضی کا روپ دھار گئی۔ انہوں نے واپڈا کو دونوں ہاتھوں دونوں پیروں بلکہ اپنے منہ سے بھی لوٹا اور یہ محکمہ کنگال ہوتا گیا۔ واپڈا کے دو طیارے مصطفیٰ کھر کی دسترس میں رہے لیکن ریکارڈ میں ان کے استعمال کا اندراج چیئر مین واپڈا اور دوسرے اعلیٰ عہدیداروں کے ناموں کے ساتھ ہوتا رہا۔ غلام مصطفیٰ کھر پہلے پی پی پی میں شامل ہوئے پھر چیئر مین بھٹو کے خلاف



مولانا فضل الرحمن

مولانا مفتی محمود کے صاحبزادے اور جمعیت علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا فضل الرحمن کی لوٹ مار سے قبل ان کا ایک بیان ملاحظہ کریں۔ مولانا فرماتے ہیں ”اپوزیشن اور حکومت نے ملک کو کنگال کر دیا ہے۔ ارکان اسمبلی ایوان میں لڑتے ہیں مگر رات کو اکیٹھے شراب پیتے ہیں“

اسلام کے نام پر جن جماعتوں نے ذاتی اغراض اور مفادات حاصل کیے۔ جمعیت علماء اسلام بھی ان میں شامل ہے۔ اسلامی نظام کے نفاذ کی حامی یہ جماعت ہمیشہ لادین قوتوں کی اتحادی رہی لیکن اسلامی نظام کے قیام کے لیے اسلامی جماعتوں سے مل کر کبھی کوشش نہ کی۔ اس جماعت نے 1970ء میں تنہا الیکشن لڑا بعد میں ولی خان کی سیکولر جماعت سے اتحاد کیا البتہ 1974ء کی تحریک ختم نبوت اور بعد میں تحریک نظام مصطفیٰ میں اس جماعت نے بھرپور حصہ لیا۔ اس جماعت کے سربراہ مولانا فضل الرحمن کا ایک بیان آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں، دوسرا دیکھئے ”موجودہ کرپٹ نظام مجبوراً برداشت کرنا پڑ رہا ہے“۔ دونوں بیانات بے نظیر بھٹو کے دور حکومت میں جاری ہوئے اور اس

خلاف استغاثہ دائر کیا جس میں انہوں نے حلفاً یہ بیان دیا کہ ”ملک غلام مصطفیٰ کھر کو 26 دسمبر 1977ء کے دن گورنر پنجاب مقرر کیا گیا تو وہ مجھے اپنے ساتھ لے آئے اور گورنر ہاؤس میں حفاظتی دستے کا نگران مقرر کیا۔ اس عرصہ کے دوران میں نے دیکھا کہ غلام مصطفیٰ کھر زیادہ تر فلمی اداکاروں محمد علی، زیبا، شبنم اور دیگر اداکاروں کے ساتھ رہتے ہیں اور اکثر ایسی پارٹیاں منعقد کی جاتیں جہاں کال گرلز کو بھی مدعو کیا جاتا۔



جنرل (ر) حمید گل

متحدہ قومی موومنٹ کی رابطہ کمیٹی کے کنوینر ڈاکٹر عمران فاروق نے بتایا کہ آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل پر ہم نے یہ الزام نہیں لگایا کہ انہیں اردو وال میں زمین حکومت نے الاٹ کی ہے بلکہ ہماری تحقیقات کے مطابق 1966ء میں جب وہ نارووال میں ایف آئی یو کے مقامی کمانڈر تھے تو انہوں نے ایک بیوہ کی اراضی پر ناجائز قبضہ کر لیا تھا تاہم انہوں نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ انہوں نے 1400 سہال اراضی ڈھائی ہزار روپے میں خریدی تھی جس کی موجودہ مالیت دو لاکھ روپے ہے اور اس اراضی کا 23 سال تک مقدمہ چلتا رہا ہے۔ عمران فاروق نے کہا کہ جنرل حمید گل نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ اس اراضی پر مقدمہ چلتا رہا مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ مقدمہ کیوں بنا اور انہوں نے اس میں کس طرح کامیابی حاصل کی۔ انہوں نے مزید بتایا کہ جنرل حمید گل نے بدعنوانی کے الزام سے بچنے کیلئے یہ اراضی اپنی اہلیہ شہناز بیگم اور بیٹوں عبداللہ گل اور عمر گل کے نام منتقل کر دی اور اپنی اہلیہ کو کاغذات میں غیر شادی شدہ ظاہر کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ اراضی ریاستی مہاجر خاتون مہربی بی کی تھی جس کا کل رقبہ ایک کنال بارہ مرلے تھا مگر اسے 13 مربع 17 ایکڑ میں بدل دیا گیا۔ اس مقصد کیلئے عارضی نمبردار

وقت مولانا بے نظیر بھٹو کے اتحادی تھے ان کا دوسرا رخ دیکھئے کہ ایک طرف 1996-97 کے بجٹ کے خلاف یوم احتجاج بھی منایا اور دوسری جانب زبردستی بجٹ منظور کرانے کے بعد حکومتی پارٹی کی طرف سے دیئے گئے عشائیہ میں شرکت کر کے وزیر خزانہ کو مبارکباد بھی پیش کی۔ مولانا فضل الرحمن نے بے نظیر دور میں حکومتی وسائل کا ذاتی استعمال کیا اور بے نظیر کے مذہبی بنیادوں پر مخالف افراد کو ان کی حکومت کے حق میں شرعی جواز فراہم کرتے رہے۔ مولانا نے اس پورے دور میں پرمٹوں کا حصول جاری رکھا اور ڈیزل کے اتنے زیادہ پرمٹ حاصل کیے کہ خود بے نظیر بھٹو اور ان کے ساتھی انہیں اپنی نجی محفلوں میں اصل نام کے بجائے مولانا ڈیزل کے نام سے پکارنے لگے۔ امور خارجہ سے بالکل ناواقف مولانا فضل الرحمن نے امور خارجہ کی کمیٹی کا جس طرح ذاتی استعمال کیا اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مولانا ہمیشہ غیر ملکی دورہ پر رہے صرف 1994-3-23 تا 1994-4-18 کے دوران لگ بھگ ایک ماہ کے دوران ان کے غیر ملکی دوروں پر 6 لاکھ 35 ہزار 911 روپے خرچ ہوئے۔ مولانا غیر ملکی دورہ مکمل کر کے وطن لوٹتے تو فوری طور پر مزید پرمٹوں کے حصول کی کوشش میں لگ جاتے جب ان کے کسی مطلوبہ پرمٹ کی منظوری میں تاخیر ہوتی تو وہ فوراً اپنی فتوؤں والی پٹاری کھولتے اور چپکے سے عورت کی حکمرانی کے حرام ہونے کا راگ الاپنے لگتے۔

خادم حسین کو کنگ آف سمگلرز کے نام سے مشہور مقامی بد معاش اکرم خان کے ذریعے ڈرا دھکا کر کاغذات پر دستخط کرائے گئے۔ جنرل حمید گل نے اکرم خان کو سمگلنگ کے مال سمیت گرفتار کیا مگر اس شرط پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ زمین کا قبضہ دلائے گا۔ اسی قسم کی کارروائیوں کے باعث مقامی لوگوں نے ایک مرتبہ حمید گل کی جیب روک کر احتجاج کیا اور گاڑی میں موجود افراد کی ڈنڈوں سے پٹائی کی۔ حمید گل نے سرکاری ریوالور سے فائرنگ کر کے لوگوں کو منتشر کیا اور تھانہ غریب شاہ میں رپورٹ درج کرائی۔ دیہاتیوں نے مال افسر کی عدالت میں مقدمہ درج کرایا، جہاں فیصلہ ان کے حق میں ہوا جو دوسری عدالتوں سے تبدیل کرا لیا گیا۔ ان نا انصافیوں کی اطلاع سابق وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف کو بھی دی گئی۔ ڈاکٹر عمران فاروق کے بقول آنسہ شہناز بیگم کے نام پر شکر گڑھ کے مختلف دیہات میں 2447 کنال 8 مرلہ اراضی رجسٹرڈ ہے۔ اس اراضی میں فوج کی جانب سے الاٹ کردہ اراضی کا ایک مرلہ بھی نہیں۔ موضع بھویا تحصیل شکر گڑھ میں حمید گل کے بیٹوں کے نام 1415 ایکڑ اراضی رجسٹرڈ ہے۔ ان لڑکوں کو شکر گڑھ کا رہائشی ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ زمین حمید گل کے ملازمین دو سال تک کاشت کرتے رہے۔ تاہم یہاں سے ایک مغوی عورت کی برآمدگی کے بعد چھوڑ گئے۔ جنرل حمید گل نے لڑکوں کے برعکس اپنی اہلیہ کا تعلق سرگودھا ہے لکھا ہے۔ ڈاکٹر عمران فاروقی کا کہنا ہے کہ جنرل مشرف نے احتساب کا نعرہ لگایا ہے اگر وہ مخلص ہیں تو کرپٹ سابق جرنیلوں کا بھی احتساب کریں۔

نوابزادہ نصر اللہ خان اینڈ سن

قیام پاکستان کے لیے قربانیوں کا سلسلہ اپنے عروج پر تھا کہ احرار رہنما سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اعلان کیا کہ ”پاکستان بن گیا تو میری داڑھی پیشاب سے مونڈھ دینا“ اس جماعت مجلس احرار کے اس وقت کے سیکرٹری جنرل نوابزادہ نصر اللہ خان نے انہوں نے بھی اپنے قائد کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ان کی سیاست کا آغاز ہی پاکستان اور قائد اعظم کی مخالفت سے ہوا۔ نوابزادہ نصر اللہ صاحب خود کو کتنا پاکیزہ اور دیکھتے ہیں اس کا ثبوت یہ واقعہ ہے کہ نواز شریف دور میں کشمیر کمیٹی کے چیئرمین دھرمی سرور نے ایک ملاقات میں انکشاف کیا کہ نوابزادہ نصر اللہ نے اپنا پہلا غیر ملکی دورہ اس وقت کیا جب بے نظیر نے انہیں جمہوریت لانے اور جمہوریت کو بھینچنے کی کوششوں پر کشمیر کمیٹی کا چیئرمین بنایا۔ چودھری سرور کی تصدیق کے بعد میں نے اپنے ایک کالم میں یہ بات بیان کر دی۔ اگلے ہی روز نوابزادہ نصر اللہ کے سیکرٹری کا فون آیا کہ آپ نے نوابزادہ کی توہین کی ہے۔ میں نے پوچھا کہ کس طرح؟ سیکرٹری بولا آپ نے لکھا ہے کہ نوابزادہ نے کشمیر کمیٹی کا چیئرمین بننے کے بعد اپنا پہلا غیر ملکی دورہ کیا حالانکہ وہ تو نواب ہیں۔ ایسے کئی دورے کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا اچھا اگر انہیں اس اعتراض ہے تو میں کل یہ لکھ دیتا ہوں کہ نوابزادہ نصر اللہ نے اس کمیٹی کا سربراہ بننے سے قبل بہت سے دورے کیے۔ اس قسم کی بحث کے آخر میں سیکرٹری نے دھمکیاں دیتے ہوئے فون بند کر دیا۔ بعد میں چودھری سرور کی بات کی میں نے مزید تصدیق کی تو کشمیر کونسل کے سابق ڈائریکٹر ایف ڈی مسعود اور اس وقت کے ڈائریکٹر سلطان احمد نے بھی

چودھری سرور کے بیان کی تصدیق کی۔

نوابزادہ نصر اللہ نے ملک میں بحالی جمہوریت کے لیے جتنی کوشش کی اتنی ہی کوششیں جمہوریت کے خاتمے کے لیے کیں۔ حقے اور شاعری کے شوقین نوابزادہ نصر اللہ نے بھی زمیندار سے صنعتکار بننے کا فیصلہ کیا تو ایک بہت بڑی مل لگانے کے لیے کروڑوں کا قرضہ لے لیا۔ بے نظیر بھٹو کے دوسرے دور حکومت میں ان کے فرزند نوابزادہ منصور وزیر بنے اور ان لیڈروں کی طرح ملکی وسائل اور مراعات سے خوب استفادہ کیا جس طرح ان کے ہم پیشہ افراد نے اپنا وطیرہ بنا رکھا تھا۔ 1995ء کے دوران نوابزادہ منصور کا سفری خرچ دو لاکھ گیارہ ہزار پانچ سو چونتیس روپے تھا۔ جنوری 1996ء میں نوابزادہ منصور کی بیٹی اور نوابزادہ نصر اللہ کی پوتی کی شادی پر صرف ہوٹل کے اخراجات 22 لاکھ روپے تھے جبکہ شادی کے سلسلے میں 11 سرکاری ریست ہاؤس استعمال کیے گئے اور اپنے مہمانوں کی آؤ بھگت کے لیے 40 سرکاری گاڑیاں استعمال کی گئیں۔ کیا آپ اور میں یہ سب سہولتیں حاصل کر سکتے ہیں؟ بے نظیر بھٹو پہلی بار وزیر اعظم منتخب ہوئیں تو 88ء 02.03 کے اخبارات میں نوابزادہ نصر اللہ خان کا یہ بیان چھپا کہ ”بے نظیر بھٹو غیر جماعتی بنیاد پر الیکشن میں حصہ لے کر ان لوگوں کے ساتھ اقتدار میں شریک ہونے کو تیار ہیں جنہیں وہ اپنے والد مرحوم کے قاتل قرار دیتی ہیں۔ اس سے بے نظیر کی غیر آئینی اور غیر جمہوری ڈیل کی عکاسی ہوتی ہے۔“ بعد ازاں نوابزادہ نصر اللہ دوسرے دور حکومت میں بینظیر کی جانب سے کشمیر کمیٹی کی چیئر مین شپ پر راضی ہو گئے اور مرسڈیز گاڑیوں پر گھومنے لگے۔ سینکڑوں ایکڑ زرعی اراضی باغات اور فیکٹری کے مالک ہونے کے باوجود چند سال قبل تیار کی گئی ایک فہرست کے مطابق نوابزادہ نصر اللہ اور ان کے فرزند نوابزادہ منصور انکم ٹیکس ادا نہ کرنے والوں میں شامل تھے۔

اگر دیکھا جائے تو پاکستان میں حکومت چاہے کسی فوجی آمر کی ہو یا جمہوری اس کے خاتمے کے لیے جب بھی کوئی منصوبہ بندی کی گئی تو نوابزادہ نصر اللہ اس کے بنیادی کردار رہے۔ وہ جس شخصیت کی حکومت کے خاتمہ کے لیے کوششیں کرتے ہیں۔ اس

کی حکومت ختم ہوتے ہی پہلے دوستوں کے مخالف اور اس کے حامی بن جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں لیکن عوام ان کی تبدیلی سے وہ فوائد حاصل نہ کر سکے جو ان کا حق تھے۔ تاہم ایک بات طے ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کی جماعت کے ابھی ارکان نہ ہونے کے باعث کئی عہدے خالی پڑے ہیں۔ نوابزادہ نصر اللہ کی ہوشیاری نے انہیں ہر تحریک کی فرنٹ سیٹ پر بٹھا رکھا ہے۔ نوابزادہ نصر اللہ خان نے 1994ء 29.03 تا 28.04 تک غیر ملکی دوروں پر پندرہ لاکھ نو ہزار پانچ سو اٹھانوے روپے خرچ کیے جبکہ 03-09-1994 سے 07-10-1995 تک ان کے غیر ملکی دوروں پر سرکاری خزانے کے اکٹالیس لاکھ پچتر ہزار چار سو اڑسٹھ روپے خرچ ہوئے۔ جمہوریت اور غریبوں کے حقوق کی بات کرنے والے نوابزادہ نصر اللہ جن کاسیکرٹری صحافیوں کو دھمکیاں دینے پر اتر آتا ہے کہ انہوں نے نوابزادہ کی توہین کی کہ ان کا پہلا غیر ملکی دورہ سرکاری رقم سے کیا گیا۔ کشمیر کمیٹی کے چیئر مین کے طور پر سات لاکھ 16 ہزار سالانہ تنخواہ ڈیڑھ لاکھ ٹرانسپورٹ الاؤنس جبکہ 5 لاکھ تفریحی الاؤنس لیتے رہے نوابزادہ نصر اللہ کشمیر کمیٹی کے چیئر مین بنے تو ان کی صوابدید پر کروڑوں کا فنڈ چھوڑ دیا گیا۔ انہیں ایک وزیر مملکت جیسا پروٹوکول دیا گیا اور ان کی تمام خواہشات کو فوراً پورا کیا جاتا۔ اس سارے عرصے میں نوابزادہ پٹرول پمپوں کے اجازت نامے اور جائیدادیں حاصل کرتے رہے۔ ایک دو بار ایسا بھی ہوا کہ بے نظیر یا ان کے کسی بااختیار وزیر نے نوابزادہ کی خواہش کا فوری احترام نہ کیا تو فوراً حکومت پر ان کی تنقید تیز ہو گئی۔ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے اس کا نوٹس لیا تو انہیں بتایا گیا کہ نوابزادہ کا مطالبہ ہے کہ اسلام آباد والی رہائش میں اٹھارہ کمرے ہیں جبکہ صرف تین ایر کنڈیشنرز لگائے گئے ہیں لہذا وہ ایسے ماحول میں سرکاری رہائش گاہ میں نہیں رہ سکتے۔ بے نظیر کے کون سے ذاتی پیسے خرچ ہونے تھے لہذا انہوں نے فوراً عوام کے ٹیکسوں سے جمع رقم سے 15 ایر کنڈیشنرز لگوا دیئے۔ اگلے روز وفاقی حکومت کا ایک خاص نمائندہ نوابزادہ نصر اللہ کو اس ٹھنڈی رہائش پر لے آیا اور ساتھ ہی تمام اختلافات ختم ہو گئے۔

سابق وزیراعظم بینظیر بھٹو کے انتخابی گوشوارے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی نوڈیرو کی رہائش گاہ کے بارے میں دولت ٹیکس حکام کو آگاہ نہیں کیا تھا۔ یہ مکان اور بہت زیادہ زرعی زمین ان کی صاحبزادی بختاورد کے نام ہے۔ الیکشن کمیشن کے سامنے بینظیر بھٹو نے اس کی مالیت سات لاکھ روپے ظاہر کی ہے۔ اس کے علاوہ دو مرسڈیز کاریں اور نقد رقم بھی خفیہ رکھی گئی۔

جن سابق وزراء کے خلاف کارروائی جاری ہے۔ ان میں سے تین کا تعلق پنجاب سے چار کا سندھ سے اور چار کا صوبہ سرحد سے ہے۔ ان میں میاں شہباز شریف سرفہرست ہیں جنہوں نے اپنے انتخابی گوشوارے میں 78 ہزار ایک سو روپے نقد اور 3 لاکھ 60 ہزار 55 روپے واجب الادا رقم کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ ان کے مقابلے میں میاں منظور احمد وٹو کے کھاتے میں بدعنوانی اور خفیہ اثاثوں کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ سندھ کے سابق وزیراعلیٰ سید عبداللہ شاہ، آفتاب شعبان میرانی، سید قائم علی شاہ اور سید غوث علی شاہ کے گوشواروں میں بھی غلط بیانیوں موجود ہیں اور انہوں نے اپنے پورے اثاثے ظاہر نہیں کیے۔ ان میں سب سے زیادہ گھلے غوث علی شاہ کے ہیں۔ صوبہ سرحد کے سابق وزراءاعلیٰ سردار مہتاب خان عباسی، آفتاب خان شیرپاؤ، پیر صابر شاہ کے علاوہ ارباب محمد جہانگیر نے دھاندلی اور بدعنوانی کے علاوہ الیکشن کمیشن اور ٹیکس حکام کے سامنے صحیح اعداد و شمار پیش نہیں کیے۔ جس کی بنیاد پر وہ عدالتوں سے نااہل قرار پاسکتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں سے رواداری اور نرمی کا سلوک عوام کو قبول نہیں۔ ان لوگوں نے خود کو عوام کا خادم قرار دے کر ان کے حقوق غصب کیے ہیں۔ اگر کسی حکومت اور عدالتوں نے بدعنوان لیڈروں کو پھانسی نہ چڑھایا تو وہ دن دور نہیں جب کوئی سرمایہ دار کوئی جاگیردار اور کوئی جرنیل عوام کے مستقل جذبات کو ٹھنڈا نہ کر سکے گا اور پھر تخت گرائے جائیں گے اور تاج اچھالے جائیں گے۔

800 سیاستدانوں کی نااہلی

قومی احتساب بیورو کے حکام کو یقین ہے کہ 1997ء کے انتخابات میں حصہ لینے والے تقریباً 800 سیاستدان غلط انتخابی گوشوارے داخل کرنے کے الزام میں نااہل قرار پائیں گے۔ بیورو کے سربراہ جنرل امجد کا کہنا ہے کہ ان سیاستدانوں کو نااہل قرار دلانے کا طریقہ کار جلد طے کر لیا جائے گا۔ وفاقی وزیر قانون عزیز اے منشی نے کہا کہ چونکہ اس وقت اسمبلیاں موجود نہیں ہیں اور خاص طور پر سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد جس میں اس نے جنرل مشرف کی حکومت کو 3 سال دیئے ہیں۔ یہ بات بہت آسان ہوگئی ہے کہ وزیر قانون خود ریفرنس بھیج سکتا ہے۔ احتساب بیورو کے حکام رات گئے تک اپنا کام نمٹانے میں مصروف نظر آتے ہیں جن لوگوں کی نااہلی متوقع ہے ان میں دونوں سابق وزراءاعظم بینظیر بھٹو اور نواز شریف کے علاوہ گیارہ سابق وزراءاعلیٰ اور 25 سابق وفاقی وزیر، وزیر مملکت اور مختلف کارپوریشنوں کے چیئرمین شامل ہیں جبکہ بے شمار ارکان قومی و صوبائی اسمبلی بھی شامل ہیں۔ سابق وزیراعلیٰ نواز شریف کی طرف سے داخل کئے جانے والے انتخابی گوشوارے میں انہوں نے 5 لاکھ کی ایک گاڑی ویلتھ ٹیکس حکام سے پوشیدہ رکھی، اپنی بیگم کے پاس نقد دولت 9 لاکھ 12 ہزار 973 کے بجائے 7 لاکھ 12 ہزار 973 ظاہر کی۔ اپنے بیٹے حسن نواز کے نام چودھری شوگر ملز کے حصص ظاہر نہ کیے جبکہ اسی سال حسن نواز کی طرف سے ویلتھ ٹیکس ایک لاکھ 32 ہزار 845 روپے کو بھی کہیں ظاہر نہ کیا گیا۔

لیا۔ اس منافع کی رقم ایک ارب 87 کروڑ روپیہ بنتی ہے۔ 1991ء سے 96ء تک کھاتہ داروں کو صرف دو ارب روپیہ کی ادائیگی کی گئی اور یہ رقم بھی پنجاب لیکویڈیشن بورڈ نے کنسوریشن آف جنکس سے قرض کے طور پر حاصل کی۔ اس عرصے کے دوران کھاتہ داروں کی جمع شدہ رقم کی مالیت آدھے سے کم رہ گئی جبکہ کارپوریشن کی پراپرٹی کی قیمت دو گنا بڑھ گئی۔ اب مالکان نے ایڈجسٹمنٹ سکیم پاس کروا کر کھاتہ داروں کو ان کی جمع شدہ رقم کا صرف 25 فیصد ادا کر کے ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش شروع کر دی۔

کھاتہ داروں کی رقم کی فیس ویلیو کم ہو جانے اور پراپرٹی کی قیمت بڑھ جانے کے بعد اگر مالکان کی ایڈجسٹمنٹ سکیم پر عملدرآمد ہو جائے تو یہ مالکان مزید سات ارب روپیہ ہڑپ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ مالکان کھاتے داروں کی رقم خرچ کر کے مختلف ادوار میں ارکان اسمبلی منتخب ہوتے رہے اور حکومت کے احتسابی پروگرام پر اثر انداز ہو کر اپنے گروپ کیخلاف کارروائیوں کی مزاحمت کرتے رہے۔ کوآپریٹو سیکنڈل کے حوالے سے گجرات کے چودھری برادران کا کردار نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح انہوں نے کوآپریٹو اداروں کو لوٹا۔ اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ میاں نواز شریف کی وزارت اعلیٰ کے دوران ان کوآپریٹو کمپنیوں کی طرف سے عوام کو لوٹنے اور ان کی رقم خورد برد کرنے کے عمل کو عروج حاصل ہوا۔

کوآپریٹو فنانس کارپوریشن 1980ء سے جولائی 1990ء تک رجسٹرڈ ہوئیں آخر وقت تک ان کی تعداد 92 تھی ان میں سے 47 رجسٹرڈ کوآپریٹو سوسائٹیز پنجاب نے رجسٹرڈ کیں اور باقی 45 کمپنیاں وزارت خوراک و زراعت اور کوآپریٹو کارپوریشن آف پاکستان نے ملٹی یونٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کیں۔ حکومت کی مدد سے جعلی بورڈ آف ڈائریکٹرز تشکیل دیئے گئے حتیٰ کہ سب ڈرامہ تھا۔ تمام کمپنیوں نے خوبصورت دفاتر کھول کر زیادہ تر غریب بیواؤں، کلرکوں اور محدود وسائل رکھنے والوں کو متاثر کر کے ان کو عمر بھر کی پونجی سے محروم کر دیا۔ زیادہ تر کمپنیوں کی انتظامیہ مضبوط اور بااثر سیاستدانوں



چودھری برادران

پاکستان میں اگر یہ کہا جائے کہ سب سے زیادہ کسی خاندان نے فائدے اٹھائے تو نواز شریف خاندان کے ساتھ گجرات کا چودھری خاندان بھی ہوگا۔ چند ایکڑ کے مالک اور معمولی ملازمت کرنے والے چودھری ظہور الہی نے سیاست میں آتے ہی اپنے کاروبار کو وسیع سے وسیع تر کر لیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزندوں نے اس سلسلے میں خوب ترقی دی۔ حکومت کسی بھی جماعت کی ہو چودھری شجاعت اور پرویز الہی ہر دور میں اپنا کام نکلوانے کے ہنر سے آشنا ہیں۔ آج چودھری خاندان کی کئی ملیں اور کارخانے پیسہ بنا رہے ہیں۔ بعض تجزیہ نگار تو یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ دونوں محض اس لیے وزارت عظمیٰ اور وزارت اعلیٰ کے چکروں میں نہیں پڑتے کہ ان کے لیے پھر اپنی سرگرمیاں اس حد تک خفیہ رکھ کر مختلف رہنماؤں کو بلیک میل کر کے مراعات حاصل کرنے کے امکانات نہ رہیں گے اور پھر اس سے یہ سب کی نظروں میں آجائیں گے۔ ایک رپورٹ کے مطابق چودھری برادران کی پھالیہ شوگر ملز لمیٹڈ کے ذمہ 40 کروڑ کے لگ بھگ قرض واجب الادا ہے۔

کوآپریٹو بحران جس میں 6 لاکھ خاندانوں کا 17 ارب روپیہ ڈوب گیا۔ ان فنانس کمپنیوں کے کئی مالکان نے کوآپریٹو جج سے کھاتہ داروں کو ادا کردہ منافع واپس لے

کی تھی۔ بعض کوآپریٹو اداروں کے سربراہوں نے بھاری قرضے لے کر نیشنل ہاٹلز (کوکاکولا) اور سروسز انٹرنیشنل ہوٹل اور راہوالی شوگر ملز جیسے یونٹ خرید لیے۔ میاں نواز شریف کے چہیتے چودھری برادران نے انہیں تحفظ دینا شروع کر دیا اور کمپنی کے بعض ذمہ داروں کو مکمل سپورٹ کیا جس کی بڑی مثال چودھری خاندان ہے۔ مقتول ملک ذوالفقار اعوان اور چودھری عبدالجید نے جوڈیشل سٹامپ پیپر پر محکمہ اینٹی کرپشن پنجاب کو بیان حلفی ریکارڈ کرایا کہ انہوں نے اپنی کارپوریشنوں سے جعل سازی سے آؤٹ آف بک 1084 ملین روپے حاصل کر کے اعلیٰ سیاستدانوں، بیوروکریٹس اور افسروں کو رشوت کے طور پر دیئے۔

چودھری ظہور الہی کی وفات کے وقت چودھری خاندان کے اثاثوں کی تفصیل کچھ اس طرح تھی۔

- 1- لاہور ریلوے سٹیشن کے قریب فلور مل
- 2- چوہڑ چوک راویلنڈی مین پشاور روڈ پر فلور مل
- 3- لاہور میں ڈیکورا کارپنس فیکٹری
- 4- راوی روڈ لاہور پر پرویز ٹیکسٹائل مل
- 5- ویسٹریج راویلنڈی میں ایک کوٹھی
- 6- گجرات میں ظہور الہی ہاؤس
- 7- ظہور الہی روڈ گلبرگ لاہور میں کوٹھی
- 8- فیصل آباد میں چند ایکڑ اراضی

چودھری ظہور الہی کے انتقال کے بعد پرویز ٹیکسٹائل مل لاہور اور ڈیکورا کارپنس بند ہو گئیں۔ شریف خاندان کی طرح جنرل ضیاء الحق کو اس خاندان سے بھی خصوصی ہمدردی تھی۔ انہوں نے چودھری شجاعت کو شوریٰ کاممبر بنا دیا جبکہ پرویز الہی ضلع کونسل گجرات کے چیئرمین بن گئے۔ 1985ء کے انتخابات کے بعد چودھری شجاعت جو نیو کابینہ میں وزیر صنعت جبکہ پرویز الہی پنجاب کے وزیر اعلیٰ نواز شریف کی ٹیم میں وزیر

بلدیات بن گئے، بعد میں چودھری شجاعت وزیر داخلہ جبکہ پرویز الہی سپیکر پنجاب اسمبلی رہے۔ 85ء سے 99ء تک دونوں ناجائز اختیارات، بینکاروں کے ساتھ نجی روابط، بیوروکریسی اور کچھ کرپٹ ججوں کے ساتھ کے باعث کئی محکموں کی مراعات حاصل کرتے رہے۔ اس عرصے میں چودھری خاندان کے 6 افراد شجاعت حسین، وجاہت حسین، شفاعت حسین، پرویز الہی، تجمل حسین اور مبشر حسین ایم این اے، ایم پی اے اور ضلع کونسل کے چیئرمین بنتے رہے۔ اس عرصے میں صنعتی سلطنت، جاگیروں اور بنگلوں پر ناجائز قبضوں، جعل سازیوں اور متنازعہ جائیدادوں کو ہتھیا کر انہوں نے جو اضافہ کیا اب وہ بھی دیکھیں۔

- 1- بنکاک میں ایک بڑی فیکٹری
- 2- دبئی میں ایک بہت بڑی ٹیکسٹائل مل
- 3- پنجاب شوگر مل میاں چنوں
- 4- پھالیہ شوگر مل
- 5- ملکوال ٹیکسٹائل مل پھالیہ
- 6- کنجاہ ٹیکسٹائل مل کنجاہ گجرات
- 7- فیروز پور روڈ لاہور پر 400 کنال کا زرعی فارم
- 8- گوجرانوالہ اور قلعہ دیدار سنگھ میں ایک پنواری کے ساتھ مل کر کئی سو کنال اراضی کے مالک بن گئے۔
- 9- آبائی گاؤں میں ”نت محل“ جس میں عیش و عشرت سے لے کر مخالفین کو دبانے اور مفروروں کو پناہ دینے تک کے انتظامات موجود ہیں۔
- 10- گلبرگ میں باپ کی چھوڑی ہوئی کوٹھی کو وسعت دے کر ساتھ والی جائیدادیں خرید کر چھ کوٹھیوں کا اضافہ۔
- 1- ظہور الہی روڈ پر چودھری تجمل حسین کا 10 کنال پر پھیلا محل
- 12- گلبرگ میں کئی کنال رقبہ پر چودھری شفاعت حسین کا بنگلہ

13- نیرکار پٹ فیکٹری گجرات

14- لاہور میں مختلف جگہ پر تین سو کنال کے متنازع پلاٹوں پر قبضہ ان میں برب نہر ایک سو کنال سے زائد رقبے والے پلاٹ پر قبضے کے دوران ایک شخص اپنی جان ہار گیا۔ چودھری برادران نے یہ پلاٹ اپنے ملازموں اور رشتہ داروں کے نام کر رکھا ہے۔

15- انڈسٹریل سٹیٹ دبئی میں کارپٹ فیکٹری

16- اسلام آباد کے سیکٹر ایف 8 میں ایک کوٹھی

یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ وہ اثاثے ہیں جو تحقیقاتی ایجنسیوں کے علم میں ہیں جبکہ امریکہ، جرمنی، انگلینڈ، دبئی وغیرہ میں موجود جائیدادیں ہوٹل اور بینک بیلنس اس کے علاوہ ہیں۔ چودھری خاندان نے خود کو چھپانے کیلئے اپنے کئی اثاثے ملازموں کے نام کر رکھے ہیں۔ کنجاہ ٹیکسٹائل مل کے قرضے احمد خان، لال دین اور گلزار کے نام پر حاصل کیے گئے۔ احمد خان بھٹی ان کا سیکرٹری ہے۔ لال دین باورچی ہے جبکہ گلزار چودھری فیملی کا رشتہ دار ہے۔ گجرات میں دو مقامی اخبارات کے دفاتر کو چودھری وجاہت کے غنڈے تباہ کر چکے ہیں۔

چودھری خاندان نے پھالیہ شوگر ملز کیلئے نیشنل انڈسٹریل کوآپریٹو فنانس کارپوریشن کے ایم ڈی چودھری عبدالحجید سے 20 کروڑ روپے سے زائد رقم حاصل کر کے پنجاب میں کوآپریٹو بحران کی ابتدا کی۔ اس کارپوریشن کا ڈائریکٹر ان کا کزن چودھری تجل حسین سابق ایم پی اے تھا، کوآپریٹو بحران کے متاثرین آج تک ایس ایم آر ہاتھ میں پکڑے در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں جبکہ چودھری برادران نے انصاف کو مہنگی فیسوں والے وکیلوں اور نذرانوں سے سرنگوں کر کے خود کو بچا لیا۔

چودھریوں کا طریقہ واردات

چودھری خاندان کا طریقہ کار بے نظیر بھٹو زرداری اور نواز شریف خاندان سے ذرا

مختلف ہے۔ یہ لوٹ مار میں شامل پوری مشینری کا ہمیشہ ساتھ دیتے ہیں۔ بڑے بڑے اخبارات کے ساتھ ان کے اتنے تعلقات ہیں کہ ان کے خلاف کوئی بھی نہیں لکھتا۔ چودھری خاندان کی شوگر ملوں نے بھارت کو چینی برآمد کر کے ری بیٹ کی مد میں قومی خزانے کو کروڑوں کا نقصان پہنچایا۔ پنجاب اسمبلی میں ان کے سیکرٹری، گن مین اور من پسند افراد کے عزیز واقارب ملازم ہوئے۔ ان کے سیکرٹری صوفی انور ایف آئی اے کے ملازمین سے مل کر جعلی ویزوں، شناختی کارڈوں، جعلی پاسپورٹوں اور پی آئی اے کے علاوہ دوسری ایئر لائنوں سے لوگوں کو بیرون ملک بھجوانے میں خاصے بدنام ہیں۔ چودھری برادران نے جنرل پرویز مشرف کی حکومت کے دباؤ پر یو بی ایل کا 32 کروڑ جمع کرایا اور سی بی انڈسٹریز کا سوئی گیس کا بل جمع کر دیا جو گزشتہ 20 برس سے واجب الادا تھا۔ منڈی بہاء الدین گجرات سے الگ ہوا تو چودھریوں نے وہاں کی ضلع کونسل پر بھی اپنا قبضہ برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا اور اپنے بہنوئی کو کسان سیٹ پر نامزد کر کر ضلع کونسل کا چیئرمین بنا دیا اور اپنی فیکٹری کے ملازم احمد خان بھٹی کو وائس چیئرمین بنوایا۔ یہ نوکر شاہی کے ہر برے اور اچھے وقت میں ساتھ دیتے ہیں لہذا جب وقت تبدیل ہو جائے تو پھر وہی نوکر شاہی ان کا تحفظ کرتی ہے۔

چودھری خاندان کی رشتہ داریاں بھی ہر سیاسی پارٹی اور ہر دور میں ٹاپ بیوروکریسی سے رہی ہیں۔ صدر رفیق تارڑ، عارف نکلی، انور علی چیمہ، گل حمید روکڑی، احسان الحق پراچہ اور حامد ناصر چٹھہ سے ان کی رشتہ داری ہے۔

چودھری شجاعت حسین پر الزام ہے کہ وہ ایف آئی اے سے ماہانہ ڈھائی کروڑ روپے حاصل کرتے رہے۔ یہ انکشاف ایف آئی اے کے سابق سربراہ میجر (ر) مشتاق نے دوران تفتیش کیا۔ ایف آئی اے کے سابق ڈائریکٹر نے تفتیش کرنے والوں کو 30 اہلکاروں کے ناموں پر مبنی ایک فہرست بھی فراہم کی جو ایف آئی اے میں مختلف عہدوں پر ملازم رکھے گئے تھے لیکن انہوں نے کسی دفتر میں کسی قسم کی کوئی ڈیوٹی ادا نہ کی، اس کے

پرویز رشید اور انعام اللہ نیازی

معطل رکن قومی اسمبلی انعام اللہ نیازی نے سابق چیئر مین پی ٹی وی پرویز رشید سے مل کر اپنے قریبی رشتے دار زید اے خان کو ملک بھر میں ٹی وی لائسنس بنانے کا ٹھیکہ لے کر دیا جب میرے ایک دوست نے انعام اللہ نیازی سے اس بارے دریافت کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر خود کو بری الذمہ قرار دے دیا کہ زید اے خان میرے عزیز ضرور ہیں مگر پرویز رشید نے میرے منع کرنے کے باوجود انہیں ٹھیکہ دے دیا زید اے خان کے بارے انعام اللہ نیازی اپنے قریبی دوستوں کو بتاتے رہے ہیں کہ یہ شخص بلیک منی سے اربوں کا مالک بنا ہے زید اے خان نے صرف ایک سال لگا کر میانوالی کے تمام اہم بنکوں میں ایک ارب سے زائد رقم جمع کرائی نواز حکومت کے ختم ہوتے ہی بنکوں سے نکلوا کر ملک بھر سے 30 کروڑ سے زائد کا گوارا خرید کر میانوالی سمیت پنجاب کے کئی شہروں میں سٹور کر لیا۔

انعام اللہ نیازی نے پرویز رشید سے کہا کہ پی ٹی وی لائسنس کا ٹھیکہ اگر نیا م کر دیا جائے اور ان کے رشتہ دار کو دے دیا جائے تو پی ٹی وی کے علاوہ ٹھیکیدار اور ڈیل میں شامل تمام افراد کو اچھی خاصی رقم مل جائے گی پرویز رشید کو یہ تجویز من بھائی اور انہوں نے اندرون خانہ لائسنس ٹھیکہ زید اے خان کو الاٹ کر دیا اس ڈیل میں بتایا جاتا ہے کہ پرویز رشید کو 10 کروڑ سے زائد کا فائدہ ہوا جب کہ زید اے خان نے پی ٹی وی کو مطلوبہ رقم جمع کرائے بغیر ہی

بجائے وہ چودھری شجاعت کے ذاتی ملازم کے طور پر کام کرتے رہے۔ اس ضمن میں ایف آئی اے کے سابق ڈپٹی ڈائریکٹر چودھری عباس شریف بھی انکشاف کر چکے ہیں کہ وہ بعض اعلیٰ حکومتی شخصیات کو ماہانہ کروڑوں روپے بھتہ دیتے تھے۔ چودھری خاندان کے صنعتی اداروں کے کتنے کروڑ روپے کے انکم ٹیکس معاملات، اپیلوں میں طویل التواء کا شکار ہیں۔ چودھری خاندان کے خلاف کتنے مقدمات ہیں اور کن مقدموں میں یہ لوگ عدالتوں کی ضمانت پر ہیں۔ سی بی اینڈسٹریز لمیٹڈ اور ماڈرن ایمر ایڈری اینڈ ٹیکسٹائل ملز کی تازہ ترین کاروباری اور قانونی حیثیت کیا اور اس خاندان کے اثاثوں اور جملہ قرضہ جات کی کیا پوزیشن ہے۔ یہ تمام باتیں ان کے چہرے پر پڑے عزت اور وقار کے نقاب کھینچنے کو کافی ہیں۔

پولیس اور انتظامیہ کے تعاون سے چار ماہ میں 80 کروڑ کما لیا اس ٹھیکے سے پی ٹی وی کو 20 کروڑ سے 25 کروڑ کا نقصان ہوا اور ابھی تک کچھ رقم ٹھیکیدار کی طرف واجب الادا ہے انعام اللہ نیازی نے حکومتی اثر و رسوخ سے بعض معدنیاتی کانوں پر قبضہ اور بعض لیز پر حاصل کیں تاہم وہ ان کانوں سے خود کو التعلق قرار دیتے ہوئے تحریک انصاف پنجاب کے سابق صدر اور اپنے چھوٹے بھائی سعید اللہ نیازی کو ان کانوں کا مالک قرار دیتے ہیں۔ انعام اللہ نیازی معروف ایڈورٹائزنگ ایجنسی انٹرفلو کے ڈائریکٹر بھی ہیں مسلم لیگی دور میں انہوں نے اپنی ایجنسی کو بھی متعدد فائدے پہنچائے۔



پیر بنیامین رضوی

وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کی کابینہ کے سابق وزیر اور مسلم لیگ پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات پیر سید بنیامین رضوی نے دور وزارت میں اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آبائی علاقہ پھالیہ میں مسجد کمیٹی کی آٹھ کنال کمرشل اراضی پر قبضہ کر لیا۔ اس سلسلے میں حاصل معلومات کے مطابق بنیامین رضوی کے والد پیر سید یعقوب علی شاہ جن کا چند برس قبل انتقال ہو گیا تھا۔ کے انتقال کے بعد بنیامین رضوی نے مسجد کمیٹی کی جگہ پر ان کو دفنایا اور اپنے دست راست اور سیکرٹری محمد اعظم اور سابق ممبر ضلع کونسل سید ریاض حسین شاہ کی ڈیوٹی لگائی کہ مسجد کمیٹی کی جس جگہ پر ان کے والد کی قبر بنائی گئی ہے۔ اسے ان کی ملکیت بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ جس پر پیر بنیامین کے سیکرٹری محمد اعظم اور ریاض شاہ نے مسجد کمیٹی کی آٹھ کنال کمرشل اراضی جس کی مالیت کروڑوں روپے بنتی ہے کے کاغذات تیار کروا کر قبضے سے قبل پیر یعقوب علی شاہ کی قبر کے گرد ایک چار دیواری بنائی اور پھر قبر کو مزار کی شکل دے دی اور دربار کے ارد گرد کی جگہ پر ایک ڈیرہ بنالیا جس میں 6 کمرے اور بہت بڑا برآمدہ و صحن ہے اس کی تعمیر پر چالیس لاکھ خرچ ہوئے اور پھر اس زمین کو پیر بنیامین رضوی کے نام کر کے



آفتاب شیر پاؤ اور مہران بینک سکینڈل

قومی احتساب بیورو نے سابق وزیر اعلیٰ سرحد اور پیپلز پارٹی کے ناراض رہنما آفتاب شیر پاؤ کی اندرون اور بیرون ملک اربوں کی غیر قانونی جائیداد کا سراغ لگایا ہے۔ آفتاب شیر پاؤ کے سوئٹزر لینڈ، برطانیہ اور فرانس کے بنکوں میں غیر قانونی اکاؤنٹس کا سراغ لگایا ہے۔ جن میں انھوں نے پاکستان سے اربوں روپے کی قومی دولت لوٹ کر جمع کی ہوئی ہے۔ دوسری جانب ان مغربی ممالک سمیت متحدہ عرب امارات میں آفتاب شیر پاؤ کے کئی ڈیپارٹمنٹل سٹور، ہوٹل، فلیٹس اور قیمتی گاڑیوں کا سراغ لگایا ہے۔ تاہم ”نیب“ اس حوالے سے مکمل ثبوت و شواہد جمع کرنے کے لیے کوشش کر رہا ہے۔

آفتاب شیر پاؤ کا مہران بینک کی تباہی میں بھی گہرا ہاتھ ہے۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان سے مہران بینک کو رعایت دالانے کے لیے یونس حبیب نے آصف زرداری کو 5 کروڑ روپے پنڈی برانچ سے ادا کئے۔ مہران بینک شیر پاؤ کو ایک کروڑ روپیہ ادا کر چکا تھا۔ اچانک آصف زرداری نے یونس حبیب کو حکم دیا کہ شیر پاؤ کو دو کروڑ روپے فوری طور پر فراہم کرو۔ 26 دسمبر کو یونس حبیب نے ڈیجیٹل نیٹ ورک کے اکاؤنٹ میں دو کروڑ کی رقم بھیجی جو شیر پاؤ کو پشاور میں ان کے گھر پہنچا دی گئی۔ اس لوٹ مار کے متعلق مہران بینک صوبہ سرحد کے سربراہ حمید اصغر قدوائی کے بیان حلفی میں یہ لکھا ہے کہ

مسجد کی اراضی پر قبضہ کر لیا گیا۔ قبضے کے بعد پھالیہ کے کئی شہریوں نے صدائے احتجاج بلند کی مگر جواٹھا اس کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا گیا۔ ریٹائرڈ میجر محمد اعظم نے آواز بلند کی اور کھل کر سامنے آ گیا تو اپریل 1998ء میں میجر (ر) اعظم کو انتہائی بے دردی سے قتل کرا دیا گیا۔ اس قتل کا پرچہ بنیامین اور ان کے سیکرٹری کے خلاف درج ہوا۔ پہلے ملزم مفرور رہے اور پھر عبوری ضمانتیں کرائی گئیں۔ اب یہ مقدمہ سرد خانے میں پڑا ہے اور بنیامین رضوی ضمانت پر ہیں۔ اقبال ٹاؤن میں اپنی کوٹھی کو بنیامین رضوی نے اپنی بہن کے نام کروا رکھا ہے۔ پیر بنیامین رضوی خود کو لوئر کلاس کا نمائندہ قرار دیتے ہیں لیکن اپنے دور وزارت میں این جی اوز کے خلاف بیان بازی سے زیادہ وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔ انہیں غریبوں کے مسائل وزیر بن کر نظر ہی نہیں آئے۔ وہ جن کے مسائل حل کرنے کا وعدہ کر کے وزارت تک پہنچے۔ وہ مسائل تو حل نہ ہوئے ان کا دور اقتدار رخصت ہو گیا اور وہ ایک بار پھر غریبوں کے حقوق کی بات کرنے میں مصروف ہیں۔

قدوائی نے تمام واؤ چرز چیک اور رسیدوں کی کاپیاں اپنے بیان کے ساتھ منسلک کی ہیں۔

حمید اصغر قدوائی کا کہنا ہے کہ دسمبر 1993ء کو آفتاب شیر پاؤ اور انور سیف اللہ نے ان سے رابطہ کیا اور بتایا کہ انھیں بہت بڑی رقم کی ضرورت ہے کیونکہ وہ وزیر اعلیٰ پیر صابر شاہ کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک چلانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انھیں 3 کروڑ روپے کی ضرورت ہے۔ آفتاب شیر پاؤ اور انور سیف اللہ یہ رقم لینے کیلئے بے چین تھے اور انھوں نے قدوائی کو مطالبہ پورا نہ کرنے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں۔

شیر پاؤ اور انور سیف اللہ نے قدوائی کو یقین دلایا کہ وہ مہران بینک کی کمزور مالی حالت کو بہتر بنانے کے لیے حکومت کے مختلف محکموں کی رقوم اس میں ڈیپازٹ کرائیں گے جو کم از کم 90 کروڑ روپے ہوں گی اور اس کے عوض وہ اس رقم کا 3 فیصد کمیشن کے طور پر وصول کریں گے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ مہران بینک کے دیگر مسائل جن میں سٹیٹ بینک کا جرمانہ بھی شامل تھا حل کرانے کے لیے تعاون کریں گے اور اس سلسلے میں آصف زرداری کی اعانت بھی حاصل کی جائے گی۔

حمید اصغر نے بیان حلفی میں مزید بتایا کہ یونس حبیب کو شیر پاؤ اور انور سیف اللہ کے وعدوں پر شک تھا۔ لیکن اس نے ان کی دھمکیوں کے پیش نظر یونس حبیب کو یہ مطالبہ مان لینے پر آمادہ کر لیا۔ تاہم یونس حبیب نے کہا کہ جب تک مہران بینک میں ڈیپازٹ جمع نہ ہو جائیں ان دونوں کو رقم نہ دی جائے۔

قدوائی کا کہنا ہے کہ جلد ہی شیر پاؤ نے 50 لاکھ روپے کا فوری مطالبہ کر دیا۔ کیونکہ انھیں چند ایم پی ایز کو وہ رقم دینا تھی۔ اس کے عوض شیر پاؤ اور انور سیف اللہ نے 11 تین روز میں حکومتی محکموں کی رقوم ڈیپازٹ کرانے کا وعدہ کیا۔ یونس حبیب سے اجازت کے بعد قدوائی نے 50 لاکھ روپے انور سیف اللہ کو ان کی اسلام آباد کی رہائش گاہ، 15 دسمبر 1994 کو چیک نمبر 721010 کے ذریعے ادا کر دی تاکہ وہ آفتاب شیر

”وہ یکم ستمبر 1993 کو مہران بینک سے منسلک ہوئے اور پشاور میں ایگزیکٹو ڈائریکٹر کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ قدوائی کے مطابق یونس حبیب (مہران بینک کے سربراہ) نے انہیں بتایا کہ مہران بینک شدید مالی بحران کا شکار ہے اور اسے مزید ڈیپازٹس کی اشد ضرورت ہے۔ قدوائی کے مطابق ان کے سیاسی رہنماؤں اور سرکاری افسروں سے گہرے تعلقات تھے۔ جس کا یونس حبیب کو بخوبی علم تھا۔ یونس حبیب نے انھیں نئے ڈیپازٹس پر کمیشن دینے کا بھی وعدہ کیا۔ بیان کے مطابق اکتوبر 1993 کے عام انتخابات کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کے رہنما مسلم لیگ اور اے این پی کے صابر شاہ کی وزارت اعلیٰ ختم کرنے میں گہری دلچسپی لے رہے تھے۔ ان کی آفتاب شیر پاؤ، انور سیف اللہ اور سلیم سیف اللہ سے جان پہچان تھی اور انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کے یونس حبیب سے 1988 سے قریبی روابط ہیں اور یہ کہ یونس حبیب کا آصف زرداری سے تعلق رہا ہے۔

قدوائی کے مطابق وہ جیسے ہی مہران بینک سے منسلک ہوئے یونس حبیب نے انھیں ہدایات دیں کہ وہ صوبہ سرحد میں پیپلز پارٹی کی ضروریات پوری کرتے رہیں۔ چونکہ یہ رقوم کی ڈیل کا معاملہ تھا۔ اس لئے وہ ڈیجیٹل نیٹ ورک کا مہران بینک میں اکاؤنٹ استعمال کرتے رہے۔ یہ اکاؤنٹ نیٹ ورک کے ڈائریکٹر احمد سعید چلاتے تھے اور وہ یونس حبیب کے بہت قریب تھے۔ مجھ سے بھی ان کی جان پہچان تھی۔ قدوائی کا کہنا ہے کہ انھوں نے آفتاب شیر پاؤ کی ضروریات کا خیال رکھا اور انہیں مندرجہ ذیل رقوم فراہم کیں۔

(1) 15 لاکھ اور 2 لاکھ روپے آفتاب شیر پاؤ کو ادا کئے گئے جو احمد سعید کے اکاؤنٹ سے چیک نمبر 712001 اور چیک نمبر 712002 کے ذریعے 20 نومبر 1993 کو نکلائے گئے (2) 5 لاکھ 91 ہزار روپے 6 دسمبر 93ء کو آفتاب شیر پاؤ نے فرنیچر کیلئے چیک نمبر 712006 کے ذریعے نکلائے (3) ایک لاکھ 6 دسمبر کو آفتاب شیر پاؤ کو ادا کئے گئے جو چیک نمبر 712008 کے ذریعے نکلائے گئے۔ اس ضمن میں

ہو چکی تھی۔ زیادہ تر قوم حمید اصغر قدوائی نے خود ادا کیں اور وہ ادائیگی کے فوراً بعد واؤ چر اور چیک کی پشت پر اسے محفوظ کر لیتے تھے۔

جنوری 1994 کو ڈیجیٹل نیٹ ورک کے دیگر ڈائریکٹروں کے اعتراض کے بعد احمد سعید کے لیے اے ایس اے ٹریڈنگ کمپنی کے نام سے ایک الگ اکاؤنٹ کھول دیا گیا اور ڈیجیٹل نیٹ ورک کے اکاؤنٹس سے نکالی گئی رقم ایک کروڑ 30 لاکھ سے زیادہ رقم واپس کر دی گئی۔ 11 جنوری 1994 کو اے ایس اے ٹریڈنگ کمپنی سے مزید ایک لاکھ روپے نکال کر قدوائی نے شیر پاؤ کو دیے۔ اس کے بعد 22 جنوری 1994 کو ایک لاکھ 40 ہزار روپے 26 کو 11 لاکھ روپے 26 جنوری ہی کو 2 لاکھ روپے۔ اس روز مزید 61555 روپے 31 جنوری 1994 کو انور سیف اللہ کے ذریعے 25 لاکھ روپے 2 فروری 94 کو 6 لاکھ روپے قدوائی نے اے ایس اے ٹریڈنگ کمپنی کے ذریعے شیر پاؤ کو ادا کئے۔ قدوائی نے 7 لاکھ سے زائد کی رقم چیک نمبر 713164 کے ذریعے نکلا کر شیر پاؤ کو پشاور میں پیپل ہاؤس میں فرنیچر، کمپیوٹر، فیکس مشینری، ٹیلی فون ایپینج کی ادائیگیوں کے لیے ادا کئے اور اس تمام معاملہ پر اپنے اور شیر پاؤ کے درمیان ہونے والی گفتگو ٹیپ کر کے محفوظ کر لی۔ 8 فروری کو شیر پاؤ نے اسلام آباد میں ایک کروڑ 20 لاکھ طلب کئے جو 9 فروری 1994 کو اے ایس اے ٹریڈنگ کمپنی کے اکاؤنٹ سے ادا کر دیے گئے۔ اس کے بعد 24 فروری 1994 کو 20 لاکھ روپے 28 فروری کو ایک لاکھ روپے 10 ہزار روپے اور 2 مارچ کو 6 لاکھ روپے شیر پاؤ کو ادا کئے گئے۔

دوسری طرف حکومت نے مہران بینک کی مالی حالت بہتر کرنے کے لیے اس میں سرکاری محکموں اور کارپوریشنوں کی رقم جمع کروانا شروع کر دیں۔ جن میں پاکستان انٹرنل آئل کے 5 کروڑ روپے، بینک آف خیبر کے 8 کروڑ، واپڈا کے 17 کروڑ، اپنی میٹروپولیٹن کے 10 کروڑ اور الائیڈ بینک کے 10 کروڑ روپے شامل تھے۔ قدوائی کا کہنا ہے کہ فروری 1994 کے اوائل میں شیر پاؤ نے مجھ پر اور یونس

پاؤ کو دے سکیں۔ اگلے روز قدوائی اور انور سیف اللہ اسلام آباد میں شیر پاؤ کی رہائش پر گئے اور رقم ادا کی۔ جس میں سے 15 لاکھ روپے ڈیجیٹل اکاؤنٹ میں جمع کر دیے گئے۔ قدوائی نے ایک خفیہ خط کے ذریعے 16 دسمبر 1993 کو اس تمام واقعہ کی اطلاع کر دی تھی کی نقل بیان حلفی کے ساتھ منسلک ہے۔

قدوائی کا کہنا ہے کہ شیر پاؤ نے جلد ہی مزید 50 لاکھ روپے طلب کئے اور مہران بینک کی مالی حالت بہتر بنانے کیلئے الائیڈ بینک کے سربراہ خالد سیف کو آمادہ کیا کہ وہ مہران بینک میں اپنے بینک کے 10 کروڑ روپے ڈیپازٹ کرائیں، جس کی تعمیل کی گئی۔ 26 دسمبر 1993 کو ڈیجیٹل نیٹ ورک پرائیویٹ لمیٹڈ کے چیک نمبر 712011 کے ذریعے 50 لاکھ روپے نکلا کر قدوائی نے شیر پاؤ کو خود ادا کئے۔ قدوائی نے بیان حلفی میں کہا کہ آفتاب خان شیر پاؤ کے مطالبات روز بروز بڑھ رہے تھے جبکہ حکومتی ڈیپازٹس کا دور دورہ دور تک نشان نہ تھا۔

اس وقت تک مہران بینک شیر پاؤ کو ایک کروڑ روپے ادا کر چکا تھا۔ اب اچانک یونس حبیب کو آصف زرداری نے حکم دیا کہ وہ فوراً شیر پاؤ کو 2 کروڑ روپے کی ادائیگی کریں جبکہ اسی روز قدوائی نے شیر پاؤ کو 50 لاکھ روپے دیے تھے۔ 26 دسمبر 1993 کو یونس حبیب نے ڈیجیٹل نیٹ ورک کے اکاؤنٹ میں 2 کروڑ روپے کی رقم بذریعہ ٹی بی بھیجی جو 27 دسمبر کو موصول ہوئی اور چیک نمبر 712013 کے ذریعے شیر پاؤ نے وصول کر لی۔

قدوائی کے بیان کے مطابق انھوں نے ڈیجیٹل نیٹ ورک کے احمد سعید اور خود کو محفوظ رکھنے کے لیے اس سارے معاملہ کی گفتگو ٹیپ کر لی اور چیک اور واؤ چرز بھی جن کی نقول بیان حلفی کے ساتھ منسلک ہیں۔

قدوائی کا کہنا ہے کہ 3 جنوری 1994 کو انھوں نے مزید 15 لاکھ اور ساڑھے تین لاکھ روپے شیر پاؤ کو ادا کئے

اس طرح ان کو ادا کی جانے والی کل رقم اس وقت تک 3 کروڑ 42 لاکھ 41 ہزار

جونیجو کی برطرفی پر ضیاء الحق کا حکم نامہ اور جونیجو ضیاء مکالمہ

صدر ضیاء الحق نے جونیجو حکومت برطرف کرنے کے بعد پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام آئین کے تحت حاصل اختیارات کے تحت کیا گیا ہے اور آئندہ عام انتخابات 90 دن کے اندر منعقد ہوں گے اور یہ انتخابات جماعتی بنیادوں پر ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ یہ قدم بھی ہمیں جمہوریت کی طرف لے جائے گا۔ ملک میں امن و امان کی صورتحال اتنی خراب ہو چکی تھی کہ عام آدمی پریشان تھا اور ملک میں بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہو گئیں اور کسی کے جان و مال محفوظ نہ رہے۔ انہوں نے کہا کہ عوام کا مورال اس حد تک پست ہو چکا تھا کہ وہ خود کو غیر محفوظ خیال کرنے لگے تھے۔ ایسے حالات میں موجودہ حکومت برقرار نہیں رہ سکتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ آئین کے تحت وزیراعظم جب خود یہ ضرورت محسوس کرتے تو قومی اسمبلی توڑ سکتے تھے لیکن جب وزیراعظم یہ اقدام نہ کریں تو صدر یہ اہتمام کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں آئین موجود ہے اور سینٹ بھی برقرار ہے۔

صدارتی حکم نامے کے مطابق چونکہ وہ مقاصد حاصل نہیں ہوئے جن کے لیے قومی اسمبلی کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ ملک میں امن عامہ کی صورتحال اس خطرناک حد تک خراب ہو چکی تھی کہ اس کے نتیجے میں بھاری مالی نقصان کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں

حبیب پر واضح کیا کہ عدم اعتماد کی تحریک کامیاب ہونے کے لیے انھیں مزید 5 کروڑ روپے درکار ہیں۔ قدوائی کا کہنا ہے کہ اس عرصہ میں شیر پاؤ نے واپڈا کے ڈائریکٹر فنانس خالد محمود سے ان کے سامنے بات چیت کی اور واپڈا نے مہران بینک لاہور کو بھاری ڈیپازٹ دیئے اور اس دور میں مہران بینک لاہور سے 5 کروڑ روپے اسلام آباد منگوا کر شیر پاؤ کو ادا کئے گئے۔

قدوائی کا دعویٰ ہے کہ ان تمام رقوم کے علاوہ اس نے آصف زرداری کو 5 کروڑ روپے مہران بینک لاہور اور لیک ویو ہوٹل راولپنڈی کی برانچ سے ادا کئے تاکہ مہران بینک کو سٹیٹ بینک آف پاکستان سے رعایت دلوا سکیں۔ وزیراعظم کے سیکرٹری نے زرداری کے زیر اثر مہران بینک کو ریلیف پیکیج دلانے کے لیے اسٹیٹ بینک کو ہدایات جاری کی تھیں۔

بعد میں انور سیف اللہ اور شیر پاؤ نے اے ایس اے ٹریڈنگ سے نکالی گئی رقوم پورا کرنے کے لیے تعاون سے انکار کر دیا اور یونس حبیب کو معزول کر کے مہران بینک کی انتظامیہ میں تبدیلیاں کی گئیں اور نصیر اللہ بابر اور ایف آئی اے کے سربراہ رحمان ملک نے اس تمام معاملہ کے ثبوت ختم کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی اور بعد میں قدوائی کو بینک سے نکال باہر کیا۔

شیر پاؤ کو مزید تین سال قید

خصوصی احتساب عدالت پشاور نے سابق وزیراعلیٰ سرحد آفتاب احمد خان شیر پاؤ کو عدالت کی طرف سے اشتہاری قرار دینے کے باوجود مسلسل غیر حاضری کی بنا پر نیب آرڈیننس کی دفعہ 31 اے کے تحت تین سال قید کی سزا کا حکم سنایا ہے اور ملزم کے خلاف دائمی وارنٹ گرفتاری جاری کرتے ہوئے ان کے نام کو تمام اہم سرکاری مقامات پر بطور سزا یافتہ مجرم درج کرانے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔ یہ احکامات احتساب عدالت نمبر تین کے جج سید زاہد یحییٰ گیلانی نے ریجنل احتساب بیورو (ریب) کی طرف سے ملزم آفتاب احمد خان شیر پاؤ کے خلاف محکمہ تعلیم سے متعلق دائر کئے گئے ریفرنس پر فیصلہ سناتے ہوئے جاری کئے۔ عدالت نے ہدایت کی کہ ملزم جہاں کہیں بھی نظر آئے اسے فوری طور پر گرفتار کر کے جیل میں بند کیا جائے۔

اس وقت کے نگران وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف کا کہنا تھا کہ پارٹی نے ہدایت کی تو وزارت اعلیٰ چھوڑ دوں گا۔ مسلم لیگی ہوں اور مسلم لیگی رہوں گا۔ مجھے جو نیجو کی قیادت پر اعتماد ہے۔ مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے محمد خان جو نیجو کی گاڑی نواز شریف چلا کر پارٹی سیکرٹریٹ لائے۔ امریکی سفیر آرنلڈ رافیل نے کہا کہ صدر ضیاء کی طرف سے اسمبلیاں توڑنے کا اقدام آئینی ہے۔ کلثوم سیف اللہ نے کہا کہ ہم ہد عنوان ہیں تو ہمیں سزا دی جائے۔

مجلس عاملہ کے اجلاس میں بحث سمیٹتے ہوئے محمد خان جو نیجو نے کہا کہ تمام اراکین کی تفصیلی گفتگو سے یہ تاثر ابھرا ہے کہ تمام حالات کو سامنے رکھ کر ہم آئندہ انتخابات میں حصہ لیں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ یہ انتخابات 90 دن میں ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ صدر ضیاء الحق سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ آپ نے جو اقدام کیا ہے اسے ہم نے کسی طور پر منظور نہیں کیا اور اس کے اثرات اچھے نہیں ہوں گے۔ ہم عوام کی پیداوار ہیں اور عوام کے سامنے جانے سے ہچکچاتے نہیں۔ اس کے جواب میں صدر نے کہا کہ میں خود مسلم لیگ کو مضبوط بنانا چاہتا ہوں۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ یہ کام کس طرح انجام دیں گے جبکہ آپ کے موجودہ اقدام سے مسلم لیگ کو دھچکا پہنچا ہے۔ صدر ضیاء نے کہا کہ میں جو کابینہ تشکیل دے رہا ہوں۔ اس میں آپ کے آدمی ہوں گے۔ اس پر میرا فوری رد عمل یہ تھا کہ اگر آپ تین ماہ میں انتخابات کر رہے ہیں تو اپنی کابینہ میں ان افراد کو شریک نہ کریں جو انتخابات میں حصہ لینے کے خواہش مند ہیں۔ محمد خان جو نیجو نے کہا کہ اب ایسی اسمبلی نہیں آئے گی جو صدر کو تقویت دے سکتی ہو۔ ہم نے اب تک جو بھی فیصلے کیے صدر کی مرضی سے کیے اور ہمیشہ انہیں ساتھ لے کر چلنے کی پالیسی پر عمل کیا۔

قیمتی زندگیوں کا افسوسناک جانی نقصان بھی اٹھانا پڑا اور چونکہ پاکستان کے شہریوں کی جان و مال اور عزت مکمل طور پر غیر محفوظ ہو چکی تھی جبکہ پاکستان کی یکجہتی اور نظریہ خطرے میں پڑ چکا ہے۔ عوام کی اخلاقی حالت اس حد تک پست ہو چکی ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور چونکہ میری رائے میں ایک ایسی صورتحال پیدا ہو چکی ہے جس کے تحت فیڈریشن کی حکومت کو آئین میں ترامیم کردہ دفعات کے مطابق مزید قائم نہیں رکھا جاسکتا اور رائے دہندگان سے اپیل ضروری ہو جاتی ہے لہذا ان حالات کے پیش نظر میں جنرل محمد ضیاء الحق صدر پاکستان ان اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 58 کی شق بی 2 کے تحت مجھے حاصل ہیں۔ فوری طور پر قومی اسمبلی توڑتا ہوں اور اس اقدام کے نتیجے میں کابینہ بھی فوری طور پر ٹوٹ جاتی ہے۔ 29 مئی 1988ء کو محمد خان جو نیجو کی حکومت برطرف کرنے کے بعد 26 جون 1988ء کو قوم سے خطاب میں جنرل ضیاء الحق نے اعلان کیا کہ گزشتہ حکومت نے جن با اثر اور سیاسی افراد کے کروڑوں روپے کے قرضے معاف کیے۔ ان کا نہ صرف سرعام اعلان کیا جائے گا بلکہ ان افراد سے معاف کیے گئے قرضوں کا ایک ایک پیسہ وصول کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ماضی کی حکومت نے سیاسی مصلحتوں کے باعث جن معاشی پالیسیوں کو اختیار کیا ان کی وجہ سے ملک معاشی لحاظ سے نیم دیوالیہ ہو چکا ہے۔ اس حکومت نے سیاسی وفاداریاں خریدنے کے لیے کروڑوں روپے کے قرضے معاف کیے۔ تعاون حاصل کرنے کے لیے پرمٹ اور لائسنس دیئے قومی بینکوں کو ذاتی جاگیر سمجھ کر خزانوں کا منہ کھول دیا۔ اس خطاب کے دوران متعدد مرتبہ جذبات حملہ آور ہوئے تاہم ایک موقع پر جنرل صاحب کے آنسو بہہ نکلے اور انہوں نے تقریر روک کر آنسو پونچھے۔ اس خطاب میں صدر ضیاء الحق نے اعلان کیا کہ وہ اور ان کے رفقاء جلد اپنے اثاثوں کا اعلان کریں گے مگر یہ اعلان بھی ممکن نہ ہو سکا۔

یکم جون 1988ء کو محمد خان جو نیجو نے اپنی پارٹی کی مجلس عاملہ میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ صدر ضیاء الحق کو 90 دن کا کھیل دوبارہ نہیں کھیلنے دیں گے۔

بھی جو مرکز اور صوبوں کے باہمی تعلقات، صوبائی خود مختاری کے دائرہ کار پر دست اندازی، سینٹ کے کردار، اعلیٰ عدالتوں کے احترام، حکومت کی انتظامی مشینری کے استعمال اور اسی طرح کے چند امور کے سلسلے میں مسلسل پیش آتے رہے۔

انتہائی وسیع پیمانے پر قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ اور بدعنوانیوں کی شرمناک وارداتوں اور سندھ میں امن و امان کی اندوہناک صورتحال کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ ان حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وفاقی حکومت آئینی تقاضوں کے مطابق نہیں چلائی جا رہی تھی اور نہ چلائی جاسکتی ہے اور رائے دہندگان سے دوبارہ رجوع کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ چنانچہ قومی اسمبلی توڑی جاتی ہے۔ میں نے یہ فیصلہ اپنے حلف کی پاسداری اور عظیم ذمہ داری کو نبھانے کی خاطر کیا جو آئین کی رو سے وفاق پاکستان کے اتحاد کی علامت اور آئین کے محافظ کی حیثیت سے مجھ پر عائد ہوتی ہے۔

صدر غلام اسحاق خان نے اپنی تقریر میں مزید کہا کہ میرا یہ فیصلہ مکمل طور پر غیر جذباتی غور و فکر اور پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ اصلاح احوال کی دیگر تمام کوششوں کے صبر آزما انتظار کے باوجود بے نتیجہ ثابت ہونے پر اس یقین کے ساتھ کیا گیا ہے کہ یہ فیصلہ کروڑوں پاکستانی بے زبان عوام کی سوچ، خواہشوں اور امنگوں کے عین مطابق ہے۔

مجھے بھی قوم کی طرح امید تھی کہ منتخب افراد حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی اصلاح آپ کرنے کے دلیرانہ عمل کی ابتداء کریں گے مگر حالات بد سے بدتر ہوتے گئے اور سیاسی محاذ آرائی کو دوطرہ بنا لیا گیا۔ سیاسی شک ایک پیچھے کھولے گئے اور وفاداریاں کھلی منڈی میں مویشیوں کی طرح بیچی اور خریدی گئیں۔

کوئی وزارت کے ترازو میں تل کر بکا۔ کسی نے ضمیر کا سودا زمین کے بدلے طے کیا۔ کسی نے قرضوں کے عوض اور کسی نے وعدہ فردا کے لالچ میں سیاسی وفاداریاں گروی رکھیں جنہوں نے ظاہری وفاداری میں شرط استواری برقرار رکھی۔ انہوں نے بھی

بینظیر بھٹو حکومت برطرف کرنے پر غلام اسحاق خان کا قوم سے خطاب

صدر مملکت غلام اسحاق خان نے بے نظیر بھٹو کی حکومت برطرف کرتے ہوئے 16 اگست 1990ء کو اپنے خطاب میں حکومت برطرف کرنے کے جواز پیش کیے۔ ان میں وہ کہتے ہیں کہ چند مفاد پرست، خود غرض اور ناقابل اصلاح افراد کو عوام کی قسمت اور ملک کی تقدیر سے کھیلنے کی کھلی چھٹی نہیں دی جاسکتی اور اسمبلی توڑنے کے فیصلے کی بڑی وجہ یہی ہے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ان کا فیصلہ آئینی اور جمہوری ہے اور اس پر کسی کا احتجاج برداشت نہیں کیا جائے گا اگر کوئی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عوامی احتساب سے بچنے کے لیے عوام کو غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کرے گا تو اس سے سختی سے نمٹا جائے گا۔

مجھے یقین ہے کہ اب تک آپ کے علم میں یہ بات آچکی ہوگی کہ میں نے آئین کے آرٹیکل 58 کی شق بی 2 کے تحت اختیارات بروئے کار لاتے ہوئے قومی اسمبلی توڑ دی ہے۔ وزیراعظم اور ان کی کابینہ اپنے عہدوں پر برقرار نہیں رہے۔ آج جاری ہونے والے حکمنامے میں آئین قانون اور مسلمہ جمہوری روایات کے منافی ان افسوسناک سرگرمیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن کے نتیجے میں ایک منتخب ادارے کی افادیت ختم ہو گئی تھی اور وہ عوامی اعتماد سے محروم ہو چکا تھا، سیاسی وفاداریوں کی کھلے بندوں اور لگاتار خرید و فروخت کے ذریعے انتخابی مینڈیٹ میں خورد برد کے قابل مذمت طرز عمل کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور آئین کی خلاف ورزی کے ان متعدد واقعات کی نشاندہی

ترک تعلق کی دھمکیوں کے بل پر اپنی قیمت وصول کی۔ سوداگروں نے ہر کروٹ سے ذاتی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی پارلیمنٹ کو حد درجہ نا عاقبت اندیشی کے ساتھ فروعی معاملات میں الجھا دیا گیا اور قانون سازی میں کوئی دلچسپی نہ لی گئی۔ ماسوائے بجٹ کے کوئی قابل ذکر بل اسمبلی میں پاس تو کجا پیش تک نہ کیا گیا۔ بیشتر معاملات پر آنے آرہینسوں کے از سر نو اجراء کے ذریعے چلائے جاتے رہے اور اکثر اوقات تحریک التواء اور تحریک استحقاق کی نذر ہوتے رہے۔ سینڈنگ کمیٹیوں کی تشکیل میں 19 ماہ تک لیت و لعل سے کام لیا گیا۔ وزراء اسمبلی میں بیٹھنے کے روادار نہ تھے۔ سیاسی مصلحتوں اور عدم دلچسپی کے باعث فرسودہ قوانین کو آئین کے مطابق ڈھالنے کے لیے ضروری ترامیم کی زحمت تک گوارہ نہ کی گئی۔

دوسری طرف سینٹ کے وقار کو زک پہنچانے اور اسے متنازعہ بنانے کی شعوری کوششیں جاری رکھی گئیں۔ ایک طرف اعلیٰ عدالتوں کا مذاق اڑایا گیا اور ان کے فیصلوں کی غیر جانبداری پر کھلم کھلا انگشت نمائی کی گئی تو دوسری طرف ضابطے کی کارروائی کے بغیر ہزاروں قیدیوں کو سیاسی آزادیوں کے نام پر جیلوں سے رہا کر کے یا ان کی سزاؤں میں تخفیف کر کے انصاف کے تقاضوں کو پامال کیا گیا۔ سیاسی قیدیوں کی رہائی مستحسن اقدام تھا مگر رہا کیے جانے والوں میں قانون کے اور اخلاقی مجرم بھی شامل تھے۔ حکومت نے الیکشن کمیشن کو نظر انداز کیے رکھا اور طویل عرصہ گزارنے کے باوجود ممبران کی خالی آسامیاں پر نہ کی گئیں جس کے باعث کمیشن متعدد ایسی عذر داریوں اور فلور کر اسنگ کے مقدمات کی سماعت سے قاصر رہا جن سے اسمبلیوں کی پارٹی پوزیشن میں فرق پڑ سکتا تھا۔ وزیراعظم سیکرٹریٹ میں پلیسمنٹ بیورو کے نام سے ایک ادارہ قائم کر کے سیاسی بنیادوں پر 26 ہزار افراد کو سرکاری ملازمتوں سے نوازا گیا نہ مروجہ ضابطوں کا خیال رکھا گیا اور نہ قابلیت، تجربہ، عمر اور کوٹہ کی پابندیوں کے لحاظ سے یہاں تک کہ قانونی طور پر نا اہل قرار دیئے جانے والوں تک کو بلا کسی جواز کے سرکاری آسامیوں کا اہل سمجھا گیا۔

برطرف حکومت نے سرکاری ملازمتوں سے نکالے گئے افراد اور عوام کے ٹھکرائے

ہوئے عناصر پر مشتمل مشیروں، معاونین خصوصی اور او ایس ڈی کی اچھی خاصی فوج بھرتی کی۔ یہ معالجین اپنے آپ کو ہر طرح کی انضباطی پابندیوں اور مروجہ رولز اینڈ ریگولیشنز سے آزاد سمجھتے ہوئے ایوان اقتدار میں دندناتے پھرتے تھے۔ ان کی تقرری پر عوامی تنقید میں شدت آئی تو ان کے استعفیٰ منظور کر کے صدر کے حکم کے مطابق عہدوں سے فارغ کر دیا گیا مگر اس کے باوجود انہیں تمام تر سرکاری مراعات اور نوازشات کے استعمال کی اجازت عطا کی گئی۔ حکومت کے مطابق ان افسروں کی تعداد 59 جبکہ اخبارات کا کہنا تھا کہ ان کی تعداد سو سے تجاوز کر گئی تھی۔

وفاقی نظام کو چلانے میں ارباب بست و کشاد آئینی تقاضے پورے نہ کر سکے۔ مرکز اور صوبوں کی چپقلش، تعلقات میں کشیدگی اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششوں نے وہ زور پکڑا کہ سازش کی حدود کو چھوئے لگیں۔

آئین میں صوبائی خود مختاری کو یقینی بنانے کے لیے کونسل آف کامن انٹرسٹ تجویز کی گئی مگر صوبوں کے مسلسل اصرار کے باوجود اس کا اجلاس طلب کرنے سے گریز کیا گیا۔ اسی طرح صوبوں کے درمیان قومی وسائل کی تقسیم کیلئے آئین میں نیشنل فنانس کمیشن تجویز کیا گیا مگر اس بات کو جواز بنا کر کہ اس ادارے کی تشکیل نو کی جا رہی ہے۔ اس کا اجلاس بلانے سے بھی گریز کیا جاتا رہا۔ یہ کسی کی مرضی و منشا کا معاملہ نہ تھا بلکہ ایک آئینی پابندی تھی۔ جس کا پورا کیا جانا ضروری تھا لیکن اس سے غفلت پر صوبوں کو یہ تاثر ملنے لگا کہ انہیں ان کے حقوق سے اور قومی وسائل میں ان کے جائز حصے سے دانستہ محروم رکھا جا رہا ہے۔ ایسے منصوبوں کے مرکزی کنٹرول پر اصرار کیا گیا جو صوبوں کے دائرہ کار میں آتے تھے۔ پیپلز ورکس پروگرام اس دوہرے طرز عمل کی بدترین مثال تھا۔ 5 ارب کی خطیر رقم سے چلائے جانے والے پروگرام کے لیے فنڈز مختص کرنے اور رقوم کی ادائیگی اور حسابات کی جانچ پڑتال کے معاملے میں مسلمہ مالیاتی قواعد و ضوابط سے اپرواہی برتتے ہوئے ایک ترقیاتی منصوبے کو سیاسی رشوت کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی گئی۔

گروہ کسی جماعت کے خلاف نہیں۔ رسہ کشی، محاذ آرائی اور ہٹ دھرمی کی پالیسی کے خلاف ہے۔ موقع پرستی، مصلحت کوئی، خود غرضی اور مفاد پرستی کے رجحانات کے خلاف ہے۔ جمہوریت کے مستقبل کے بارے بڑھتے ہوئے اندیشوں کے خلاف ہے۔ بدعنوانی اور بے عملی کی روش کے خلاف ہے۔ یہ فیصلہ جمہوریت کے نام پر جمہوریت کشی اور عوام کے نام پر عوام دشمنی کے خلاف ہے۔

گزشتہ آٹھ ماہ کے دوران حالات کی سنگینی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ انتظامیہ اور قانون کے محافظ سیاسی دباؤ کے سامنے بے دست و پا ثابت ہوئے۔ وہ نہ کسی کو تحفظ دے سکے نہ انصاف صرف اس سال یعنی یکم جنوری سے 31 جولائی 1990ء تک صرف سات ماہ میں سندھ میں مختلف وارداتوں میں 1187 افراد ہلاک اور 2491 زخمی ہوئے۔ ان میں نسلی بنیادوں پر مارے جانے والوں کی تعداد 635 اور زخمی ہونے والوں کی تعداد 1433 تھی۔ اس کے برعکس باقی تینوں صوبوں میں مجموعی طور پر 599 افراد ہلاک اور 1656 زخمی ہوئے۔ وہاں مرنے والوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو نسلی بنیادوں پر مارا گیا ہو البتہ 14 آدمی زخمی ضرور ہوئے۔ ان سات مہینوں میں سندھ میں 765 افراد اغواء کیے گئے اور 1062 ڈکیتیاں ہوئیں ملک کے باقی تینوں صوبوں میں کل ملا کر اغوا کی 115 اور ڈکیتی کی 327 وارداتیں ہوئیں۔ سندھ کی حکومت ناکام ہو چکی تھی۔ مرکز اور سندھ میں ایک ہی حکومت تھی مگر صوبائی حکومت کو آئین کے مطابق چلانے کی کوشش نہ کی گئی۔

قومی اور عالمی اخبارات بڑے بڑے سیکنڈلز چھاپ رہے تھے۔ بدعنوانیوں کے ریکارڈ بن رہے تھے۔ کرپشن پاکستانی سیاست کا ٹریڈ مارک بن چکا ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ تجارتی بینکوں اور مالیاتی اداروں مثلاً زرعی بینک، این ڈی ایف سی اور پبلک سے ناجائز مراعات حاصل کرنے اور دلوانے کی راہ ہموار کرنے کے لیے ان میں کلیدی اسامیوں پر اہلیت اور تجربے کا خیال کیے بغیر پسند کے افراد تعینات کیے گئے۔ مشکوک حیثیت والی فرموں کے ساتھ عالمی منڈی کی قیمتوں سے کہیں کم داموں پر روٹی اور چاول کی فروخت کے بڑے بڑے سودوں میں کروڑوں کالمیشن کھایا گیا۔ یہ خبریں بھی شائع ہوئیں کہ توانائی، ہوابازی اور مواصلات سمیت کئی شعبوں میں بیرونی ممالک سے اربوں کی خریداری ملکی ضروریات، معیار اور ارزاق قیمت کی بجائے ذاتی منافع کا معیار پیش نظر رکھ کر کی گئی۔ سرکاری ٹھیکوں، لائسنسوں، پرمٹوں اور صنعتی اجازت ناموں کے سلسلے میں بڑی بڑی رشوتوں اور سیاسی نوازشوں کی باتیں سننے میں آئیں۔ میرا یہ فیصلہ کسی فرد کسی

سکتا ہے کہ سابق وزیراعظم سردار عبدالقیوم خان سے لبریشن سیل کے فنڈ کے حوالے سے تحقیقات کی گئیں تو ایک خط کے ذریعے سردار عبدالقیوم نے کہا کہ یہ بات مجھ سے کوئی ”را“ کا ایجنٹ ہی پوچھ سکتا ہے کہ میں نے 56 کروڑ کی رقم تحریک آزادی میں کہاں خرچ کی۔

سردار عبدالقیوم خان اور ان کے ہونہار سیاسی جانشین سردار عتیق مفاد پرستی میں اس درجہ پختہ ہیں کہ ہمیشہ نواز شریف کو اپنا بھائی قرار دینے والے سردار قیوم نے جنرل مشرف حکومت کے پہلے ہی دن اخبارات کو جو بیان جاری کیا۔ اس میں انہوں نے کہا کہ نواز شریف کو ان کے مشورے نہ ماننے کی سزا ملی ہے کہ ان کا تختہ الٹ دیا گیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر کشمیر پر لائینگ کے لیے جانے والے وفد میں سردار قیوم یا ان کے صاحبزادے سردار عتیق ضرور شامل ہوتے ہیں لیکن ان کے بیانات سے آج بھی یہ واضح نہیں کہ وہ الحاق کی بات کرتے کرتے نجی محفلوں میں خود مختار کشمیر کے موقف کے حامی کیوں ہو جاتے ہیں۔



سردار عبدالقیوم خان

(سابق صدر، وزیراعظم آزاد کشمیر)

وزیراعظم آزاد کشمیر بیرسٹر سلطان محمود نے سابق وزیراعظم اور مسلم کانفرنس کے سربراہ سردار عبدالقیوم خان کے دور میں ”لبریشن سیل“ میں 56 کروڑ کی خورد برد سمیت آزاد کشمیر کے مختلف ترقیاتی اداروں اور دوسرے محکموں کی کرپشن کی تحقیقات کے لیے احتساب کمیشن قائم کیا۔ جس کا سربراہ آزاد کشمیر ہائیکورٹ کے حاضر سروس جسٹس یونس سرکھوی کو بنایا گیا۔ حکومت کے علاوہ عام لوگوں نے بھی اس کمیشن میں ریفرنس دائر کیے جن میں لبریشن سیل کے 56 کروڑ کا معاملہ مظفر آباد اور میرپور ترقیاتی اداروں میں کروڑوں کی کرپشن اور بدعنوانیاں اور 1992ء کے سیلاب میں منگلا ڈیم کے پانی میں بہہ کر آنے والی انتہائی قیمتی لکڑی کی نکاسی میں لاکھوں روپے کی خورد برد جیسے معاملات شامل ہیں لیکن ہر دور کے ”مثالی اور کڑے“ احتساب کی طرح 4 برس کے بعد بھی کسی ایک ریفرنس کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ آزاد کشمیر احتساب کمیشن کے ذرائع کے مطابق حکومت نے احتساب کمیشن تو قائم کر دیا ہے لیکن احتسابی سرگرمیوں کے لیے وسائل اور دیگر سہولیات فراہم نہیں کی جاتیں۔ احتساب کمیشن کی حیثیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا

بٹی شرمیلا فاروقی کا شوق پورا کرنے کے لیے ایک ٹیلی ویژن پروڈیوسر کو لاکھوں روپے دے کر خصوصی ڈرامہ تیار کرایا۔ فاروقی فیملی زوال کا شکار ہوئی تو رشتہ داروں نے بھی آنکھیں پھر لیں۔ عثمان فاروقی کے بہنوئی اور دیگر رشتہ داروں نے ان کی ناجائز دولت کے ثبوت فراہم کر کے پورے خاندان کی ”لتیڈ بودی“

اخبارات میں عثمان فاروقی کے برعکس ان کی بیگم اور بٹی کی تصاویر اور بیانات تواتر سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ سٹیل ملز میں کرپشن پر قید کاٹنے والے فاروقی خاندان کی ان خواتین کا کہنا ہے کہ جیل میں انہیں عبادت کے لیے وقت اور موقع نہیں ملتا۔ ساتھی قیدی عورتیں ساری رات گاتی بجاتی رہتی ہیں اور ان کے نوافل و تہجد میں حائل ہوتی ہیں۔ شرمیلا فاروقی آزادی کے دنوں میں نت نئے زیورات و ملبوسات میں اونچی موسائی کے لبرل حلقوں کی جان سمجھی جاتی تھیں۔ سیف الرحمن کے احتساب سیل نے جب ان کے والد کی لوٹ مار کے سلسلے میں ان سے پوچھ گچھ کی تو شرمیلا فاروقی نے ایک طوفان کھڑا کر دیا اور الزام لگایا کہ سیف الرحمن نے انہیں جنسی طور پر ہراساں کیا۔ کرپشن میں ملوث افراد کے لیے یہ خاندان باعث عبرت ہے۔ ان کے حال پر غور کرنے والے میں اگر ذرا بھی غیرت کی رمق ہو تو وہ کرپشن سے تائب ہو جائے۔



عثمان فاروقی کی لاڈلی بیٹی شرمیلا فاروقی

فاروقی خاندان

احتساب عدالت سے سزا کے بعد عثمان فاروقی کو سنٹرل جیل کراچی ان کی اہلیہ انیسہ فاروقی اور بیٹی شرمیلا فاروقی کو ویمن جیل کے وارڈ میں عام قیدیوں کی حیثیت سے رکھا گیا۔ رنگ رنگ کے کھانے چکھنے والے کو جیل کا پکا کھانا دیا گیا، لوٹ مار کی دولت سے قیمتی ملبوسات زیب تن کرنے والی انیسہ اور شرمیلا کو جیل کی وردی اور نمبر بھی الاٹ کیا گیا۔ جیل ذرائع کے مطابق قید کے پہلے دن عثمان فاروقی نے جیل کا کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ ان کا اصرار تھا کہ انہیں گھر سے کھانا منگوا کر دیا جائے۔ جیل کا ماحول کرپشن کی دولت پر عیش کرنے والوں کے لیے شاید آہستہ آہستہ اپنا آپ کھول رہا ہے کیونکہ دونوں خواتین نے ساتھی قیدی خواتین کے سمجھانے پر جیل کا کھانا کھانے پر رضامندی ظاہر کی۔ جیل کا کھانا شرمیلا کو ہضم نہ ہوا تو اس نے قے کرنا شروع کر دی۔ قبل ازیں انیسہ اور شرمیلا کو جب بتایا گیا کہ انہیں جیل کے کپڑے پہننا ہوں گے کیونکہ وہ بچے قیدی ہیں اور انہیں اے یا بی کلاس قیدی کی مراعات بھی نہیں حاصل ہوں گی تو ان کی حالت غیر ہو گئی اور شرمیلا فاروقی نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ جیل کے کپڑے کسی صورت نہیں پہنے گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ جیل انتظامیہ نے ”کچھ بھی کرنے“ کے لیے خاص انتظامات کیے اور اسے قیدیوں کی وردی پہنا دی۔ عثمان فاروقی نے اپنی لاڈلی

سے پوشیدہ نہ تھا کہ وہ اختیارات کے استعمال کے اہل نہ تھے۔ فاضل عدالت نے پٹرول پمپ ریفرنس میں منظور وٹو کو بیس ماہ قید 10 لاکھ جرمانہ اور جرمانہ ادا نہ کرنے پر مزید دس ماہ قید کی سزا سنائی۔ عدالت نے تفصیلی فیصلے میں لکھا کہ اگرچہ وکیل صفائی کا موقف ہے کہ پلاٹوں کی الاٹمنٹ کینسل ہوئی تھی تاہم میں سمجھتا ہوں کہ جرم اس وقت ہو گیا جب منظور وٹو نے بطور وزیر اعلیٰ پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے احکامات جاری کیے۔ یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ احکامات کوشش تھے اور جرم سرزد نہیں ہوا۔ پہلا جرم اس وقت ہو گیا تھا جب بد نیتی پر مبنی غیر قانونی نوٹیفیکیشن جاری ہوا۔ عدالت نے قرار دیا کہ منظور وٹو نے مذکورہ ریفرنس کے مسئلہ پر جتنی الاٹمنٹس کیں وہ تمام غیر قانونی بلا جواز بد نیتی پر مبنی ہیں اور بددیانتی شمار کی جاتی ہیں۔ عدالت نے فیصلہ میں لکھا کہ استغاثہ نے ملزم کے بارے میں تسلی بخش شواہد اور ثبوت فراہم کر دیئے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملزموں پر کرپشن کے الزامات ثابت ہو گئے ہیں۔ فاضل عدالت نے فیصلہ میں کہا کہ یہ انتہائی بد قسمتی ہے کہ چند مثالوں کو چھوڑ کر یہ روایت بن چکی ہے کہ سیاستدان جب اقتدار میں آ جاتے ہیں تو اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے آقا بن جاتے ہیں اور خدمت اور نوکری بھول جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا کوئی کام غیر قانونی نہیں ہے۔ جرم نہیں ہے۔ وہ خود کو ہر قسم کی پوچھ گچھ سے بالاتر تصور کرتے ہیں اور اس کو اپنا صوابدیدی اختیار تصور کرتے ہیں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ معاشرہ اس رجحان کا شکار ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے تمام قوم اس صورتحال کے خلاف احتجاج کر رہی ہے اور اسے ختم کرنے کے لیے احتیارات کے تحت دو شخص ضمانتیں لیتے ہوئے رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ عدالت نے ملزمان کو اعلیٰ عدالت میں اپیل کا حق بھی دیا۔ میاں منظور وٹو پر اپنی وزارت اعلیٰ کے دوران ایک ہی دن میں ایک سو دس پلاٹوں کی صحافیوں، وکلاء اور اپنے حامیوں اور دوستوں کو الاٹ کرنے کا الزام تھا۔ دوسرے ریفرنس میں ایک خاتون سیما کو پٹرول پمپ کے لیے ناجائز الاٹمنٹ کا الزام تھا۔ منظور وٹو کے وکیل کا موقف تھا کہ چونکہ ملزم نے الاٹمنٹ کے دوسرے ہی دن الاٹمنٹ منسوخ کر دی تھی۔ اس لیے جرم نہیں بنتا۔ عدالت نے کہا کہ منظور وٹو ایک طویل عرصہ اقتدار میں رہے ہیں اس لیے یہ امر بھی ان



منظور وٹو

(سابق وزیر اعلیٰ پنجاب)

احتساب کی خصوصی عدالت کے جج رفیق گوریجہ نے سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو کو دو الگ الگ ریفرنسوں میں جرم ثابت ہونے پر مجموعی طور پر 5 سال 8 ماہ قید۔ پچاس لاکھ روپے جرمانہ اور آئین کے آرٹیکل 63 کے تحت قومی و صوبائی اسمبلی کے انتخابات لڑنے کے لیے عمر بھر کے لیے نا اہل قرار دیدیا۔ عدالت نے ایک ریفرنس میں منظور وٹو کی شریک ملزمہ سیما کو بھی دس سال قید اور 10 لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی ہے۔ تاہم خاتون ہونے کے ناطے اعلیٰ عدالت میں اپیل کرنے تک انہیں از خود اختیارات کے تحت دو شخص ضمانتیں لیتے ہوئے رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ عدالت نے ملزمان کو اعلیٰ عدالت میں اپیل کا حق بھی دیا۔ میاں منظور وٹو پر اپنی وزارت اعلیٰ کے دوران ایک ہی دن میں ایک سو دس پلاٹوں کی صحافیوں، وکلاء اور اپنے حامیوں اور دوستوں کو الاٹ کرنے کا الزام تھا۔ دوسرے ریفرنس میں ایک خاتون سیما کو پٹرول پمپ کے لیے ناجائز الاٹمنٹ کا الزام تھا۔ منظور وٹو کے وکیل کا موقف تھا کہ چونکہ ملزم نے الاٹمنٹ کے دوسرے ہی دن الاٹمنٹ منسوخ کر دی تھی۔ اس لیے جرم نہیں بنتا۔ عدالت نے کہا کہ منظور وٹو ایک طویل عرصہ اقتدار میں رہے ہیں اس لیے یہ امر بھی ان

عدالت نے فیصلہ میں لکھا کہ کوئی ایسا ثبوت سامنے نہیں آیا جس سے یہ ثابت ہو



میاں عبدالوحید

حلقہ این اے 93 سے مسلم لیگ (ن) کے معطل رکن اسمبلی میاں عبدالوحید نے اکھوں روپے کا دولت ٹیکس، انکم ٹیکس اور پراپرٹی ٹیکس بچانے کے لیے گھر اور پلازے بیوی، بیٹی اور بیٹے کے نام کر رکھے ہیں۔ میاں عبدالوحید نے اپنی جائیداد خاندان کے مختلف افراد کو تحائف کی صورت میں دے رکھی ہے۔ میاں عبدالوحید کے اسلام آباد میں دو پلازے تھے جن میں سے ایک کو ہوٹل میں تبدیل کر کے آمدن میں پچاس فیصد اضافہ کر لیا لیکن پلازہ اور ہوٹل دونوں کو اپنے گوشوارے میں ظاہر نہ کیا۔ میاں عبدالوحید کی اسلام آباد میں ایک کوٹھی ہے جس کی قیمت ایک کروڑ روپے سے کہیں زیادہ بتائی جاتی ہے۔ میاں عبدالوحید نے یہ کوٹھی کرایہ پر دے رکھی ہے۔ جس کا ماہانہ کرایہ تقریباً 60 ہزار روپے ہے۔ انتخابی گوشوارے میں اس قیمتی کوٹھی کا کوئی ذکر نہیں۔ میاں عبدالوحید نے ظفر علی روڈ گلبرگ میں موجود کوٹھی کی قیمت 45 لاکھ روپے ظاہر کی ہے حالانکہ کوٹھی کی جگہ 3 کنال 16 مرلے پر مشتمل ہے۔ ظفر علی روڈ پر اس جگہ کی قیمت تقریباً 70 لاکھ ہے۔ میاں عبدالوحید نے انتخابی گوشوارے میں کہوٹہ کے مقام پر ایک پلاٹ کی قیمت 90 ہزار روپے ظاہر کی ہے جبکہ وہاں پلاٹ کی قیمت 5 لاکھ کے قریب ہے۔ چار سال قبل بھی یہ پلاٹ ساڑھے تین لاکھ سے کم نہ تھا۔ گورنمنٹ ایمپلائز سوسائٹی میں دو کنال کے پلاٹ کی قیمت ساڑھے پچانوے ہزار روپے ظاہر کی گئی جو اصل قیمت سے کئی گنا کم ہے۔

سکے کہ الاٹمنٹ کینسل کی گئی اور نہ ہی کسی الاٹی نے ان پلاٹوں سے اظہار التعلقی کیا ہے۔ پلاٹ کیس کا فیصلہ 85 صفحات جبکہ پٹرول پمپ کیس کا فیصلہ 92 صفحات پر مشتمل تھا۔ دونوں ریفرنس گزشتہ حکومتوں میں ساڑھے تین سال تک ہائیکورٹ میں زیر سماعت رہے لیکن ان کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو کے خلاف بیت المال ریفرنس اور فرنیچر ریفرنس کی سماعت تاحال جاری ہے۔ سرکاری بیت المال میں بے ضابطگی کے الزم میں منظور وٹو کے خلاف جو ریفرنس دائر کیے گئے۔ ان کے تحت واجب الادا رقم کی مالیت ایک کروڑ روپے سے زائد بنتی ہے۔ منظور وٹو کی شریک جرم سیما مسلم لیگ (ج) کے کارکن میاں نعیم کی اہلیہ ہیں اور وہ مسلم ٹاؤن میں رہائش پذیر ہیں۔ سیما نعیم نے بتایا کہ ہم نے صرف الاٹمنٹ کی درخواست دی تھی کوئی کرپشن نہیں کی۔

میاں منظور وٹو کی اہلیہ پروین وٹو نے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جس کیس میں سزا سنائی گئی ہے وہ غلط درج کیا گیا۔ نواز شریف کے غلط اقدامات نے ہمیں بھی تباہ کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ وٹو حوصلے اور ہمت والے انسان ہیں۔ ڈیڑھ سال جیل میں رہ چکے ہیں۔ اس دوران میری ہر ہفتے ان سے ملاقات ہوتی رہی۔ اب آئندہ ملاقات ہوگی یا نہیں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ پروین وٹو نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ گھر کے سربراہ کے بغیر گھر کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ فیصلے کے بعد منظور وٹو نے اپنے صاحبزادے معظم وٹو کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ہمت سے کام لو ہمیں اعلیٰ عدالتوں سے انصاف ملے گا۔ منظور وٹو نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس فیصلہ کی توقع نہیں تھی۔ فیصلہ میرٹ پر نہیں ہوا اور ہم اس کے خلاف سپریم کورٹ سے رجوع کریں گے۔



برجیس طاہر

معطل لیگی رکن اسمبلی حلقہ این اے 103 اور سابق چیئر مین سٹینڈنگ کمیٹی برائے مواصلات چودھری محمد برجیس طاہر نے انتخابی گوشوارے میں کروڑوں روپے مالیت کی جائیداد آئل ملز، رائس ملز، پٹرول پمپ، سیالکوٹ میں فیکٹری اور ٹرانسپورٹ کے کاروبار کا ذکر تک نہیں کیا۔ گوشوارے میں ظاہر اثاثوں کی قیمت بھی اصل مالیت سے بہت کم بتائی۔ انہوں نے آٹھ سالہ دور اقتدار میں حیرت انگیز طور پر اپنی جائیداد میں کروڑوں روپے کا اضافہ کیا۔ برجیس طاہر وکلاء کے اس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو مہلے لگا کر موکل گھیرتا ہے۔ سانگلہ ہل کچہری جانے کے لیے وہ پرانے ماڈل کا ویسپا سکوٹر استعمال کرتے۔ 1985ء میں آزاد امیدوار کے طور پر الیکشن میں حصہ لیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کے دورہ سانگلہ ہل کے موقع پر برجیس طاہر نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کر دیا اور 1990ء کے انتخابات میں پہلی مرتبہ رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ برجیس طاہر جب منتخب ہوئے تو پانچوں بھائی اپنے بچوں کے ساتھ 8 مرلہ مکان میں رہتے تھے۔ پورے خاندان کی 18 ایکڑ زرعی اراضی تھی۔ اقتدار میں آتے ہی دن پھر نے لگے اور برجیس طاہر مسٹر ٹین پرسنٹ کے

مری پتہ میں چار کنال کا پلاٹ صرف ایک لاکھ کا ظاہر کیا گیا۔ میاں عبدالوحید نے فیصل آباد میں وراثتی زمین دس کنال ظاہر کی ہے جبکہ یہ زمین ایکڑوں میں ہے۔ انتخابی گوشوارے میں بینک اکاؤنٹس کی جو تفصیلات بتائی ہیں۔ وہ بھی حیران کن ہیں۔ حبیب بینک اسلام آباد سی ڈی اے برانچ میں 137 روپے یو بی ایل کراچی میں 1340 روپے، نیشنل بینک کراچی میں 563 روپے، نیشنل بینک ماڈل ٹاؤن اسلام آباد برانچ میں 803 روپے، حبیب بینک کوہ نور نگر برانچ فیصل آباد میں 250 روپے، حبیب بینک اسلام آباد میں 59 روپے۔ الائیڈ بینک پارلیمنٹ ہاؤس میں 4 روپے جبکہ ڈوکے بینک اسلام آباد میں 5 ہزار روپے ہیں۔ میاں عبدالوحید زمین کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے ہیں اور یہ کاروبار کروڑوں روپے پر مشتمل ہے۔

میاں عبدالوحید نے معطل رکن اسمبلی اور سابق چیئر مین ضلع کونسل لاہور چودھری ذوالفقار سے ایک ایسی زمین کا سودا کیا جس کی قیمت 70 لاکھ روپے تھی۔ میاں عبدالوحید نے چودھری ذوالفقار سے وہ زمین 70 لاکھ روپے کے عوض خرید لی جبکہ چودھری ذوالفقار کو ڈوکے بینک کے دو چیک 35 لاکھ روپے کے دیئے گئے۔ چودھری ذوالفقار نے یہ دونوں چیک سرحد کے سابق رکن قومی اسمبلی حاجی بکیر خان کو دیئے اور انہوں نے یہ دونوں چیک کیش کرائے۔ 70 لاکھ روپے دینے کے بعد میاں عبدالوحید کو معلوم ہوا کہ یہ زمین فراڈ ہے۔ حقائق معلوم ہونے کے بعد میاں عبدالوحید نے نواز شریف اور شہباز شریف کے ذریعے رقم واپس لینے کی کوشش کی۔ ذرائع کے مطابق موجودہ فوجی حکومت کے ذریعے میاں عبدالوحید کو تقریباً 35 لاکھ روپے واپس مل چکے ہیں۔ میاں عبدالوحید نے اس سارے کاروبار پر جو ٹیکس ادا کیا وہ چوبیس ہزار چھ سو تینتیس روپے ہے۔ دولت ٹیکس 61470 روپے ادا کیا جبکہ کاروبار اور جائیداد کا کوئی حساب نہیں۔ منڈیال پیپر ملز شیخوپورہ کے قریب میاں عبدالوحید کی 20 ایکڑ زمین ہے جبکہ ان کی بیوی کے نام بھی ایک مربع زمین ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق میاں عبدالوحید کے خلاف ایک کمپنی میں کرپشن کے حوالے سے انکوائری بھی ہوئی۔

رائے منصب علی خان

قومی اسمبلی کے حلقہ 105 کے معطل رکن رائے منصب علی خان نے 1960ء میں اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ مین بازار نکانہ صاحب میں ایک مکان کی بالائی منزل کرائے پر لے کر رہائش اختیار کر رکھی تھی اور ضلع کچہری میں وکالت شروع کر دی۔ ان کے پاس کوئی سواری نہ تھی پھر وکالت بھی نہ چل سکی۔ پڑھے لکھے ہونے کی بناء پر کھرل برادری نے 1964ء میں انہیں اپنا متفقہ نمائندہ بنا کر کامیاب کرایا اور پہلی بار پنجاب اسمبلی کے رکن بنے۔ والد کی وراثتی جائیداد میں سے چند ایکڑ اراضی انہیں حصہ میں ملی۔ مگر انہوں نے پراسرار طریقہ سے چند ہی برسوں میں اپنے کروڑوں روپے کے اثاثے بنالے۔ رائے منصب علی خان نے نکانہ صاحب کے وارڈ نمبر 14 میں جس مکان کی قیمت دو لاکھ ظاہر کی ہے وہ دس لاکھ روپے کا ہے۔ وزیر اعلیٰ روڈ لاہور کی کوٹھی نمبر 247 میں بیٹی کا چوتھائی حصہ ظاہر کر کے قیمت 4 لاکھ ساڑھے گیارہ ہزار بتائی حالانکہ اس کی موجودہ قیمت تقریباً ایک کروڑ روپے کے لگ بھگ ہے۔ انہوں نے لاہور کینٹ میں اپنی اہلیہ سعدیہ سلطان کے نام 63 کنال 2 مربے اراضی کی قیمت ظاہر نہیں کی۔ رائے منصب علی خان نے شیخوپورہ کے محلہ ہجرانوالہ میں 16 کنال 16 مربے نہری رقبے کی قیمت 10 لاکھ نو ہزار پانچ سو بتائی جبکہ یہاں فی مرلہ قیمت پچاس ہزار سے ایک لاکھ

نام سے مشہور ہو گئے۔ کمیشن لے کر ٹھیکے دیئے جاتے۔ برجیس طاہر نے اپنے ایک بھائی محمد جمیل کو سٹیل ملز کا ڈائریکٹر بنوایا جو پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں کرپشن کے الزامات کے باعث برطرف کر دیا گیا۔ برجیس طاہر کی نور آئل ملز میں بجلی چوری بھی پکڑی گئی جس پر واپڈا نے انہیں ایک کروڑ 25 لاکھ کا بل بھیجا۔ چودھری ٹریولرز کے نام پر 4 لکڑی کو چڑھیل آباد اور اسلام آباد کے درمیان چلتی ہیں۔ وہ ایک پولٹری فارم کے بھی مالک ہیں لیکن ان کے گوشوارے میں کسی کاروبار کا ذکر نہیں۔ برجیس طاہر نے سول لائن شیخوپورہ میں کوٹھی کی قیمت 13 لاکھ 50 ہزار لکھی جبکہ اس کی مالیت 40 لاکھ روپے بنتی ہے۔ سانگلہ ہل میں ادریس مارکیٹ کی قیمت ایک لاکھ بیس ہزار روپے ظاہر کی لیکن اس کی مارکیٹ ویلیو پچاس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ فیصل آباد اور سانگلہ ہل میں پچاس ایکڑ اراضی کی قیمت انہوں نے صرف ڈیڑھ لاکھ بتائی ہے۔ انہوں نے اسلام آباد میں واقع پلاٹ کی قیمت صرف دو لاکھ بتائی۔ برجیس طاہر نے مالیہ اور آبیانہ کی مد میں کئی برسوں سے ایک روپیہ بھی جمع نہیں کرایا۔



میاں یسین وٹو

مسلم لیگ کے رہنما اور سابق وفاقی وزیر میاں محمد یسین وٹو حلقہ این اے 113 اوکاڑہ سے منتخب ہوتے رہے۔ یسین وٹو نے کاغذات نامزدگی کے ہمراہ جو گوشتوارہ جمع کرایا۔ اس میں انہوں نے اپنی جائیداد کی قیمت مارکیٹ کی موجودہ قیمت سے کئی گنا کم ظاہر کی ہے اور پاک دامن و ایماندار کے طور پر مشہور یسین وٹو اپنی پر تعیش رہائش گاہوں، فرنیچر، زیورات، دو بینک اکاؤنٹس، مویشیوں، پٹرول پمپ اور مچھلی فارم کا ذکر گول کر گئے۔ یسین وٹو نے اپنے بیٹے اور بیٹیوں کے نام پر موضع مہر شاہ کھگہ میں 30 کنال 10 مرلے چک نمبر 14 ڈی میں 48 کنال، موضع جموں تحصیل منجن آباد میں 282 کنال 14 مرلے وراثتی اور سندرم ملتان روڈ لاہور میں 41 کنال 5 مرلے اراضی کی قیمت اڑھائی لاکھ ظاہر کی ہے جبکہ سندروالی اراضی کی قیمت تقریباً اڑھائی کروڑ روپے کے لگ بھگ ہے۔

میاں یسین وٹو نے لاہور کے مرکزی علاقے 3 فرید کورٹ روڈ پر واقع اپنی ایک کنال 2 مرلے زمین کو رہائشی ظاہر کیا ہے اور اس طرح الیکشن کمیشن کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی۔ اس کمرشل پلاٹ کی انہوں نے قیمت 14 لاکھ روپے بتائی ہے جبکہ اس کی مارکیٹ ویلیو 10 کروڑ کے قریب ہے۔ حویلی لکھا کے کمرشل علاقے پرانا

روپے تک ہے۔ انہوں نے ننگانہ کے چک نمبر 576 گ ب میں بھی زرعی اراضی کی قیمت ظاہر نہیں کی۔ انہوں نے گھریلو سامان کی قیمت صرف پچیس ہزار اور طلائی زیورات 15 تو لے بتائے۔ ٹریکٹر کی مد میں پونے 4 لاکھ اور بیج کی مد میں پچاس ہزار روپے قرضہ ظاہر کیا گیا۔ رائے منصب علی خان نے دولت اور انکم ٹیکس کی مد میں سرکاری خزانے میں ایک روپیہ بھی جمع نہیں کرایا۔ تین بار رکن اسمبلی بننے والے رائے منصب علی خان نے قصبہ جیلانی موڑ پر واقع پٹرول پمپ اور کولڈ سٹوریج غائب کر دیئے۔ کروڑوں روپے مالیت کے 8 کمپائن ہاؤسٹرز جن کی سالانہ آمدن 60 لاکھ روپے بنتی ہے۔ انہیں بھی چھپایا گیا دور اقتدار میں جنرل بس سٹینڈ سے 15 ہزار ماہانہ بھتہ وصول کرتے رہے۔ اب بھی ویگن سٹینڈ سے پچاس ہزار روپے ماہانہ بھتہ وصول کرتے ہیں جبکہ اسلام آباد میں تھری سٹار ہوٹل ہے۔

بازار میں اپنی 31 مرلہ دکانوں کی مالیت صرف دس ہزار بیان کی حالانکہ اس بازار میں ایک مرلہ کی دکان بھی پانچ لاکھ سے کم میں نہیں ملتی۔ گوشوارے میں کار کی قیمت ایک لاکھ 80 ہزار بتائی گئی ہے جبکہ پر تعیش گاڑیوں کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ قانونی مہارت اور لفظوں کے ہیر پھیر سے انہوں نے زیورات، نقدی، رہائش گاہوں، اپنے بیٹے کے نام سے منسوب مچھلی فارم اور دوسرے بیٹے ظفر کے نام پر قائم پٹرول پمپ کو ظاہر کرنے کی بھی زحمت نہیں کی۔ میاں یسین وٹو نے بینک سٹیٹ منٹ میں بھی شعبہ بازی کا مظاہرہ کیا اور 2900 ڈالر فارن کرنسی اور چالیس ہزار سٹائس سو روپے ظاہر کیے جبکہ نیشنل بینک، ایڈ بینک سندھ اور قومی اسمبلی برانچ میں اپنے اکاؤنٹس کی تفصیل نہیں بتائی اور بعد از تصدیق بتانے کا لکھا گیا جبکہ منتخب ہونے کے بعد تصدیق کی نوبت ہی نہ آ سکی۔

شیخ طاہر رشید

قومی اسمبلی کے حلقہ 116 ملتان سے معطل رکن اسمبلی شیخ طاہر رشید نے اپنی جائیداد کے گوشواروں میں غلط اعداد و شمار پیش کیے۔ اثاثے چھپائے اور اراضی کی قیمت بھی کم ظاہر کی۔ شیخ طاہر رشید مخدوم رشید کے قریب موضع 19 کسی میں رشید انٹر پرائزز کے نام سے سالونٹ پلانٹ لگا رہے ہیں جس کی مالیت کروڑوں میں ہے جس جگہ یہ پلانٹ لگایا جا رہا ہے۔ اس پر ہسپتال تعمیر کیا جانا تھا لیکن طاہر رشید نے وہاں پر قبضہ کر لیا۔ طاہر رشید نے گھونگی سندھ میں چار مربع زرعی اراضی کی ملکیت ظاہر کی جبکہ جن علاقوں میں ان کی یہ زمین ہے۔ وہاں 8 لاکھ روپے مربع سے کم قیمت نہیں ہے اور چار مربع اراضی کی قیمت 32 سے 35 لاکھ بنتی ہے جبکہ شیخ طاہر رشید اور ان کے خاندان کی اوباڑو ضلع میں 20 مربع سے زائد زرعی اراضی جنگ فیکٹری اور کولڈ سٹوریج ہیں۔ یہ کولڈ سٹور انہوں نے سرکار کے پیسے سے ہی تعمیر کرا کر کئی سال کا ایڈوانس وصول کرنے کے بعد حکومت کو ہی کرائے پر دے رکھے ہیں۔ بہاولپور روڈ ملتان پر کراچی ٹیکسٹائل مل کی 11 کنال 12 مرلے زمین کی ملکیت طاہر رشید نے صرف 4 لاکھ 8 ہزار روپے ظاہر کی ہے جبکہ وہاں اس رقم میں ایک کنال زمین بھی نہیں ملتی۔ اوباڑو میں طاہر رشید اور ان کے بچوں کے نام زمین کے لیے محکمہ انہار سے ضرورت سے پانچ گنا زائد پانی منظور کرایا گیا



مسلم لیگ کے دو بڑے خیر خواہ محمد خان جونیجو اور غلام حیدر وائیں کی گفتگو کا منفرد انداز (دونوں اب اس دنیا میں موجود نہیں)



مخدوم جاوید ہاشمی

گزشتہ کئی سال سے تین موگوں کا پانی ان کی زمینوں کو سیراب کرنے کے بجائے سیم نالے میں جا رہا ہے جبکہ نہر کی ٹیل کے کاشتکار پانی سے محروم ہیں اور اسی سیم نالے کا پانی اپنی زمینوں کے لیے استعمال کرتے ہیں جس میں طاہر رشید اور دیگر لوگ نہروں کا فاضل میٹھا پانی پھینک دیتے ہیں۔ طاہر رشید کی اہلیہ کے نام پر گلگشت کالونی ملتان کی کمرشل پراپرٹی کی مالیت 5 لاکھ روپے لکھی گئی ہے جبکہ یہ 30 لاکھ روپے کی جائیداد ہے۔ بیٹے احمد طاہر کے نام ایم ڈی اے کالونی ملتان میں دو کنال کا پلاٹ خریدا گیا جس کی مالیت ایک لاکھ روپے بتائی گئی جبکہ اس پلاٹ کی قیمت کسی طرح دس لاکھ سے کم نہیں۔

سابق وفاقی وزیر صحت مخدوم جاوید ہاشمی نے 21 دسمبر 1996ء کو ملتان کے حلقہ این اے 120 سے انتخابات میں حصہ لینے کے لیے جو گوشتوارہ جمع کرایا اس میں جائیداد کی قیمت بہت کم ظاہر کی گئی جبکہ کروڑوں روپے مالیت کی بہت سی جائیداد کو خفیہ رکھا گیا۔ جاوید ہاشمی نے اسلام آباد اور مخدوم رشید میں اپنی کوٹھیوں کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی سولجر بازار کراچی میں خریدی اور فروخت کی گئی کمرشل اراضی کا ذکر کیا۔ سابق وزیر صحت نے مخدوم رشید میں اراضی کا ذکر بھی غائب کر دیا۔ اس اراضی پر ان کے رشتہ داروں نے ہاؤسنگ سکیم بنا کر فروخت کی اور اوقاف کی اس اراضی سے کروڑوں روپے کمائے۔ اسلام آباد میں اپنی اس کوٹھی کا ذکر بھی گول کر دیا جو انہوں نے کئی سال تک اٹلی کے سفارت خانے کو بھاری کرائے کے عوض دے رکھی تھی۔ جاوید ہاشمی نے اپنی زرعی اراضی کی قیمت بھی اصل سے بہت کم ظاہر کی اور مالی سال 93-94 اور 94-95 اور 95-96 میں دولت ٹیکس یا انکم ٹیکس کی مد میں ایک پائی تک جمع نہ کرائی۔ پیپلز پارٹی کے دور میں اس وقت کے وزیر داخلہ جنرل نصیر اللہ باہر نے سینٹ میں ایک آڈیو کیسٹ چلا کر مہراں بینک کے یونس حبیب کے وکیل اور جاوید ہاشمی کی گفتگو سنوائی اور بتایا تھا کہ یونس حبیب نے ایڈا تاج ایڈورٹائزنگ کمپنی کے ذریعے جاوید ہاشمی کے لیے کروڑوں

روپے کی رقم راحت ملک کے اکاؤنٹ میں جمع کرائی جو جاوید ہاشمی کا فرنٹ مین تھا۔ سابق وزیر صحت کے گوشوارہ میں ظاہر کی گئی جائیداد کی مالیت اور حقائق اس طرح سے ہیں۔ مالی سال 1994-95 میں لینڈ ریونیو کی مد میں 3200 روپے جمع کرائے جبکہ 1995-96 میں بھی پہلی رقم جمع کرائی گئی۔ مخدوم رشید میں محکمہ اوقاف کی اس زمین کا ذکر نہیں کیا گیا جو مخدوم جاوید ہاشمی اور عزیز واقارب کے قبضہ میں ہے جس میں سے وہ ایک مربع اراضی فروخت کر چکے ہیں۔

میاں محمد فاروق

فیصل آباد سے قومی اسمبلی کے حلقہ 61 سے معطل مسلم لیگی رکن اسمبلی میاں محمد فاروق نے انتخابی گوشوارے میں اپنے اثاثوں کی کل مالیت 42 لاکھ 99 ہزار 500 روپے ظاہر کرتے ہوئے کمرشل پلازہ، پیٹرول پمپ، عالیشان بنگلہ، لینڈ کروزر گاڑیاں اور دوسرے اثاثے چھپائے۔ رکن اسمبلی منتخب ہونے کے بعد میاں فاروق نے انکم ٹیکس کی مد میں ایک پائی بھی ادا نہیں کی جبکہ اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے بعد ان کی دولت میں بے تحاشا اضافے کے باوجود انہوں نے ویلتھ ٹیکس کی ادائیگی کم کر دی۔

میاں محمد فاروق نے 1997ء میں الیکشن کمیشن کو گوشوارے داخل کراتے وقت اپنی فلور مل (انل پور فلور اینڈ جنرل ملز جھنگ روڈ) کی مالیت پچاس لاکھ روپے ظاہر کی ہے جبکہ 1998ء میں ملز کی میاں فاروق کے نام رجسٹری صرف تین لاکھ آٹھ ہزار روپے کی ہوئی۔ میاں محمد فاروق جزانوالہ روڈ پر پنجاب کانسٹیبلری کی پولیس لائن سے ملحقہ کروڑوں روپے مالیت کی نصف مربع اراضی کے حصہ دار ہیں۔ یہاں زمین کی مارکیٹ ویلیو پچاس سے پچھتر ہزار روپے فی مرلہ ہے مگر میاں فاروق نے اسے گوشواروں میں ظاہر نہیں کیا۔ میاں فاروق فیصل آباد کے سب سے قیمتی علاقے ریلوے روڈ پر واقع کروڑوں روپے مالیت کے سٹی پلازے کے پارٹنر ہیں لیکن اس پلازے کو

مخدوم احمد محمود

مخدوم احمد محمود جنوبی پنجاب کے جاگیردار ہیں۔ انٹر میڈیٹ اور نیو یارک یونیورسٹی سے زرعی اقتصادیات کی تعلیم حاصل کرنے والے احمد محمود نے انتخابی گوشواروں میں اپنا پیشہ زمینداری اور کاروبار بتایا ہے۔ ان کا قومی ٹیکس نمبر 4063004-10-22 ہے۔ سابق وزیراعظم میاں نواز شریف کے بعد ان کا شمار پاکستان کے امیر ترین ارکان اسمبلی میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے گوشواروں میں تین کروڑ روپے کے جہاز کا کوئی ذکر نہیں کیا، جس کی رجسٹریشن ڈیوٹی بچانے کے لیے امریکہ سے کرائی مگر اس طیارے کا استعمال پاکستان میں ہو رہا ہے۔ مخدوم احمد محمود کے پاس وہ تاریخی رولز رائس کار بھی ہے جو ملکہ برطانیہ نے پاکستان کے دورے کے دوران استعمال کی تھی۔ اس گاڑی کی مالیت ڈیڑھ کروڑ روپے سے زائد ہے مگر گوشواروں میں اس کی مالیت صرف پچاس ہزار بتائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی دیگر 9 گاڑیوں کی قیمت صرف 10 لاکھ بتائی ہے۔ مخدوم احمد محمود کو ہیروں سے بہت دلچسپی ہے اور انہیں ان کی جان پہچان بھی ہے۔ ان کے دادا مخدوم الملک غلام میراں شاہ اس علاقے میں ہیروں کے سب سے بڑے خریدار تھے۔ مخدوم احمد محمود کے پاس بھی کروڑوں کے ہیرے جواہرات ہیں مگر ان کا کسی گوشوارے میں کوئی ذکر نہیں۔ 11 ہور میں 20 کروڑ روپے کے گھر کی قیمت انہوں نے سوا کروڑ بتائی۔ ڈیفنس ہاؤسنگ سکیم 11 ہور میں اہلیہ کے نام مکان سوا کروڑ میں فروخت کیا اور رقم ڈالرز میں وصول کی۔ مخدوم احمد محمود نے جمال دین والی شوگر ملز سپریر ٹیکسٹائل ملز اور ریاض باٹلرز میں اثاثوں کی مجموعی قیمت چار کروڑ بائیس لاکھ دو ہزار چار سو نو روپے بتائی جبکہ صرف جمال دین والی شوگر ملز کی قیمت ہی دو ارب سے زائد ہے۔

انہوں نے گوشوارے میں ظاہر نہیں کیا۔ لائل پور فلور اینڈ جنرل ملز کی موجودہ مالیت چھ کروڑ روپے سے زائد ہے لیکن گوشوارے میں اس کی قیمت صرف 50 لاکھ ظاہر کی گئی ہے۔ ایک سو سے زائد بھینسوں پر مشتمل ڈیری فارم کی مالیت ایک لاکھ روپے ظاہر کی گئی ہے جبکہ صرف ان بھینسوں کی قیمت 30 سے 40 لاکھ روپے ہے۔ میاں فاروق کے بیٹوں کے پاس بھی لینڈ کروزر گاڑیاں ہیں مگر انہوں نے اپنی ملکیت میں صرف ایک ٹیوٹا کرو لاکھ ظاہر کی جس کی مالیت بھی چار لاکھ پینسٹھ ہزار ظاہر کی گئی۔ 11 ہور میں جو ہر ٹاؤن میں ایک کنال کے بنگلہ کی موجودہ مالیت دو لاکھ دو ہزار روپے ظاہر کی اسی طرح ایک لاکھ روپے فی مرلہ والے علاقے ملت ٹاؤن میں پلاٹ کی قیمت بھی دو لاکھ ستانوے ہزار روپے بتائی ہے۔ نیو گرین مارکیٹ میں چھ دکانیں چار لاکھ پچانوے ہزار مالیت کی بیان کی گئیں۔ معطل لیگی ایم این اے کے الیکشن کمیشن میں داخل گوشوارے میں ظاہر کردہ اثاثوں کی مالیت مجموعی طور پر ایک ارب روپے سے زائد ہے جبکہ انہوں نے ایک محتاط اندازے کے مطابق چار ارب روپے کے اثاثے الیکشن کمیشن سے چھپائے جن میں سمندری روڈ پر ایک کروڑ روپے مالیت کا پٹرول پمپ بھی شامل ہے۔ میاں فاروق نے اپنے ایک رشتہ دار حاجی ریاض کے ساتھ مل کر سمندری روڈ پر بنائی گئی رہائشی کالونی، فاروق ٹاؤن کو بھی اپنے اثاثوں میں ظاہر نہیں کیا جبکہ ان تمام اثاثوں کے متعلق محکمہ مال سے مصدقہ ریکارڈ مختلف تحقیقاتی ایجنسیوں نے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔ میاں محمد فاروق نے سارے معاملہ پر صرف یہ تبصرہ کیا کہ بھینسوں سے پیار کرنے کی وجہ سے اللہ نے میری سنی اور وسیع کاروبار کا ذریعہ رشتہ داروں کی طرف سے بھیجے گئے ڈالر بانڈز ہیں۔

مراد شاہ

(سابق صوبائی وزیر سندھ)

مختلف ٹھیکوں میں کمیشن کھانے اور سرکاری خزانے میں خورد برد کرنے پر صوبہ سندھ کے سابق وزیر مراد شاہ کو ان کے منظور نظر ٹھیکیدار کے ہمراہ آرمی مانیٹرنگ ٹیم نے حراست میں لے لیا۔ ان کے خلاف بدعنوانی کے مختلف الزامات کے تحت 15 ایف آئی آر درج کی گئیں۔ ملزمان کو ان کے دفاتر اور گھروں سے گرفتار کیا گیا۔ مراد علی شاہ نے کروڑوں روپے کمائے اور کئی فیکٹریاں قائم کیں۔ انہوں نے اپنے منظور نظر ٹھیکیدار رحمت اللہ سے بھاری کمیشن وصول کیا۔ رحمت اللہ نے سرکاری خزانے میں ایک کروڑ روپے جمع کرانے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ ریلوے ہیڈ کوارٹر میں آرمی مانیٹرنگ ٹیم کے کرنل شاہد محبوب صدیقی، میجر ضمیر اور ایس ایچ او آرٹلری میدان انسپکٹر نعیم اختر نے بتایا کہ ملزمان نے چیف سیکرٹری اور ایس ڈی ایم کے سامنے اعتراف جرم کر لیا ہے۔ کارروائی لاڑکانہ میں ساسو گوداموں کی غیر معیاری تعمیر سے متعلق قائم انکوائری کمیٹی کی رپورٹ پر کی گئی جس کی لاگت پر 30 ملین روپے خرچ ہوئے تھے۔ شریک ملزمان ڈائریکٹر فنانس ساسو مین ایم ہنگوڑ ڈپٹی ڈائریکٹر ساسو لاڑکانہ عبدالرزاق عمرانی اور اسسٹنٹ ڈائریکٹر صالح محمد شاہ سمیت دیگر ملزمان کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے گئے ہیں۔ ملزمان کو باقاعدہ تفتیش کیلئے اینٹی کرپشن کے حوالے کر دیا گیا۔ ساسو میں

بریگیڈیئر (ر) ذوالفقار احمد ڈھلوں

مسلم لیگ کے سابق صوبائی وزیر تعلیم بریگیڈیئر (ر) ذوالفقار احمد ڈھلوں نے اپنی تمام جائیداد بیوی اور بیٹے کے نام منتقل کر رکھی ہے۔ حکومت کو فراہم کی گئی رپورٹ میں انہوں نے اپنی کروڑوں کی زمین کو لاکھوں کی ظاہر کیا جبکہ بیشتر پر اپنی ظاہر ہی نہیں کی گئی۔ بریگیڈیئر (ر) ذوالفقار احمد ڈھلوں نے اپنے آبائی گاؤں تحصیل فیروز والا میں جو زرعی زمین کاغذات میں ظاہر کی ہے۔ اس میں 128 ایکڑ ان کی بیوی 128 ایکڑ بیٹے اور 19 ایکڑ ان کے اپنے نام ہے۔ انہوں نے اس کی موجودہ قیمت 1160 لاکھ بتائی ہے جو مارکیٹ ویلیو سے کہیں کم ہے۔ اپنے وسیع رقبے پر انہوں نے رائس ملز بھی لگا رکھی ہے لیکن اس کا کہیں ذکر نہیں۔ انہوں نے 1990ء ماڈل کی سوزو کی کار ظاہر کر کے نئے ماڈل کی کروڑ لاکھ ہوئی ہے۔ تمام زرعی زمین وغیرہ کا سالانہ ٹیکس سات ہزار روپیہ جمع کراتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اثاثہ جات میں 5 ہزار روپے بینک میں ظاہر کیے جبکہ 50 ہزار کہیں ظاہر نہیں کیے۔ سابق وزیر تعلیم کے خلاف نہری پانی چوری کرنے کا پرچہ بھی درج ہو چکا ہے۔

خواجہ آصف

(سابق چیئرمین نج کاری کمیشن)

قومی احتساب بیورو نے سابق چیئرمین نج کاری کمیشن اور معزول وزیراعظم میاں نواز شریف کے دست راست خواجہ محمد آصف کے خلاف 2 ارب کی جائیداد اور بینک بیلنس بنانے، نج کاری میں مبینہ طور پر کروڑوں روپے کمیشن کھانے اور غیر قانونی دولت بیرونی ممالک منتقل کرنے کے الزامات کی تحقیقات مکمل کر لی ہیں۔ ہر سیاسی حکومت کی طرح نواز شریف نے بھی نج کاری میں اپنا حصہ رکھنے اور اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے اپنے اعتماد والے شخص کو اس کا چیئرمین بنایا۔ سابق چیئرمین مجلس شوریٰ اور بزرگ مسلم لیگی رہنما خواجہ محمد صفدر مرحوم کے صاحبزادے لاہور اور فیصل آباد کے سابق کمشنر خواجہ محمد نعیم کے برادر نسبتی اور سابق ڈائریکٹر اینٹی کرپشن پنجاب خواجہ صدیق اکبر کے کزن خواجہ آصف کو اکتوبر 99ء میں فوجی حکام نے حراست میں لیا تھا۔ سیالکوٹ کینٹ میں ایک ماہ محصور رکھنے کے بعد انہیں لاہور منتقل کر دیا گیا تھا۔ سیالکوٹ سے دوبار رکن اسمبلی منتخب ہونے والے خواجہ آصف گورنمنٹ کالج لاہور میں نواز شریف کے کلاس فیلو تھے۔ خواجہ آصف 1975ء میں یونائیٹڈ بینک میں افسر کے طور پر بھرتی

بدعنوانی کے بارے اخبارات میں تو اتر سے خبریں شائع ہو رہی تھیں۔ انکواری ٹیموں نے کئی بار تحقیقات کیں لیکن با اثر بدعنوان افسران نے تمام تحقیقات کو داخل دفتر کر دیا۔ ان افراد کے خلاف پہلی بار آرٹلری میدان تھانے میں ایف آئی آر نمبر 114/2000 درج کرائی گئی۔ مراد علی شاہ 1994ء سے 1998ء تک مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں صوبائی وزیر خوراک و زراعت رہ چکے ہیں۔ وزارت کے دوران انہوں نے ساسو کے افسران کے ساتھ مل کر سرکاری خزانے سے کروڑوں کمائے اور لوٹی گئی دولت سے فیکٹری اور آئل مل قائم کی۔ انہوں نے بھاری کمیشن کے عوض ساسو کے بیشتر ٹھیکے اپنے منظور نظر ٹھیکیدار رحمت اللہ کو دیئے اور ملازمت پر پابندی کے باوجود رقم لے کر ملازمتیں فراہم کیں۔ آرمی مانیٹرنگ ٹیم نے ساسو کے سابق ایم ڈی امان اللہ پنھان اور دیگر افسران کے خلاف تحقیقات کیں تو پتہ چلا کہ کروڑوں روپے کا جیسیم اور بیج خریدا گیا۔ تاہم یہ کسانوں کو نہیں دیا گیا اور اس کا ذکر صرف کاغذات میں کیا گیا۔ ساسو کی تاریخ میں جتنے ٹھیکے دیئے گئے۔ وہ سب کے سب رحمت اللہ نے حاصل کیے۔ اس نے مراد علی شاہ سے مل کر کسی دوسرے ٹھیکیدار کو ٹھیکہ نہیں لینے دیا۔ ساسو کے اعلیٰ افسر امان اللہ پنھان نے اپنے ہم زلف کی شادی پر اسے دس لاکھ روپے ساسو کے سرکاری اکاؤنٹ سے دیئے۔ مراد علی شاہ کو جب ان کی رہائش گاہ سے گرفتار کیا گیا تو وہاں شراب و شباب کی محفل بھی ہوئی تھی۔



چودھری شیر علی و عامر شیر علی

(سابق رکن اسمبلی و میئر فیصل آباد)

چودھری شیر علی نواز شریف کے ابتدائی دور سے قریبی ساتھی شمار ہوتے رہے ہیں۔ نواز شریف وزیر اعلیٰ تھے تو شیر علی کو انہوں نے فیصل آباد کا میئر بنادیا۔ بعد میں انہیں قومی اسمبلی کیلئے مسلم لیگ کا ٹکٹ دیدیا۔ اس دوران انہوں نے اپنے بیٹے کو اپنی جگہ میئر منتخب کرا لیا۔ میونسپل کارپوریشن فیصل آباد کا شمار ملک کی تیسری بڑی اور پنجاب کی دوسری بڑی میونسپل کارپوریشن کے طور پر ہوتا ہے۔ جس کا سال 2000-1999ء کیلئے منظور شدہ مالی بجٹ 75 کروڑ 36 لاکھ 24 ہزار روپے ہے۔ گزشتہ سال طویل وقفے کے بعد نواز حکومت نے پنجاب میں عوامی بلدیاتی انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر کرانے کا اعلان کیا لیکن اس کے برعکس ہر سیاسی جماعت نے ہر جگہ ایک مخصوص نام کے تحت گروپوں کی شکل میں پارٹی الیکشن لڑے۔ ان انتخابات کیلئے فیصل آباد میں بلدیاتی حلقوں کی تعداد 87 سے بڑھا کر 140 کر دی گئی اور مسلم لیگ کیلئے میئر گروپ کا بینر منتخب کیا گیا۔ فیصل آباد میں مسلم لیگ کے سرخیل چودھری شیر علی تھے شیر علی کے اثر و رسوخ میں نواز شریف خاندان سے قریبی رشتے داری کا بھی بڑا عمل دخل تھا۔

ہوئے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے انہیں بینک میں ملازم کرایا۔ بعد ازاں وہ ملازمت چھوڑ کر سیاست میں آ گئے۔ وہ بے نظیر حکومت میں 1993ء سے 1996ء تک اپوزیشن میں رہے اور پھر نواز حکومت میں دوبارہ رکن اسمبلی منتخب ہوئے۔ نواز شریف نے جب انہیں چیئر مین نج کاری کمیشن تعینات کیا تو انہوں نے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے ملکی خزانہ لوٹ کر اربوں روپے کمائے۔ ان پر الزام ہے کہ انہوں نے نج کاری کے دوران کروڑوں کی کمیشن حاصل کی۔ اس میں بیشتر حصہ اوپر تک پہنچایا اور اپنا حصہ دوہی کے راستے بیرونی بینکوں میں منتقل کر دیا۔ خواجہ محمد آصف کے خلاف جن الزامات کی تحقیقات ہوئیں۔ ان میں جوہر ٹاؤن اور کیولری گراؤنڈ لاہور کے پلاٹ مالیت بالترتیب 55 اور 65 لاکھ روپے محمود غزنوی روڈ کینٹ سیالکوٹ میں وسیع و عریض بنگلہ رقبہ 5 کنال مالیت اڑھائی کروڑ روپے اور ڈیفنس لاہور میں 2 کنال کا بنگلہ ایک کروڑ 90 لاکھ سیالکوٹ ڈیری میں 10 کروڑ روپے سے زائد کا حصہ ہے۔ گھوٹکی کے قریب واقع معروف سپورٹس کمپنی، کارگو کمپنی اور پی ٹی سی ایل میں کروڑوں روپے کے شیئرز اور پارٹنرشپ ایم سی بی اور دیگر غیر ملکی بینکوں میں لاکھوں ڈالر، میرپور شوقینکری، کروڑوں روپے مالیت کے طلائی زیورات، ہیرے جواہرات اور قیمتی گاڑیاں اور نج کاری میں کروڑوں روپے کمیشن خصوصاً سیسل ہوٹل مری کو کوڑیوں کے بھاؤ کراچی کی ایک پارٹی کو نیلامی میں دے کر 3 کروڑ روپے کمیشن وصول کرنے کے الزامات شامل ہیں۔ واضح رہے کہ خواجہ آصف کے ڈیفنس میں واقع بنگلہ کی افتتاحی تقریب میں بیورو کریٹس کے علاوہ معروف تاجروں، صنعتکاروں اور برآمد کنندگان نے کثیر تعداد میں شرکت کی تھی جنہوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق بنگلہ کی آرائش زیبائش کیلئے بیش قیمت تحائف ان کی نظر کئے۔

چودھری شیر علی 2 مرتبہ میئر فیصل آباد رہ چکے تھے اور میونسپل کارپوریشن میں کمائی کے ناصر تمام خفیہ گوشوں سے واقف تھے بلکہ نئے طریقے ایجاد کرنے کے بھی ماہر تھے۔ ان ہی دنوں غلام حیدر وائیں مرحوم نے دوہری رکنیت کا قانون نافذ کر دیا اور شیر علی میونسپل کارپوریشن کی طلسماتی کان اپنے تئیں محفوظ اور تابعدار ہاتھوں میں سوئپ کر خود میئر شپ سے مستعفی ہو گئے مگر ہاتھ بدل گئے اور شیر علی کو میئر شپ مہنگی پڑی۔ اس بار بلدیاتی انتخابات کا موقع آیا تو ان کے ارکان دوبارہ بیدار ہوئے مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ اس بار بھی رکن قومی اسمبلی تھے۔ لہذا انہوں نے اپنے بیٹے کو میئر بنانے کا منصوبہ بنایا اور جوان کے کیمپ میں آیا۔ وہ میئر گروپ کا امیدوار کہلایا جس کا بعد ازاں شیر علی کے بیٹے عامر شیر علی کیلئے ہاتھ کھڑا کرنا شرط تھا اور یوں عامر شیر علی میئر بن گیا۔ اسے ہاؤس میں بہت بھاری اکثریت حاصل تھی۔ عامر شیر علی پابند صوم و صلوة اور 26 سالہ ناتجربہ کار نوجوان ہے۔ اس کے مذہبی رجحان کو دیکھتے ہوئے شہریوں کا تاثر تھا کہ وہ شہر کی بھلائی کی خاطر سوچے گا اور میونسپل کارپوریشن سے سدا بہار کرپشن کا خاتمہ ہوگا مگر وقت نے ثابت کیا کہ عامر شیر علی محض ڈمی میئر ہے جس کی ڈوریں سابق گھاگ میئر کے ہاتھ میں ہیں اور پہلے دن سے ہی کرپشن کا شور بلند ہونا شروع ہو گیا۔ میونسپل ایوان میں انتہائی بھاری اکثریت حاصل کرنے کے بعد میئر گروپ کے سربراہ شیر علی نے اس مختصر سفر میں اپنے خلاف اختلافی آواز پیدا کرنے والوں کو سبق سکھانے کی ٹھانی اور چند روز بعد ہی میئر گروپ کی مختصر سی زندگی میں مخالفت کرنے والے کونسلرز کے اخراج کا اعلان جاری کر دیا۔ ان پر الزام تھا کہ وہ شہر کے ترقیاتی کاموں کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں۔ یہ الگ بات تھی کہ اس وقت تک ترقیاتی کاموں کا آغاز ہی نہ ہوا تھا، نکالے جانے والوں میں سے رانا زاہد محمود خود میئر شپ کا امیدوار تھا اور صوبائی کمان نے کسی حد تک اسے حمایت کا یقین بھی دلایا تھا کہ شیر علی کی رشتہ داری آڑے آئی۔ عامر شیر علی گجر شیر علی کے قریب ترین ساتھی اصغر علی بھوٹا گجر کا کزن تھا مگر شیر علی نے اسے بلدیاتی ٹکٹ نہ دیا جس پر اس نے آزاد حیثیت سے شیر علی کے ذاتی حلقے سے کامیابی حاصل کی۔

ڈاکٹر خالد بلوچ کو جنرل الیکشن میں پی پی پی میں اس کے والد انور بلوچ سے لڑا کر ٹکٹ کٹوائی پھر ڈپٹی میئر بنانے کا جھانسہ دیا مگر کسی اور کو بنا دیا جس پر ڈاکٹر خالد بلوچ کی شیر علی کے ساتھ تلخ کلامی ہوئی۔ قمر الزمان اعوان کی بھی ٹکٹ کٹوا دی گئی اور شیر علی اسے بھی ڈپٹی میئر نہیں بنانا چاہتے تھے کیونکہ وہ سیاسی طور پر ان کے بیٹے سے کئی گنا سمجھا رہا تھا۔ رانا شوکت علی کے شیر علی کے سابق قریبی ساتھی اصغر علی بھوٹا سے انتہائی قریبی تعلقات تھے جو اس نے شیر علی اور بھوٹا گجر کی ان بن کے بعد بھی جاری رکھے۔ ان کونسلروں نے میئر گروپ سے اپنے اخراج کے بعد میونسپل ایوان میں شہباز گروپ بنالیا اور اعلان کیا کہ وہ کارپوریشن سے کرپشن ختم کریں گے اور ایسا کرنے والے کی ہر سطح پر مخالفت کریں گے تاکہ شہریوں کے فنڈز اور ان کے حقوق کولٹیروں کی دست برد سے بچایا جاسکے۔ یوں تو حزب اختلاف کا کردار پیپلز پارٹی کے عوامی گروپ کے پاس تھا مگر ان کے بعض ارکان پر میئر گروپ کی نوازشات نے ان کی کارکردگی ڈھیلی کر رکھی تھی۔ رانا زاہد محمود کا دعویٰ ہے کہ پارسا اور غازی میئر عامر علی کے 8 ماہ کے مختصر عرصہ میں میونسپل کارپوریشن کے فنڈز میں تقریباً 25 کروڑ روپے کی خورد برد کی گئی۔ یہ وہ کرپشن ہے جسے اعداد و شمار عقل اور دلیل سے ثابت کیا جاسکتا ہے اور اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ماضی میں میئر گروپ کے سربراہ خاندان نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ شہباز گروپ مقبولیت حاصل کرنے لگا تو میئر گروپ نے کونسلروں کا بھتہ مقرر کر دیا بعض کونسلروں کو 5 ہزار بعض کو 7 اور بعض کو 10 ہزار روپے تک جبکہ کچھ ڈپٹی میئرز کو 15 ہزار روپے ماہانہ بھتے کے الزامات ایوان میں گونجنے لگے ایک رپورٹ کے مطابق 124 میں سے 80 کونسلر اور 7 میں سے 5 ڈپٹی میئر بھتہ خور تھے جبکہ بعض کونسلرز کو مختلف ٹھیکے دے کر رام کر لیا گیا۔ میونسپل کارپوریشن فیصل آباد میں 8 ماہ کے سابقہ جمہوری دور کے دوران جو کرپشن منظر عام پر آ سکی اس میں ایک ایسے سپرنٹنڈنٹ کی بحالی ہے جسے میاں نواز شریف نے برسر اقتدار آنے کے بعد دورہ فیصل آباد کے موقع پر معطل کر دیا اور اس کے لیے شیر علی نے شکایت کی تھی مگر بیٹے کے میئر بنتے ہی ارشد چنا سپرنٹنڈنٹ کو بحال کر کے اسے 3

طلب کیے گئے مگر اصل کام ٹینڈر وصول ہونے سے پہلے ہی بانٹ دیے گئے۔ سڑکوں کے ٹھیکوں میں دس فیصد اور گلیوں کے سولنگ کے ٹھیکوں میں سات فیصد کی شرح سے کمیشن وصول کی گئی۔ اور ٹینڈر رکھنے سے پہلے ہی پچاس فیصد کام شروع کر دیے گئے۔ معاملہ ایک بار پھر ہائیکورٹ میں گیا تو کمشنر کی سربراہی میں کمیشن مقرر کر دیا گیا جس نے الزامات کی تصدیق کی اور رپورٹ کی روشنی میں تمام ٹینڈر منسوخ کر دیے۔ ان کاموں کی مالیت اور وصول کیے جانے والے کمیشن کی مجموعی مالیت ایک کروڑ دس لاکھ روپے بنتی ہے۔ جن ٹھیکیداروں نے کمیشن دے کر ٹھیکے حاصل کیلئے ان کی ایڈوانس جمع کرائی گئی رقم بھی ڈوب گئی۔ غلام رسول طویل عرصہ تک سٹور کا انچارج رہا تھا اور ہیر پھیر میں وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ یہ شخص چودھری شیر علی کے ہر الیکشن میں ادائیگیوں کا انچارج ہوتا اور تمام رقومات کارپوریشن کے خزانے سے نکلواتا ریٹائرمنٹ کے بعد اسے دوبارہ بحال کرایا گیا اور اس سے چار بڑے کام کروائے گئے۔

- 1- سابق ایڈمنسٹریٹر دور میں خریدی گئی 26 لاکھ روپے کی سٹریٹ الٹس خورد برد کی گئیں۔
- 2- سابقہ چار ماہ کی تاریخوں میں مرمت کی مد میں چالیس لاکھ اور پٹرول کی مد میں 86 لاکھ روپے کے بوگس بل کلیئر کرائے گئے حالانکہ تمام گاڑیوں کی مالیت بھی اتنی نہیں جتنا چار ماہ میں ان کی مرمت اور پٹرول پر خرچ ہوا۔
- 3- کارپوریشن کا ملکیتی سوزو کی کیری ڈبہ غائب کر دیا گیا۔ اطلاعات کے مطابق یہ ڈبہ میئر کے ایک رشتہ دار کو گفٹ کر دیا گیا ہے۔
- 4- کارپوریشن کے سٹور میں موجود لگ بھگ کروڑ روپے مالیتی پرانی گاڑیاں اور سکریپ صرف 24 ہزار روپے میں منظور نظر افراد کو بوگس بولی کے ذریعے بخش دیا گیا۔ میونسپل کارپوریشن کے سینٹری سٹاف میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو باہر کسی جگہ پرائیویٹ ملازمت نہ کرتا ہو۔ اکثریت کارپوریشن کی ڈیوٹی تو کرتی ہی نہیں۔ اس کام چوری کے عوض گارڈن برانچ اور سینٹری برانچ کے ملازمین کو ہر ماہ تین سو

سب سے اہم شعبوں کا بیک وقت انچارج بنا دیا گیا۔ یہ شعبے چونگیاں، سٹریٹ لائٹ اور انجینئرنگ کے ہیں۔ اسی طرح ریٹائرڈ سٹور انچارج جو ریٹائرمنٹ لے چکا تھا اسے واپس بلا لیا گیا کہ اس کی تاریخ پیدائش غلط لکھی گئی تھی ورنہ ابھی اس کے ریٹائر ہونے کی عمر نہیں ہوئی تھی۔ اسے دوبارہ سٹور کا انچارج بنا دیا گیا۔

ارشاد چنا کو میئر عامر شیر علی نے چونگیاں کا انچارج بنا دیا جسے اس کے والد کی شکایت پر وزیراعظم نواز شریف نے معطل کیا تھا۔ رانا زاہد محمود نے ہاؤس کے فلور پر کھڑے ہو کر چونگیاں میں ہونے والی کرپشن کی نشاندہی کی جس کے مطابق ارشد چنا 2 لاکھ روپے روزانہ بھتہ میئر کو دیتا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق چونگیاں سے روزانہ 4 لاکھ روپے خورد برد کیے جاتے تھے۔ اس الزام کا ثبوت وہ آڈٹ رپورٹ ہے جس میں چونگیاں کی آمدنی میں 8 کروڑ روپے کی کمی کی رپورٹ دی گئی۔ اس رپورٹ کے باوجود چونگیاں کے انچارج کو تبدیل نہیں کیا گیا اور سوئم یہ کہ خدمت کمیٹی جھنگ روڈ کی چونگی دینے والے کو اصل رقم کی رسید دے کر اصل رسید پر کم رقم درج کی جاتی تھی۔ میئر عامر علی کے دور میں جتنا عرصہ چونگیاں قائم رہیں ان کی ماہانہ آمدنی گزشتہ سال کے مہینوں سے ایک کروڑ روپیہ ماہانہ سے زائد کم ہوتی رہی۔ میونسپل قوانین کے تحت چونگی دیے بغیر شہر میں آ جانے والی گاڑی سے 11 گنا زیادہ محصول وصول کیا جاتا ہے مگر ان 8 ماہ میں میونسپل کارپوریشن کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی ایک بھی گاڑی نہیں پکڑی گئی جو بالکل انہونی بات ہے۔

میئر عامر شیر علی نے ایوان میں 30 کروڑ کا سالانہ ترقیاتی پروگرام پیش کر کے منظوری حاصل کر لی مگر کمشنر کو بھجوانے سے قبل اس میں اپنی مرضی سے ترامیم کرائیں اور اس طرح دو طرفہ دھوکہ دہی سے اپنا کام نکلوا لیا۔ دونوں کارروائیاں ریکارڈ پر موجود ہیں۔ شہباز گروپ کے ارکان اس فراڈ پر احتجاج کرتے رہے اور نواز شریف کا رشتہ دار میئر مسکرا کر تمام الزامات ہوا میں اڑاتا رہا۔ شہباز گروپ نے اس سلسلے میں ہائیکورٹ سے رجوع کیا تو ساری اے ڈی پی منسوخ کر دی گئی۔ تین کروڑ کے ٹینڈر

روپے آدھے کام کی چوری اور 500 روپے پورے کام کی چوری کے عوض ادا کرنا پڑتے جو کئی حصوں میں میسر تک پہنچتے۔ اس دوران غازی مشہور عامر شیر علی کی شادی کی ویڈیو فلم بھی کسی طرح اخبارات تک پہنچ گئی۔ اس فلم میں ایم این اے باپ اور میسر بیٹا طوائفوں پر نوٹ نچھاور کرتے اور ان کے ساتھ مستیاں کرتے دکھائے گئے۔

مختلف ٹھیکوں میں کمیشن کھانے اور بدعنوانی کے الزامات کے تحت چودھری شیر علی کو جیل میں رہنا پڑا تو انہیں صعوبتوں کا بھی علم ہوا۔ ایک بار چودھری شیر علی پر دل کا دورہ پڑا تاہم وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ گرمی کے شروع میں جیل حکام نے زبردستی چودھری شیر علی کی ٹنڈ کرادی۔ نواز شریف کے ابتدائی سیاسی دور سے ان کے ساتھ ساتھ ترقی کرنے والا شیر علی آج جیل میں ہے۔ احتساب بیورو نے کئی مقدمات تیار کر رکھے ہیں جن میں انہیں لمبی سزا ہونے کا امکان ہے۔



اسحاق ڈار

(سابق وزیر خزانہ کے کارنامے)

باخبر حلقوں میں اسحاق ڈار کا نام 1990ء کے بعد لاہور چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے نائب صدر کے طور پر سامنے آنے لگا، بعد میں اسحاق ڈار ایوان صنعت و تجارت لاہور کے صدر بن گئے۔ اسی دوران ان کی میاں نواز شریف سے قربت میں اضافہ ہو گیا۔ بعض لوگوں کے مطابق اسحاق ڈار گورنمنٹ کالج لاہور میں میاں نواز شریف کے کلاس فیلو تھے۔ میاں نواز شریف نے اپنی پہلی حکومت کی برطرفی کے فوراً بعد اپنی ٹیم بدلنے کا فیصلہ کر لیا، جس کے نتیجے میں کئی خدمات انجام دینے والے اسحاق ڈار کو وزیر تجارت بنایا گیا۔ تاہم سرتاج عزیز پر بعض اعتراضات کے بعد اسحاق ڈار کو وزیر خزانہ بنا دیا گیا۔ اسحاق ڈار کو کمپنی زون تھری کے ایڈیشنل کمشنر مبین ملک کی طرف سے ان کی مختلف کمپنیوں، ہجویری مضاربہ، ہجویری مینجمنٹ کمیٹی پر سٹیج الیکٹروٹک ہجویری ہولنگ، مارٹل ٹیکسٹائل، کورکیمیکلز، گلف انشورنس اور دوسری کمپنیاں شامل ہیں۔ ان پر انکم ٹیکس مد میں 16 کروڑ 40 لاکھ 30 ہزار 167 روپے ٹیکس لگایا گیا۔ وزیر خزانہ اس پر ناراض ہوئے اور اس پاداش میں مبین ملک کو کھڈے اٹن لگا کر چارج شیٹ کر دیا۔ اسحاق ڈار نے نواز شریف کی تھپکی سے دوسرے کئی افسروں کو بھی نواز شریف خاندان

استعمال کیا۔ اسی طرح عددی ہیر پھیر میں ماہر اسحاق ڈار نے عالمی مالیاتی اداروں کو بھی دھوکہ دینے کا عمل جاری رکھا۔ پاکستان جو پہلے ہی بیرونی ممالک میں کرپشن کے باعث کافی بدنام تھا۔ حکومتی سطح پر دھوکہ اور جعل سازی کے باعث مزید قابل مذمت ٹھہرا۔ دنیا بھر کے اقتصادی ماہرین نے ان کارروائیوں کی مذمت کی۔

کے اداروں پر ٹیکس عائد کرنے کی پاداش میں جبری ریٹائرمنٹ پر گھروں کو بھیج دیا۔ ان میں کمشنر انکم ٹیکس سعد اللہ خان کمپنی زون 1 کمشنر انکم ٹیکس شوکت علی بابر زون ٹو لاہور۔ جمید انکم ٹیکس ٹریبونل اور دوسرے کئی افسر شامل تھے۔

اسحاق ڈار اور ان کے ساتھی مالیاتی ماہرین کا ایک کارنامہ ایسا ہے کہ جس کی سزا بڑی سے بڑی ہو سکتی ہے۔ پاکستان پر 40 ارب ڈالر کے لگ بھگ غیر ملکی قرضے ہیں۔ نواز شریف دور میں آئی ایم ایف اور عالمی بینک کے حکام نے تیسری دنیا کے ممالک کے طویل عرصے سے کئے جانے والے مطالبے کے پیش نظر چند ممالک کے قرضے معاف کرنے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان کی اس وقت کریڈٹ ریٹنگ منفی سی تھی۔ اسحاق ڈار اور ان کی مالیاتی ٹیم نے کچھ ایسا چکر چلایا کہ ملکی شاہکار مارکیٹ میں یکدم تیزی آگئی اور معاشی صورتحال بہتر نظر آنے لگی۔ جس سے پاکستان کی کریڈٹ ریٹنگ منفی سی سے منفی بی ہو گئی اور پاکستان جس کے قرضے معاف ہونے والے تھے۔ اس کی اچھی معاشی حالت دیکھ کر عالمی اداروں نے قرضے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ عالمی اداروں کے انکار کے فوراً بعد شاہکار مارکیٹ کو سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پھر کمزور کر دیا گیا اور پاکستان کی کریڈٹ ریٹنگ پھر منفی سی ہو گئی۔ اس طرح نواز شریف حکومت کی مالیاتی ٹیم نے اسحاق ڈار کی قیادت میں جانے کس کے کہنے پر اور کیوں یہ کھیل رچایا اور پاکستان جس کا آدھا بجٹ قرضوں کی ادائیگی کی قسط اور اس کے سود پر خرچ ہو جاتا ہے۔ قرضوں سے نجات حاصل نہ کر سکا۔

اسحاق ڈار پر ایک اور سنگین الزام جو عالمی مالیاتی اداروں کی جانب سے لگایا گیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے غلط اعداد و شمار فراہم کر کے آئی ایم ایف سے 28 کروڑ ڈالر کا قرض حاصل کیا۔ اس جعل سازی کے انکشاف پر جنرل پرویز مشرف کی حکومت کو آئی ایم ایف سے معذرت کرنا پڑی اور سابقہ حکومت کی جانب سے حاصل کردہ یہ قرضہ واپس کرنے کا اعلان کر کے پاکستان کو جان چھڑانا پڑی۔

اسحاق ڈار کو نواز شریف نے جس طرح اپنی صنعتی ایمپائر کی ہر طریقے سے ترقی کیلئے

بورڈ کے چیئرمین کے طور پر سٹہ بازی کی تحقیقات کے نام پر کرکٹ ٹیم کے کھلاڑیوں سے کروڑوں روپے اکٹھے کیے۔ ایٹمی دھماکوں کے بعد بجٹ میں لگژری کاروں پر درآمدی ڈیوٹی 325 فیصد سے 200 گنا کم کر کے 125 فیصد کر دی گئی پھر ایک ہفتہ بعد بحال کی گئی اس دوران نواز شریف کے دست راست سیف الرحمن نے 80 بی ایم ڈبلیو کاریں منگوائیں اور نہ صرف قومی خزانے کو کروڑوں کا نقصان پہنچایا بلکہ ان کی رجسٹریشن میں بھی ٹیکس نہ دے کر کروڑوں روپے کمائے۔

احتسابی ڈرامے کے انچارج سیف الرحمن کی ریڈ کو کمپنی نے یو بی ایل کے 97 کروڑ روپے قرض سے یکسر انکار کر دیا اور ایسے کسی قرضے کی موجودگی کی تردید کی تاہم پرویز مشرف حکومت آتے ہی ریڈ کو نا صرف یہ مان گئی کہ کمپنی نے یہ قرض حاصل کیا تھا بلکہ اسے فوری طور پر اور یکمشت ادا کرنے پر بھی تیار ہو گئی۔ وزیراعظم ہاؤسنگ پراجیکٹ ”میرا گھر سکیم“ کے تحت ملک میں دس ہزار مکانات کی تعمیر کا ٹھکیہ صرف 3 ارب روپے میں ریڈ کو کو دیدیا گیا جسے سیف الرحمن نے ایک غیر ملکی کمپنی کو آگے 21 ارب میں دے کر بیٹھے بٹھائے 18 ارب روپے کمالیے۔

ایٹمی دھماکوں کے بعد صدر مملکت نے ملک بھر میں ایمر جنسی نافذ کرنے کا اعلان کر دیا اور فوری طور پر فارن کرنسی اکاؤنٹس منجمد کر دیئے گئے۔ یہ فیصلہ وزیراعظم نواز شریف اور ان کی کچن کیبنٹ نے کیا۔ ان لوگوں نے خفیہ معلومات فوری طور پر اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو فراہم کر دیں جس پر سینئر سیف الرحمن کے بھائی مجیب الرحمن نے 600 ملین ڈالر نکلا کر بیرون ملک منتقل کر دیئے۔ بعد ازاں وزیر تجارت اسحاق ڈار اور گورنر سٹیٹ بینک ڈاکٹر یعقوب نے اس کی تصدیق بھی کر دی۔



سیف الرحمن

(ریڈ کو جاسوس)

1997ء کے عام انتخابات سے قبل اچانک سڑکوں پر نواز شریف کی حمایت میں لکھے گئے بینرز نظر آنے لگے۔ ان بینرز کے نیچے سیف الرحمن کا نام لکھا ہوا تھا، کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کون شخص ہے، پھر نواز شریف کے ساتھ اہم اجلاسوں میں سیف الرحمن نظر آنے لگا۔ سیف الرحمن کے بقول ان کا سارا کاروبار پاکستان سے باہر ہے۔ یہ شخص پہلے دن سے ہی پراسرار رہا یا رکھا گیا۔ نواز شریف نے اسے آصف زرداری کے خفیہ اثاثوں اور لوٹ مار کا کھوج لگانے کا ہدف دیا۔ بعد ازاں نواز شریف حکومت نے احتساب ڈرامہ شروع کیا تو سیف الرحمن کو اس کا سربراہ بنا دیا۔ بطور چیئرمین احتساب بیورو سیف الرحمن نے جہاں اپوزیشن رہنماؤں کو بلیک میل کرنا شروع کیا۔ وہاں ان کی اپنی جماعت مسلم لیگ کے رہنما بھی ان کی جاسوسی سے تنگ تھے۔ وزیر داخلہ چودھری شجاعت حسین نے کئی بار وزیراعظم نواز شریف سے شکایت کی کہ سیف الرحمن ان کی وزارت کے معاملات میں دخل اندازی کر رہا ہے۔ سیف الرحمن نے جلد ہی اپنے بھائی مجیب الرحمن کو بھی ایک نفع بخش عہدے پر مقرر کرا لیا۔ مجیب الرحمن نے پاکستان کرکٹ

منہ بولی بہن کلثوم نواز کے نام سے ناجائز کام کروا کر پیسے کمانے اور بدعنوانیوں کے الزامات ہیں۔ سیکرٹری جنرل اہور مسلم لیگ شعبہ خواتین میمونہ شاہین نے کلثوم نواز کی سفارش سے ایک سکول کے نام پر قرضہ لیا لیکن وہاں سکول کی بجائے دوسرا دھندا ہوتا ہے۔ میمونہ شاہین نے اپنے کیریئر ڈبہ پر چیئر مین کی پلٹ لگائی ہوئی تھی۔ اور غریبوں کی بستیوں میں جا کر غریب خواتین کو تین تین سو روپے دے کر انھیں جلے جلوسوں میں اتاتی تھیں۔ جس کی وجہ سے جون 2000ء میں مسلم لیگ ہاؤس کے باہر سے مظاہرہ کرنے کے الزام میں کئی گھریلو عورتیں گرفتار ہوئیں۔ بعض ذرائع کے مطابق ان میں تین خواتین کے شوہروں نے انھیں طلاق دیدی۔ بیگم ریحانہ سرور پر الزام ہے کہ انھوں نے وزیر بہبود آبادی کی حیثیت سے کمیشن لے کر بے شمار قرضے جاری کئے اور بینظیر بھٹو کے ذاتی دستخطوں کے ذریعے صاحب حیثیت لوگوں کے جائز و ناجائز کام کرائے اور مال بنایا۔ ہلال احمر کی چیئر پرسن کی حیثیت سے سائیکلیں دینے کے بہانے غریبوں کے نام پر پیسہ کمایا۔

بیگم شہناز وزیر علی بینظیر بھٹو کے دور حکومت کی وہ وزیر تھیں۔ جو تمام غیر ملکی سفارتخانوں میں جاتیں اور بینظیر کے دورے طے کراتیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے تعلیمی شعبے کے لئے ہزاروں مختلف ناموں پر بے شمار قرضے حاصل کئے ان میں کوئی منصوبہ عملی شکل میں موجود نہیں ہے۔ ان کے مہربانوں میں چوہدری اعتراز احسن اور سلمان تاثیر بھی موجود تھے۔ بینظیر بھٹو دور کی سب سے طاقتور عورت ناہید خان جو ان کی پرنسپل سیکرٹری بھی تھیں۔ ہر کام کرانے کا کمیشن لیتی تھیں۔ کمیشن کی عادت میں وہ اتنی پختہ تھیں کہ بینظیر بھٹو سے پارٹی رہنماؤں کو ملوانے کے لیے ہر منٹ کے دو ہزار روپے مقرر تھے۔ ناہید خان اس وقت کروڑ پتی بن چکی ہیں۔ پیپلز پارٹی کی ایک بی کلاس لیڈر نرگس خان ہیں جنھوں نے ایل ڈی اے یونین کے صدر کے ساتھ مل کر جو ہر ٹاؤن میں پلاٹوں پر قبضہ کیا۔ جبکہ پلاٹ بیوہ خواتین کے نام پر الاٹ کئے گئے تھے۔ نرگس خان نے بعد ازاں یہ پلاٹ مہنگے داموں فروخت کر کے کافی مال کمایا۔

خاتون رہنماؤں کی کرپشن

جنرل پرویز مشرف کی حکومت نے مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کی بعض خاتون رہنماؤں کے خلاف اختیارات کے ناجائز استعمال، کرپشن اور قومی خزانے کو نقصان پہنچانے کے معاملات قومی احتساب بیورو کو بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان خواتین میں مسلم لیگ کی تہینہ دولتانہ، سیدہ عابدہ حسین، نجمہ حمید، عشرت اشرف، راحیلہ عیسیٰ، نسیم لودھی، میمونہ شاہین جبکہ پیپلز پارٹی کی بیگم ریحانہ سرور، شہناز وزیر علی، شہناز جاوید، نرگس اعوان، نرگس خان اور ناہید خان شامل ہیں۔

نیب کے حکم پر ان خواتین میں سے بعض کی گرفتاری کے امکانات بھی ہیں۔ مسلم لیگ شعبہ خواتین پنجاب کی جنرل سیکرٹری نسیم لودھی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے عوام کے نام سے این جی او کے دفتر کا جو پتہ دیا تھا وہاں پر کسی تنظیم کا کوئی دفتر موجود نہیں ہے۔ میاں نواز شریف کے پہلے دور اقتدار میں نسیم لودھی نے کلثوم نواز سے اس تنظیم کیلئے سوزو کی گاڑی خریدنے کے نام پر ایک لاکھ روپیہ حاصل کیا۔ متعدد غریب لوگوں کے شناختی کارڈوں پر 5 مرلے کے حاصل کردہ پلاٹ اپنے نام لگوا لیے۔ تہینہ دولتانہ پر اپنی وزارت کے دوران کروڑوں کی کرپشن کرنے کے علاوہ حدود کیس بھی ہے۔ بیگم عشرت اشرف پر ناجائز کاموں کے ذریعے پیسے کمانے اور مختلف ممالک کے وزیروں کے ذریعے مال بنانے کے الزامات ہیں۔ راحیلہ عیسیٰ کلثوم نواز کی پرنسپل سیکرٹری تھیں۔ ان پر وفاقی سیکرٹریٹ میں جا کر ناجائز کام کرانے اور پیسے بنانے کے علاوہ حکومتی پیسے سے اپنے بھائی کو بیرون ملک کاروبار کرانے کا الزام بھی ہے۔ نجمہ حمید پر اپنی

اس وقت اس خاندان کی ملکیت میں کل زرعی زمین 189 ایکڑ تھی۔ حاکم علی زرداری کے پہلی بار ایم این اے منتخب ہونے کے بعد کچھ ہی عرصے کے بعد ان کے اثاثوں کی مالیت 20 لاکھ اور زرعی اراضی 1340 ایکڑ ہو گئی۔ اس کے بعد مختصر عرصے میں اس خاندان کا شمار امیر ترین خاندانوں میں ہونے لگا۔ 88ء سے 90ء کے دوران جب غلام مصطفیٰ جتوئی قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف تھے تو انہوں نے ایوان میں زرداری خاندان کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے صرف ایک دن میں 12 کروڑ کے بیڑر سٹوفلیٹ ملک سے باہر بھجوائے، حاکم علی زرداری کو برطانوی ٹیکس حکام نے اس وقت گرفتار کر لیا تھا جب وہ فرضی نام سے ایک بینک میں 40 ہزار پاؤنڈ جمع کرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ اسی برس وہ برطانوی بینکوں میں 400 ملین پاؤنڈ اسٹرنگ کی خطیر رقم جمع کرا چکے تھے۔ بے نظیر بھٹو کی حکومت سے قبل حاکم علی زرداری سندھ ایگریکلچر سیڈ کارپوریشن کے 70 لاکھ اور نیشنل بینک کے 50 لاکھ کے مقروض تھے یہ قرضے بے نظیر دور میں ختم ہو گئے۔

بے نظیر کی اقربا پروری کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے سر حاکم علی زرداری کو پبلک اکاؤنٹس کمیشن کا چیئر مین بنا دیا حالانکہ پبلک اکاؤنٹس کمیشن ایک مقدس اور مستند ادارہ ہے۔ جس کے اراکین اور چیئر مین ایسے ارکان پارلیمنٹ ہوتے ہیں جن کی شہرت داغدار نہ ہو اور ان کے ذاتی تجارتی مفادات نہ ہوں جبکہ حاکم علی زرداری اس ضمن میں ایک متنازعہ شخصیت ثابت ہوئے اور ان کے بارے میں کرپشن اور بدعنوانیوں کی کئی کہانیاں زبان زد عام تھیں۔ بایں ہمہ پاکستان کے مالیاتی ہیکل اساسی کو حاکم علی زرداری کے مفادات کے تابع کر دیا گیا، حاکم علی زرداری کی زرپرستی کا یہ عالم ہے کہ وہ بے نظیر حکومت کی برطرفی کے بعد تک سرکاری رہائش کا صرف 13 ہزار 3 سو 59 روپے کرایہ جمع نہ کرا سکے لارنس گورن نے اپنی کتاب ”بے نظیر نقاب کا دوسرا رخ“ میں لکھا ہے کہ بے نظیر کے اقتدار سے کس نے فائدہ اٹھایا تو وہ ان کے شوہر آصف زرداری اور سر حاکم علی زرداری تھے یہ لوگ بااثر سیاستدان اور کروڑ پتی بن گئے۔

حاکم علی زرداری

سابق وزیراعظم بے نظیر کے سر اور سابق چیئر مین پبلک اکاؤنٹس کمیشن حاکم علی زرداری کے پاس نواب شاہ میں چند ایکڑ قابل کاشت اراضی تھی جسے فروخت کر کے انہوں نے کراچی میں سینما بنوالیا۔ اس دور میں ذوالفقار علی بھٹو کی قربت حاصل کرنے کے لیے حاکم علی زرداری نے اپنے سینما کا افتتاح بیگم نصرت بھٹو سے کرایا پھر آہستہ آہستہ بھٹو کے قریب ہوتے گئے۔ 1970 میں انہیں قومی اسمبلی کے لیے پیپلز پارٹی کا ٹکٹ ملا اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔ یہاں سے زرداری خاندان کی خوشحالی اور قومی سطح پر کرپشن کا آغاز ہوا۔ 1977ء میں بدعنوانی کے الزامات کے باعث بھٹو نے انہیں پارٹی ٹکٹ سے محروم کر دیا۔ پیپلز پارٹی کے ذرائع کے مطابق بھٹو دور میں دھوکہ دہی سے قرضے لینے اور دیگر بدعنوانیوں کے الزام میں سات سال کیلئے حاکم علی زرداری کو سیاست سے الگ ہونا پڑا۔ 85ء کے انتخابات میں جب حاکم علی زرداری کو شکست نظر آنے لگی تو آصف زرداری نے گولی چلا دی اور بیلٹ بکس اٹھا کر بھاگ گئے۔ اس دور میں اکثر باپ بیٹے کے درمیان لڑائی جھگڑے کے واقعات منظر عام پر آتے رہے۔ پہلا واضح اختلاف حاکم علی زرداری کی تیسری شادی کے موقع پر سامنے آیا۔ حاکم علی زرداری کی تیسری شادی کیمبرج کی تعلیم یافتہ تھی نامی خاتون سے ہوئی۔ وہ زیڈ اے بخاری کی بھتیجی تھی جو آل انڈیا ریڈیو کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آصف زرداری نے اس شادی کی مخالفت کی، حاکم علی زرداری نے 77ء میں جو اثاثے ظاہر کیے تھے ان کے مطابق نواب شاہ میں ان کے مکان کی مالیت 10 ہزار روپے اور بیوی کے بنگلے کی مالیت 60 ہزار روپے تھی دیگر اثاثے ملا کر ان کے اثاثوں کی ملکیت 10 لاکھ روپے تھی



ناہید ”باجی“

پینلز پارٹی میں باجی کے طور پر یاد کی جانے والی ناہید خان لگ بھگ بینظیر کی ہم عمر ہیں۔ راولپنڈی سے تعلق رکھنے والی یہ عام سی عورت کئی کہانیوں اور گھپلوں کی خالق ہے۔ ناہید خان شادی شدہ ہیں۔ بینظیر بھٹو اپنی عملی سیاسی زندگی کے پہلے دن سے انھیں ساتھ رکھے ہوئے ہیں۔ ناہید خان کی پارٹی میں مضبوط پوزیشن کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پارٹی میں موجود مختلف گروپ ناہید خان کی خوشنودی حاصل کرنے کی دوز میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے میں مصروف رہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ناہید خان جس پر مہربان ہو جائیں۔ بینظیر بھی اس پر مہربان ہو جاتی ہیں۔ بینظیر کے دور میں ناہید خان نے ایک پبلک سکول کے نام پر اسلام آباد میں پلاٹ الاٹ کرایا۔ واحد پبلک سکول جانے کس زمین پر بنایا گیا جبکہ یہ پلاٹ دولت بنانے کا ذریعہ ضرور بنا۔ 1993ء میں ناہید خان نے پنجاب کے تمام پارٹی زونل سربراہوں کو ایک چھٹی ارسال کی کہ ہر صوبائی حلقے سے گریجویشن اور اس سے اعلیٰ تعلیم کے حامل 25 بیروزگار نوجوانوں کے نام ارسال کریں تاکہ ان کی ملازمت کا سرکاری طور پر بندوبست

کیا جاسکے۔ اتفاق سے ان دنوں میں کسی کام سے پنجاب اسمبلی کے حلقہ 126 لاہور کے پارٹی آفس گیا تو مجھے وہاں میز پر یہ چھٹی پڑی دکھائی دی۔ اس حلقے کے اس وقت صدر لبرٹی مارکیٹ کے مالک حاجی عبدالمنان اور جنرل سیکرٹری خواجہ طارق رحیم کا پالتو ٹھیکیدار اور بغل بچہ تھا۔ نائب صدر میاں جمیل سے میں نے اس سلسلے میں بات کی تو انھوں نے صدر اور جنرل سیکرٹری سے بات کرنے کا کہا۔ لیکن میرے پوچھنے پر ان دونوں نے چھٹی غائب کر دی اور پھر چند دن بعد یکسر اس کی موجودگی سے انکار کر دیا۔ بعد ازاں ایک وارڈ کے جنرل سیکرٹری نے انکشاف کیا کہ ان لوگوں نے ناہید خان کے کہنے پر ہر نوجوان سے 20 ہزار روپے لیے ہیں۔ بعد میں شور ڈالنے پر اس شخص کو بھی حصہ دیکر خاموش کر دیا گیا۔ اس طرح ناہید خان نے گھر بیٹھے بیروزگاروں کو ملازمت دینے کا احسان کرتے ہوئے ان سے کروڑوں روپے سمیٹ لیے۔

23-11-96 کو شائع ہونے والے نوائے وقت کی رپورٹ کے مطابق ناہید

خان نے 800 افراد اپنی صوابدید پر مختلف سرکاری اداروں میں بھرتی کئے۔ ناہید خان کو بینظیر کی آیا بتایا جاتا ہے۔ میں اکثر حیران ہوتا کہ ناہید خان اور بینظیر لگ بھگ ایک ہی عمر کی ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک آیا ہو دوسری ”بے بی“ میری حیرت اس وقت دور ہوئی جب ایک دوست نے بتایا کہ مغل دور میں ملکہ یا شہزادی کی کوئی ہر از ملازمہ جو اس کی دوست بھی ہوتی رکھنے کا رواج تھا۔ اس خاص ملازمہ کو مغلائی کہا جاتا تھا۔ انکی دیکھا دیکھی جاگیرداروں نے بھی اپنے گھروں میں اس چیز کو رواج دیا جس طرح جاگیردار کا خاص ملازم مختار خاص یا کمدار ہوتا ہے۔ اسی طرح جاگیردار نیوں نے بھی اپنے خاص اور رازداری برتنے والے کاموں کے لیے کچھ عورتوں کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ بینظیر بھٹو بھی ایک جاگیردار خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ انکے مزاج میں بھی ایک کمدار رکھنے کا خیال تھا۔ لہذا انھوں نے اس کے لیے ناہید خان کو چن لیا اور ناہید خان بھی روائتی خادماؤں کی طرح بینظیر کے مزاج سے مکمل واقف ہیں اور ان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس لیے ناہید خان نے جب بارہا کئی



وزراء اور پارٹی کے عہدیداروں کو گالیاں اور ڈانٹ پلائی تو انھوں نے اس کی شکایت بینظیر سے نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بینظیر جس طرح آصف زرداری کے ہر کام کی جانب سے آنکھیں بند کئے رکھتی ہیں۔ اسی طرح ناہید خان کی سرگرمیاں ان کے لیے کبھی ناپسندیدہ نہیں ہو سکتیں۔ ناہید خان نے بھی اپنی اس شہرت کا فائدہ اٹھایا اور اپنے بھائی کو بیرون ملک کاروبار سیٹ کرا کر دیا۔ ان کی ایک ہمیشہ حسین حقانی سے ملاقات کے بعد ان کی شریک حیات ہیں۔

سرے محل کا شاہی جوڑا

پاکستان میں کرپشن کو عوامی لفظ بنانے میں ”عوامی“ وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور ان کے شوہر آصف زرداری نے خصوصی محنت کی ہے۔ آصف زرداری اس ماحول کا پرورش یافتہ شخص ہے جس میں آگے بڑھنے کیلئے کوئی بھی کام کسی بھی طرح کر کے مطلب نکالا جاتا ہے۔ بینظیر بھٹو کے پہلے دور حکومت میں وہ ”مسٹر ٹین پرسنٹ“ کے نام سے پہچانے جانے لگتے ہیں۔ بینظیر بھٹو کے پہلے دور حکومت میں جو 1988ء سے 1990ء تک تھا، میں پہلے سے موجود برائیوں بدعنوانی اور اقربا پروری میں اضافہ ہی ہوا کیونکہ ایم این اے ایم پی اے سیاسی کارکنوں اور بیوروکریسی کو قرضے لینے پلاٹ الاٹ کرانے اور دیگر سرکاری وسائل کے ناجائز استعمال کی جو عادت پڑ چکی تھی۔ وہ پختہ تر ہو چکی تھی۔ 1990ء میں متحدہ اپوزیشن کا پارلیمانی اجلاس ہوا جس میں بے نظیر کی کرپشن کے ثبوت دستاویزات کے ساتھ پیش کیے گئے اور مطالبہ کیا گیا کہ سپریم کورٹ کے ججوں پر مشتمل

شوہر وسیع پیمانے پر بدعنوانی کے مرتکب ہو رہے ہیں تو وہ اسے محض مخالفین کا پروپیگنڈا قرار دیتے۔ پہلی حکومت کے دوران بینظیر نے چن چن کر جیالوں کو اعلیٰ عہدوں پر تعینات کیا اور ان کو پوری طرح کھل کھیلنے کی چھٹی دیدی۔ انہوں نے خصوصی طور پر یہ اہتمام کیا کہ کسی طرح قومی خزانے سے پارٹی کارکنوں کو نوازا جائے حالانکہ ان کی پارٹی کے کارکنوں کے بجائے مفادات صرف رہنماؤں نے حاصل کیے۔ انہوں نے ترقیاتی فنڈز کو ذاتی پیسہ سمجھ لیا۔ پنجاب کی صوبائی حکومت کا مقابلہ کرنے کیلئے مرکز نے اپنے حامیوں پر نوازشات کی بارش کر دی۔

اس دور میں انہوں نے خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے سیاسی مفادات حاصل کرنے کی روش اختیار کی۔ اس کام کے لیے انہوں نے باقاعدہ پلاننگ کی اور میجر جنرل (ر) نصیر اللہ خان بابر کو خصوصی معاون مقرر کیا۔ اس تقرری کا ایک مقصد فوج اور دیگر اداروں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانا بھی تھا۔ اس کے لیے بینظیر نے خفیہ اداروں کے پوشیدہ فنڈز کا بے دریغ استعمال کیا اور ملکی سلامتی کے لیے رکھی گئی رقوم کو سیاسی ہمدردیاں خریدنے پر صرف کیا۔ بینظیر کخلاف تحریک عدم اعتماد لانے کا فیصلہ کیا گیا تو ان رقوم کی بندر بانٹ میں مزید تیزی آ گئی۔ ایک اندازے کے مطابق اس دوران قومی خزانے سے دس کروڑ روپے خرچ کیے گئے۔ بینظیر پنجاب میں وزیر اعلیٰ نواز شریف سے خوفزدہ تھیں۔ اس لیے انہوں نے قریبی سیاستدانوں سمیت نئے ابھرنے والے سیاستدانوں کو بھی نوازنے کا عمل شروع کیا اور حکومتی ذرائع ابلاغ کو گرفت میں لے کر ترقیاتی پراجیکٹس کے ذریعے قومی خزانہ لوٹا۔ بینظیر ہر صورت میں اپنا اقتدار بچانا اور مخالفین کو ڈبونا چاہتی تھیں۔ اس کیلئے انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو مفادات بہم پہنچانے کا سلسلہ شروع کیا۔ اعلیٰ عہدوں پر ایسے لوگوں کو تعینات کر دیا گیا جن کا کوئی داند نہ تھا۔ عدلیہ اور انتظامیہ کو کرپٹ کرنے کیلئے تمام حربے آزمائے گئے۔

ٹریبونل بنایا جائے جو سارے معاملات کی چھان بین کر لے۔ ان الزامات میں پیپلز پارٹی کے جیالوں کو اسلام آباد میں پلاٹوں کی تقسیم اور راوی جھیل کے قریب 187 ایکڑ زمین اور نیشنل پارک میں دو سو ایکڑ اراضی کے علاوہ گارنٹی ٹرسٹ دی گئی جس سے قوم کو 464 کروڑ کا نقصان ہوا جبکہ پیپلز ورکس پروگرام کی 5 ارب روپے کی رقم پارٹی کارکنوں کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی۔

سابق سینئر طارق چودھری کے مطابق بے نظیر دور میں 34 کسٹم انسپکٹر بھرتی کیے گئے۔ دو انسپکٹر بینظیر کے سر کے بھتیجے تھے۔ 11 افراد لاڈکانہ کے تھے۔ 34 میں سے 32 کا تعلق سندھ سے تھا۔ آٹھ ارکان پارلیمنٹ کو ایک کروڑ اور ایک ایک پجار دی گئی۔ اسلام آباد میں 1283 ایکڑ زمین صرف دو کروڑ 34 لاکھ میں دی گئی جبکہ اصل قیمت 7 سو کروڑ بنتی ہے۔ بینظیر بھٹو کی پہلی حکومت کو برطرف کیا گیا تو صدر غلام اسحاق خان نے ان پر یہ الزامات عائد کیے۔

- 1- سیاسی بنیادوں پر 26 ہزار افراد کو سرکاری ملازمتوں سے نوازا گیا۔
- 2- تجارتی بینکوں اور مالیاتی اداروں میں کلیدی آسامیوں پر اپنی پسند کے افراد کا تقرر کیا گیا۔
- 3- منظور نظر افراد کو اربوں روپے کے قرضے دلوائے اور کروڑوں کے قرضے معاف کیے گئے۔
- 4- رہائشی اور کمرشل پلاٹوں کی الاٹمنٹ اور اونے پونے داموں پر سرکاری اراضی کی فروخت نگران وزیراعظم غلام مصطفیٰ جتوئی نے بھی اس حکومت پر الزام لگایا کہ بے نظیر بھٹو اور ان کے سرکاری خاندان نے اپنے عزیز واقارب کو 20 ماہ کے دوران 10 ارب روپے کے قرضے دیے اور پیپلز پروگرام کے تحت ایم این اے ایم پی اے حضرات کو کروڑوں کے فنڈز دیے جو انہوں نے اپنی صوابدید پر خرچ کیے۔ اپنے پہلے دور حکومت میں بینظیر نے بدعنوانیوں کے سلسلے میں اپنے شوہر کی کارستانیوں سے آنکھیں موندے رکھیں۔ جب انہیں یقین دلایا جاتا کہ ان کے

دوسرا دور حکومت

بینظیر بھٹو کی برطرفی کے بعد عوام نے میاں نواز شریف کو وزیراعظم چن لیا۔ انہیں بھی ان ہی الزامات کے تحت برطرف کیا گیا اور اگلے عام انتخابات میں بے نظیر بھٹو پھر کسی خون آشام بلا کی طرح اس ملک کو چھٹ گئیں۔ دوسرے دور حکومت میں انہوں نے فاروق لغاری کو ان کی خواہش کے باوجود وزارت خزانہ سے محروم رکھا اور یہ وزارت اپنے پاس ہی رکھی۔ اس طرح پہلے دن سے ہی ملکی معیشت بہتر بنانے کے بجائے اپنی اور اپنے عزیز واقارب کی معیشت بہتر بنانی شروع کر دی اور اس میں کافی کامیابی بھی حاصل کر لی مگر ملکی معیشت کے پیندے میں سوراخ کر گئیں۔ انہوں نے اپنے شوہر آصف زرداری کو کھلی چھٹی دیدی کہ وہ وزیراعظم ہاؤس میں بیٹھ کر تمام ایسے امور سرانجام دیں جن سے حتی المقدور مالی فائدہ اٹھایا جاسکے۔

آصف زرداری نے بیوروکریسی کے ساتھ مل کر ایسا نیٹ ورک قائم کر لیا جو رزانہ نئے طریقے ایجاد کر کے ان کا پیٹ بھرتا رہا۔ تحفظ ماحول کے نام پر ملنے والی کروڑوں روپے کی امداد زرداری کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی۔ اس سارے عمل میں بدنامی کا خدشہ بھی کم تھا لیکن رقم کی ایک مقدار مقرر تھی چنانچہ بیوروکریسی نے زرداری کی مدد کرتے ہوئے ایوان صدر سے ایسا آرڈیننس جاری کر دیا جس کی رو سے تمام صنعتی یونٹ ماحولیاتی قوانین کی زد میں آ گئے۔ آصف زرداری اس محکمے کے مختار کل تھے لہذا انہوں نے سختی کے ساتھ ان پر عمل درآمد کا حکم جاری کر دیا۔ جب صنعت کاروں کو ادارہ تحفظ ماحول کی کڑی شرائط کا سامنا کرنا پڑا تو وہ بوکھلا گئے۔ ادھر ایجنٹوں نے یہ بات ان کے کان میں ڈال دی کہ زرداری سے مک مکا کر لیں۔ آصف زرداری نے ایک موٹر سائیکل بنانے والے ادارے کے ساتھ معاہدہ کیا کہ اگر وہ ان کو معقول کمیشن پیش کرے تو وہ اس ادارے کے حریف ادارے کو ماحولیاتی قوانین کے تحت دبا لیں گے۔ ایسا ہی ہوا اور

زرداری صاحب نے کمیشن کے حصول کی خاطر دوسرے موٹر سائیکل ساز ادارے کا گلا گھونٹ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ تکنیکی طور پر اس ادارے کی موٹر سائیکلیں بہت معمولی مقدار میں دھواں چھوڑتی تھیں آخر کار غضب کے شکار ادارے نے بھی حسب طلب "ہر جانہ" پیش کر کے اپنی جان چھڑائی۔

بینظیر نے اپنی کرپشن اور بدعنوانیوں میں بعض ایسی شخصیات کو شامل کر لیا جو اقتدار سے باہر ہونے کی صورت میں ان پر شدید تنقید اور حکومت کی خلاف اتحاد کا مظاہرہ کرتیں۔ ان میں نوابزادہ نصر اللہ غلام مصطفیٰ کھر اور مولانا فضل الرحمن نمایاں ہیں۔ تینوں کو جی بھر کر مال بنانے کا موقع دیا گیا تاکہ یہ اپنی "مصروفیت" کے باعث بے نظیر اور آصف زرداری کی کارستانیوں کی جانب سے آنکھیں بند کیے رکھیں۔

بینظیر بھٹو کی حکومت کی دوسری بار برطرفی کے بعد بے نظیر بھٹو 24 گھنٹے سے زیادہ اپنے ہی گھر میں نظر بند رہیں۔ اس بار انہیں ان کے اپنے ہی ساتھی صدر فاروق لغاری نے معزول کیا اور ان کو شوہر سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ صدر فاروق لغاری نے حکومت کو برطرف کرتے ہوئے جو فرمان جاری کیا۔ اس میں کہا گیا کہ اقرباء پروری، کرپشن اور قانون کی خلاف ورزی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ ملک میں حکومت اطمینان بخش انداز سے نہیں چل رہی تھی۔ حکومت کی برطرفی پر پاکستانی عوام نے سکھ کا سانس لیا کیونکہ وہ وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور ان کے شوہر کی پالیسیوں سے سخت بیزار اور تنگ تھے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کی برطرفی عوام کا احتجاج نہ کرنا نئی بات نہیں تھی۔ بے نظیر کی برطرفی پر صرف ان لوگوں نے آواز اٹھائی جو کرپشن کے کاروبار سے دولت سمیٹ رہے تھے۔ برطرفی کے وقت بے نظیر کے پاس ان کی والدہ نصرت بھٹو اور تین بچوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ آصف زرداری اہور سے آرمی ایکشن کے ذریعے گرفتار ہو چکے تھے اور ابھی تک جیل میں ہیں۔

سرے محل

سرے محل پاکستانی معاشرے میں کرپشن کا ایک ایسا خواب محل بن چکا ہے۔ جس کا نظارہ ہر کوئی کرنا چاہتا ہے۔ سب سے پہلے تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان اس کی خبر پاکستان آئے بعد میں کڑی سے کڑی ملتی گئی۔ بے نظیر اور آصف زرداری نے شروع شروع میں تو اس کے وجود سے ہی انکار کر دیا۔ تاہم ان دونوں کے کردار پر کرپشن اور جھوٹ کا جو سب سے بد نما داغ ہے۔ اسے آپ سرے محل کہہ سکتے ہیں۔ 1996ء میں پاکستانی اخبارات میں ایک خبر چھپی کہ پی آئی اے کے ذریعے کچھ کنٹینرز پاکستان سے برطانیہ بھیج گئے ہیں۔ برطانیہ میں اس وقت پاکستان کے ہائی کمشنر واجد شمس الحسن نے یہ کنٹینرز وصول کیے۔ ان کنٹینروں میں کیا ہے اس پر مختلف قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔ تاہم بعد میں پتہ چلا کہ ان میں وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے برطانیہ میں اپنے خریدے گئے محل کیلئے کچھ نوادرات پاکستان سے بھیجے ہیں۔

جون 1996ء میں بے نظیر اور آصف زرداری نے یہ جائیداد خریدی تو دونوں نے اپنے بیانات میں راک و دوڑ سے علمی کا اظہار کیا۔ بے نظیر کا کہنا تھا کہ وہ کبھی سرے گئی ہی نہیں۔ زرداری نے رنگ آمیزی کی اور کہا کہ ایسے حالات میں جبکہ زیادہ تر پاکستانیوں کو

کوٹیکنا کیس میں بے نظیر اور آصف زرداری کو سزا

15 اپریل 99ء کو بے نظیر بھٹو اور آصف زرداری کو ایس جی ایس ریفرنس کیس فیصلہ سناتے ہوئے عدالت نے انھوں نے ڈالر رشوت لینے اور ملک کو مالی نقصان پہنچانے کے جرم میں 5 سال قید اور 86 لاکھ ڈالر جرمانہ کی سزا سنائی۔ ایس جی ایس اور کوٹیکنا تقریباً 15.4 ارب روپے کا ٹھیکہ دیا گیا۔ یہ ٹھیکہ آصف زرداری کی مرضی اور ہدایات بے نظیر بھٹو نے بطور وزیراعظم دیا اور دستخط کیلئے اس ٹھیکے کی بدولت زرداری کو 6 ایم کمیشن ملا جو لگ بھگ 108 کروڑ ڈالر یعنی 92 کروڑ روپے بنتا ہے۔ یہ بھاری زرداری کی ملکیتی فرم بومرفانس کے اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی۔ بومرفانس ایک فرم ہے جو مکمل طور پر زرداری کی ملکیت ہے۔ فرم کا ڈائریکٹر ایک سوئس باشندہ جین شیا ایک بار اسلام آباد میریٹ ہوٹل میں ٹھہرا۔ اس کا 64 ہزار روپے کا بل وزیراعظم سیکرٹریٹ نے ادا کیا۔ ایس جی ایس اور کوٹیکنا نے بومرفانس فرم کو تقریباً 92 روپے کی جو رقم بطور کمیشن ادا کی۔ وہ یو بی ایل آف سوئزرلینڈ میں جمع کرادی گئی۔ میں بے نظیر بھٹو نے اس رقم سے برطانیہ سے ہیروں کا ایک جڑاؤ ہار خریدا جس کی مالیت اندازہ 17 لاکھ پاؤنڈ لگا یا گیا۔ یہ ہار اس وقت سوئزرلینڈ کے ایک بینک میں پڑا ہے۔ اسے سوئس حکومت ضبط کر چکی ہے۔

اپنے گھر کی چھت بھی میسر نہیں۔ وہ برطانیہ میں ایک محل خریدنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے مگر انہوں نے سرے کاؤنٹی کے نواح میں 1355 ایکڑ پر پھیلی ہوئی 40 لاکھ پاؤنڈ مالیت کی یہ جائیداد نہ صرف خریدی بلکہ 1930ء کے تعمیر شدہ اس عظیم الشان محل کی تزئین نو کا بھی حکم دیا جس پر مزید پندرہ لاکھ ڈالر خرچ آئے۔ گھوڑوں کی افزائش اور دیکھ بھال کیلئے ایک ماہر برطانوی جوڑے کی خدمات حاصل کر کے راک ووڈ کو ایک سٹڈ فارم میں بدل دیا گیا۔ سرے محل میں 9 بیڈ روم ہیں۔ ایک انڈور سوئمنگ پول اور پندرہ ایکڑ پر باغات ہیں۔ یہاں ایک ہیلی پیڈ بھی تعمیر کیا گیا۔ تین حصوں کا یہ مکان جو ملحقہ باغوں اور 104 ایکڑ پر بنے ہوئے فارموں کے علاوہ 220 ایکڑ پر پھیلی چراگاہ پر مشتمل ہے۔ آئرش سمندر میں ٹیکس سے مستثنیٰ ایک برطانوی جزیرے آئل آف مین کو تین غیر ملکی کمپنیوں کے ذریعے خرید گیا۔ اس کے کیلئے فرنیچر کے 83 آئٹمز تیار کر کے انہیں برطانیہ بھیجا گیا۔

اے آروائی گولڈ ریفرنس

اے آروائی جنوبی ایشیا کے ممالک میں سونے کی سب سے بڑی تاجر کمپنی ہے۔ بینظیر حکومت سے قبل بھی یہ کمپنی پاکستان سونا درآمد کرتی رہی ہے لیکن براہ آصف زرداری کی نگاہ دولت افزاء کا کہ انہیں جب کمپنی کی مستحکم مالی حیثیت کا علم ہوا تو انہوں نے بعض اطلاعات کے مطابق حسب عادت کمپنی کو اپنا حصہ دینے کا حکم دے دیا۔ کمپنی کی انتظامیہ بوکھلا گئی لیکن معاملات جلد ہی باہمی افہام و تفہیم سے طے پا گئے اور معقول کمیشن کے عوض کمپنی کو پاکستان سونا درآمد کرنے کی اجازت داری دے دی گئی۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ کمپنی نے آصف زرداری کو 5 روپے فی تولہ کے حساب سے کمیشن دیا۔ اس عرصے میں اے آروائی گولڈ نے پاکستان میں چار ملین تولے سے زائد سونا درآمد کیا جس پر آصف زرداری کے کمیشن کی رقم 20 ملین روپے تھی البتہ زرداری کے سوائس اکاؤنٹ میں 400 ملین روپے کمپنی کی جانب سے منتقل کیے گئے۔

آصف زرداری ہر موال کا جواب تیار کیے رہتے ہیں۔ انہوں نے جھٹ کہہ دیا کہ ملک میں 1947ء سے غیر قانونی طور پر سونا سمنگل کیا جا رہا ہے جس کے تذکرہ کے لیے حکومت نے سونے کی درآمد کو قانونی شکل دی ہے لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس درآمدی سونے پر 5 روپے فی تولہ کی ڈیوٹی انہوں نے عائد کر کے سرکاری خزانے کے بجائے اپنی جیب میں کیوں ڈالنا شروع کر دی۔ شائد ملک سے محبت میں وہ اپنی ہر چیز کو پاکستان کی ملکیت اور پاکستان کی ملکیت ہر چیز کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں۔

آصف زرداری آج کل دیگر مقدمات کی طرح اے آروائی گولڈ ریفرنس کے متعلق بھی عدالتوں میں پیش ہو رہے ہیں۔

ضابطگیوں کے سارے عمل میں زرداری کا ہاتھ تھا۔

آصف زرداری نے یونین سازی سے لے کر پاکستان سٹیل مل کے چیئرمین کے عہدے تک کے معاملات میں مداخلت کی اور فاروقی برادران کو اپنے مقاصد کیلئے خوب استعمال کیا۔ اس لوٹ مار کے کردار عثمان فاروقی اور آصف زرداری جیل میں ہیں۔ فیصلہ کیا ہوگا یہ تو وقت دیکھے گا۔ تاہم ان کی وجہ سے پاکستان سٹیل کو جو نقصان پہنچا۔ اس کا ازالہ شاید کئی برسوں کی مسلسل محنت سے بھی نہ کیا جاسکے۔

پاکستان سٹیل ملز

کراچی کے قریب روس کے تعاون سے پاکستان کا سب سے بڑا فولاد ساز کارخانہ لگا تو بہت جلد یہ ایک منافع بخش یونٹ کی شکل اختیار کر گیا۔ یہاں ہزاروں افراد کو روزگار میسر آ گیا لیکن کئی برس تک منافع میں جانے والا ادارہ یکدم خسارے میں جانے لگا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کرپشن کنگ آصف زرداری کا اس پر سایہ پڑ چکا تھا۔

پاکستان سٹیل ملز کی تباہی اور یہاں بڑھتی ہوئی کرپشن کی ذمہ داری صرف بے نظیر اور ان کے شوہر نامدار آصف زرداری پر عائد ہوتی ہے۔ ان دونوں کی زیر سرپرستی اور رضامندی سے ایک ارب 25 کروڑ روپے کا ماہانہ فولاد فروخت کرنے والا کارخانہ ایک دم 9 ارب روپے کے خسارے میں چلا گیا۔ تاہم آصف زرداری کو ہر ماہ باقاعدگی سے 10 کروڑ روپے بھتہ کی شکل میں مل جاتے۔ صرف 1994ء میں مجموعی طور پاکستان سٹیل ملز میں ایک ارب روپے کرپشن کی نذر ہوئے۔ آڈٹ رپورٹ کے مطابق یہ کرپشن جعلی کمپنیوں کو سپلائی کیے جانے والے مال کے نتیجے میں سامنے آئی۔ سٹیل مل اس وقت بالکل تباہی کے قریب پہنچ گئی۔ جب آصف زرداری سرمایہ کاری کے وزیر بنے۔ انہوں نے اس کے بعد سٹیل مل میں ڈیرے ڈال دیئے اور بدعنوانی کی ایسی تاریخ لکھی کہ جس کی مثال ملنا محال ہے۔ صرف فولاد کی فروخت میں کمی کے باعث پاکستان سٹیل ملز کو سیلز ٹیکس کی مد میں 30 کروڑ روپے خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ سٹیل مل کی بدعنوانیوں، انتظامی بے

میں بینظیر کے ساتھ فاروق لغاری اور ملک اللہ یار خان ملوث ہیں۔
جنرل پرویز مشرف نے ان سودوں کے علاوہ کچھ دیگر سودوں کو بھی مشکوک قرار
دے کر بعض سابق اعلیٰ فوجی افسروں سمیت ملوث افراد کیلئے تحقیقات کا حکم دے دیا ہے۔
بے نظیر بھٹو کے دور حکومت میں پاکستان نیوی کیلئے امریکہ سے 15 ارب روپے
مالیت کے 3 پی تھری سی اورین طیارے خریدنے کے لیے بینظیر حکومت اور پاک بحریہ
کے برطرف سربراہ ایڈمرل منصور الحق نے بھاری کمیشن کے عوض ان خراب طیاروں کو
خریدا۔ یہی وجہ تھی کہ ان طیاروں کو اڑا کر لانے کے بجائے بحری جہاز پر لا دیا گیا اور
نیول بیس پر سجا دیا گیا۔ ان طیاروں نے آج تک پرواز نہیں کی۔ اس سودے کے بارے
میں بھی تحقیقات جاری ہیں۔

دفاعی سودے

آصف زرداری اور بے نظیر کو ہر اس جگہ سے پیسے کی بو آ جاتی تھی جہاں مال بنانے کا
امکان ہوتا۔ بے نظیر بھٹو کی حکومت میں ایک فرانسیسی کمپنی سے 950 ملین امریکی ڈالر کے
عوض 3 آگسٹائٹس بی آبدوزیں خریدی گئیں۔ عوام اور حزب اختلاف نے سودے کی
تفصیلات جاننے کیلئے آواز اٹھائی مگر بے نظیر نے اس معاملے کو پارلیمنٹ میں بحث کیلئے
پیش نہ کیا۔ ان تینوں آبدوزوں کیلئے پاکستان کو جو دنیا کے غریب ممالک میں ایک سو
اٹھائیسویں نمبر پر ہے۔ فرانسیسی کمپنی کو 6 ارب ادا کرنے پڑے۔ ان تین آبدوزوں کی
خریداری کے حوالے سے پاکستان اور فرانسیسی حکام میں معاہدے پر دستخط کے بعد ہی
اندرون و بیرون ملک اخبارات میں پاکستان کے شاہی جوڑے کی جانب سے فرانس میں
جائیداد کی خریداری سے متعلق خبریں شائع ہوئیں۔ اس سودے کا مقصد ملکی دفاع کی
مضبوطی سے زیادہ اپنا مالی مفاد زیادہ اہم خیال کیا گیا۔

بینظیر بھٹو کی ہدایت پر 1994ء میں ایک فرم کو 5 ہیلی کاپٹروں کی خریداری کیلئے
21 لاکھ 68 ہزار ڈالر کی ادائیگی کی گئی لیکن یہ ہیلی کاپٹر آج تک حکومت پاکستان کو نہیں
مل سکے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بے نظیر نے دو کے بجائے 5 ہیلی کاپٹر خریدنے کا حکم
جاری کیا۔ ہیلی کاپٹروں کی خریداری کیلئے 30 میں سے 12 کمپنیوں کا انتخاب کیا گیا۔
اعتراضات واپس لینے کیلئے بینک مینجر پر دھمکیوں کی صورت میں دباؤ ڈالا گیا۔ اس گھپلے

کی واضح شہادتیں موجود ہیں کہ آئی بی میں ایسی رپورٹیں مسلسل فائل ہوتی رہیں جن میں مختلف کورکمانڈر آئی ایس آئی اور ایم آئی کے فیلڈ آفیسرز اور ان کے سربراہان کی سرگرمیوں کا تفصیلی ذکر ہوتا تھا۔

انٹیلی جنس بیورو نے صدر لغاری کے بیٹوں، چچا زاد بھائی صغیر لغاری حتیٰ کہ بیگم فاروق لغاری کے نہ صرف ٹیلی فون ٹیپ کئے بلکہ نجی وجوہات کی بنا پر ان کے دورہ امریکہ سے متعلق ٹاپ سیکرٹ ”رپورٹ“ بھی مرتب کی۔ صدر کے پرسنل سٹاف کے ارکان پر نپل سیکرٹری شمشیر خان اور پریس کنسلٹنٹ خواجہ اعجاز سرور کے فون بھی ٹیپ ہوئے۔



امریکی آئیر باد حاصل کرنے میں ناکام
سابق وزیراعظم بینظیر زرداری

خفیہ اداروں کا استعمال

بے نظیر دور حکومت میں انٹیلی جنس بیورو کے سربراہ میجر (ر) مسعود شریف اور سپیشل برانچ کے سربراہ ونگ کمانڈر طارق لودھی، آصف زرداری کے انتہائی قریبی دوستوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سے آصف زرداری اور بے نظیر بھٹو نے کئی اہم اور سیاسی کام کرائے جس کے لیے انہیں فنڈز کی شکل میں خطیر رقم فراہم کی جاتی۔ 1995ء میں کچھ اہم مشقوں کے لیے ان دونوں عہدیداروں نے ایک ارب روپے کی رقم خرچ کر ڈالی۔ مسعود شریف آصف زرداری کا پرانا دوست ہے۔ جبکہ طارق لودھی کی سفارش آئی ایس آئی کے سابق چیف لیفٹیننٹ جنرل (ر) اسد درانی نے کی دونوں افراد کو شاہی جوڑے کا بھرپور اعتماد حاصل تھا۔ جس کے باعث وہ ہر جگہ حسب خواہش کارروائی کر ڈالتے 5 نومبر 96ء کو بے نظیر حکومت کی برطرفی کے بعد انٹیلی جنس بیورو کے کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں واقع دفاتر سے ہاتھ لگنے والے تیکدیک کی اور دستاویزی مواد کے مطابق چیف جسٹس پاکستان جسٹس سجاد علی شاہ سپریم کورٹ کے جج صاحبان مسٹر جسٹس ناصر اسلم زاہد، چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ مسٹر جسٹس خلیل الرحمن، مسٹر جسٹس ملک عبدالقیوم اور مسٹر جسٹس منیر اے شیخ مسلسل آئی بی کی نگرانی میں رہے اور ان کے ٹیلی فون بھی ٹیپ کئے جاتے رہے یہاں تک کہ آصف زرداری کے کہنے پر فوج کے حاضر سروس افسران اور اعلیٰ عہدوں پر فائز بیورو کریٹس اور حکومت کے بعض مخالف صحافیوں کے بھی ٹیلی فون ٹیپ کئے گئے اس بات

فورٹ عباس سے شکست خوردہ افضل سندھو کو نیشنل انڈسٹریل ریلیشن کمیشن کا چیئر مین بنادیا گیا۔ مولانا سراج احمد دین پوری جو رحیم یار خان سے شکست سے دوچار ہوئے انھیں وزارت مذہبی امور کا مشیر بنادیا گیا۔ پروفیسر این ڈی خان جو کراچی سے ہارے وزیراعظم کے مشیر ہو گئے۔ سابق اٹارنی جنرل تکی بختیار کوئٹہ سے ہار گئے تو انھیں پھر اٹارنی جنرل بنادیا گیا۔ سرفراز نواز لاہور سے صوبائی اسمبلی کا انتخاب ہار گئے لیکن ان کو مشیر برائے کھیل بنادیا گیا۔

شکست خوردہ افراد جب جیتنے والوں کے سروں پر آ بیٹھیں گے تو کیا اپنی شکست کو بھول جائیں گے اور کیا پھر ان دونوں کے درمیان اپنی اپنی طاقت کی نمائش کی جنگ نہ شروع ہو جائے گی اور کیا پھر دونوں کے خوشامدی ٹولے پیدا نہ ہوں گے۔ ایسا ہوگا اور ہوا ہے جہی تو طاقتوروں نے اپنی جنگ میں انھیں فراموش کر دیا۔ جنھوں نے انھیں طاقت بخش کر خود کو ہمیشہ کے لیے مصائب کا شکار بنا لیا ہے۔



جنرل نکا اور ملک قاسم جو الیکشن ہار گئے مگر بے نظیر نے نکا خان کو گورنر پنجاب اور ملک قاسم کو مشیر بنا کر عہدے سے نوازا

ہارے پیادے شاہ بن گئے

پاکستان کے عوام کی یہ بد قسمتی ہے کہ یہ جو چاہتے ہیں وہ نہیں ہوتا اور جو نہیں چاہتے وہ ہو جاتا ہے۔ بینظیر بھٹو نے بھی قوم کے مسترد کردہ افراد کو کروڑوں روپے کی مراعات دے کر قوم کے سر پر مسلط کر دیا۔ اس زیادتی اور ظلم پر عوام بے چارے کسمسا کر رہ گئے۔ بینظیر نے کوہاٹ سے قومی اسمبلی کا انتخاب ہارنے والے افتخار گیلانی کو اے این پی کے ساتھ تعاون کے نتیجے میں سینئر منتخب کرالیا اور بعد میں اسی ہارے ہوئے امیدوار کو وفاقی وزیر بن کر جیتے ہوئے رکن کے اوپر بٹھا دیا۔

جنرل نکا خان راولپنڈی سے شیخ رشید احمد کے مقابلے میں ناکام رہے لیکن ان کو پنجاب کا گورنر بنادیا گیا۔

پاک پتن سے ہارنے والے راؤ ہاشم خان کو لینڈ کمیشن کی چیئر مینی مل گئی۔ بیرسٹر ایس ایم باقر بوریا لاہ سے ہار گئے تھے۔ لیکن بعد میں انھیں بیرون ملک سفیر بنادیا گیا۔ مسلم لیگ (ق) گروپ کے سربراہ اور پیپلز پارٹی کے حلیف ملک محمد قاسم مرحوم جو بہاولنگر سے ہار گئے تھے۔ انھیں وزیراعظم کا مشیر بنا کر عہدے سے نوازا گیا۔

آباد میں واقع وی آئی پی گیسٹ ہاؤس جاوید پاشا کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ وزارت مواصلات جس نے بینظیر کے پہلے دور حکومت میں اسے پیجر سروس کا اجازت نامہ فراہم کیا۔ اس بار اسے ایم ایم ڈی ایس سروس کا لائسنس پیش کیا۔ اس سروس کے تحت ایف ایم ون 100 ریڈیو سٹیشن ایک پرائیوٹ کیبل ٹی وی سٹیشن اور سیلولر فون سروس کے لائسنس جاری کر کے اسے نوازا گیا۔

شون گروپ کا ناصر حسین بھی آصف علی زرداری کے ذاتی دوستوں میں سے تھا۔ برسر اقتدار آتے ہی بے نظیر حکومت نے شون گروپ کو ایک بینک کے قیام کی اجازت دیدی۔ اس کے علاوہ شون گروپ نے دوسرے ایکسپورٹروں کے مقابلہ میں گارمنٹس کی فروخت پر بھی ایک مضبوط گرفت قائم کر لی تھی۔

پاکستان سٹیل مل کی تباہی میں بنیادی کردار ادا کرنے والا شخص عثمان فاروقی زرداری کو دو لہا بھائی کہہ کر پکارتا تھا۔ عثمان فاروقی نے سٹیل مل سے لوٹی گئی رقم میں سے ہر ماہ کروڑوں روپے زرداری کیلئے بطور بھتہ مختص کر رکھے تھے۔ پاکستان سٹیل مل کے دو افسران نے خفیہ طور پر جو گفتگو ریکارڈ کی اس کے مطابق تمام سودوں کی آڑ میں آصف زرداری کے نام پر عثمان فاروقی کروڑوں روپے اکٹھے کر کے دوہٹی کے ایک بینک میں منتقل کرنے میں مشغول رہا۔

طاہر خان نیازی شاہی جوڑے کا بابت اعتماد دوست ہے۔ بے نظیر دورہ لاہور کے دوران اکثر اسی کے ہاں قیام کرتیں۔ طاہر خان نیازی زرداری کا دست راست سمجھا جاتا تھا۔ نیوسٹی اسلام آباد پراجیکٹ کے چیف ایگزیکٹو کے طور پر طاہر نیازی نے 98 کروڑ روپے پلاٹوں کی بکنگ کی مد میں وصول کیے جس میں سے 30 کروڑ سے زائد رقم آصف زرداری نے وصول کی۔

سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے آبائی ضلع لاڑکانہ کی ضلع کونسل کے سابق چیئرمین اور پی پی پی کے سابق رکن صوبائی اسمبلی غلام حسین انہڑ نے آصف زرداری کی آشر باد سے برطانیہ میں مقیم ایک پاکستانی سے کراچی میں پونے دو کروڑ روپے ہتھیا لیے۔ اس

زرداری کے پیارے

آصف زرداری بڑا ہونہار انسان ہے اسے ہونہار بچہ نہیں قرار دیا جاسکتا کہ یہ تو شروع دن سے ہی اتنا بڑا ہے۔ اس نے ہر کام کے لیے الگ سوٹ، الگ گھڑی، الگ جوتے اور الگ گاڑی کی عادت سے خود کو خراب کیا ہوا ہے۔ اس کی خراب عادتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ ہر غبن، ہر جلسہ سازی اور ہر گھپلے کے لیے اس شعبے کے مستند افراد سے دوستیاں قائم کر لیتا ہے۔ فوزی کاظمی کو ہی لیں۔ بینظیر حکومت سے قبل یایوں کہنے کہ زرداری کی دوستی سے قبل اس ”مرزا ظاہر دار بیگ“ کو شاید کوئی جانتا بھی نہ ہو لیکن جیسے ہی آصف زرداری نے اس کے ذریعے کروڑوں ڈالر کا سرمایہ بیرون ملک منتقل کرنا شروع کیا تو فوزی علی کاظمی بھی مصروف ہو گیا۔ اور پھر نواز شریف دور میں اداکارہ زارا اکبر اور فوزی کاظمی شراب میں مست ایک کمرے سے برآمد ہوئے۔ فوزی علی کاظمی کئی سودوں میں آصف زرداری کا فرنٹ مین بن کر کام کر چکا ہے۔

بینظیر بھٹو کی کابینہ میں وزیر مواصلات کی عدم موجودگی کے سبب زرداری نے اپنے ”صوابدیدی“ اختیارات استعمال کرتے ہوئے اپنے دوست جاوید پاشا کو وزارت کا کرتا دھرتا بنا رکھا تھا۔ پیپلز پارٹی کے پورے دور اقتدار میں وزارت مواصلات کا اسلام

مقصد کے لیے غلام حسین انہڑ اور اس کے ساتھیوں نے مرتضیٰ بخاری کو ایک ہوٹل سے اغواء کیا اور کئی روز تک ڈیفنس سوسائٹی کے ایک بنگلے میں مسلح افراد کی نگرانی میں قید رکھا اور تشدد کا نشانہ بنایا۔ پھر اس کی ٹانگ سے بم باندھ کر ایک کروڑ 70 لاکھ روپے کی رقم بینک سے نکلوانے کیلئے لے کر گئے۔ مرتضیٰ بخاری کے مطابق اغوا کرنے والوں نے اس دوران ان کی مکمل نگرانی کی اور دھمکی دی کہ گڑبڑ کی صورت میں وہ ریموٹ کے ذریعے بم چلا دیں گے۔ مرتضیٰ بخاری ٹانگ پر بندھے بم سمیت بینک میں گیا اور مطلوبہ رقم دے کر اپنی جان بچائی۔ مرتضیٰ بخاری کے بیان کے مطابق دوران قید اس کی آصف زرداری سے تین ملاقاتیں کرائی گئیں اور بے نظیر بھٹو کو بھی اس معاملے کا علم تھا۔

بے نظیر اور آصف زرداری کے خفیہ اکاؤنٹس

بے نظیر اور آصف زرداری نے جہازوں کی خریداری، ٹیکسٹائل کوٹے، تعمیراتی ٹھیکوں، مختلف قسم کے بھتوں اور گھپلوں سے کمائی دولت غیر ملکی بینکوں میں جمع رکھ چھوڑی ہے۔ 1999ء میں بے نظیر نے خود ساختہ جلاوطنی کے دوران خوب شور مچایا کہ ان کے پاس تو دینی کے سکولوں میں زیر تعلیم بچوں کی فیس دینے کیلئے بھی پیسے نہیں جبکہ چند دن بعد ہی وہ امریکہ گئیں اور دنیا بھر میں آج تک ان کا آنا جانا ہے۔ بے نظیر اور زرداری کے سوئٹزر لینڈ کے سات بڑے بینکوں میں 17 خفیہ کھاتوں کا بھی سراغ لگایا گیا ہے۔ یہ کھاتے ان بینکوں کی تقریباً تین سو شاخوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ سوئٹزر لینڈ کے سات بینکوں میں 115 اکاؤنٹ نواز شریف دور میں ہی منجمد کر دیئے گئے تھے۔ ان کھاتوں کی کل رقم تقریباً 50 کروڑ ڈالر یعنی 25 ارب روپے سے زائد بنتی ہے۔ آصف زرداری اور بے نظیر بھٹو نے 19 بین الاقوامی فرموں میں کروڑوں ڈالر کے حصص خرید رکھے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر غیر ملکی اکاؤنٹس کی فہرست ملاحظہ کریں۔

نمبر شمار	بینک	اکاؤنٹ نمبر
1-	یونائیٹڈ بینک آف سوئٹزر لینڈ	552.3343
2-	سٹی بینک پرائیویٹ لمیٹڈ سوئٹزر لینڈ	342034
3-	سٹی بینک این اے دوئی	8180931

- 26 کریڈٹ ایگری کول 11 پیلس پر یوئیر فورجیز 76440
لے فوکس
- 27 کریڈٹ ایگری کوچ، برانچ ہاٹ نارمنڈی بوکس 676230
کریلام
- یہ اکاؤنٹ بے نظیر بھٹو آصف زرداری اور ان کے فرنٹ مینوں کے نام ہیں۔

- 4 بارڈائز بینک (سوئس) 62274400
- 5 بارڈائز بینک (سوئس) 62290209
- 6 بینرڈ آرمرڈ پرنس ایس اے 62290209
- 7 لد ہمنن پیرس 00101953552
- 8 پاچے ایس اے بینک 00101953552
- 9 بینک نیٹڈ پیرس (جنیوا) 553,726,9
- 10 سوئس بینک کارپوریشن 553,726,9
- 11 مین ہٹن سوئزر لینڈ 553,726,9
- 12 امریکن ایکسپریس بینک سوئزر لینڈ 553,726,9
- 13 بارڈائز بینک (ناتھس برج) 90991473
- 14 بارڈائز بینک (کنگسٹن اینڈ چیلسی برانچ) 20-47-34135
- سارکٹ کوڈ
- 15 نیشنل ویسٹ سنٹر بینک (ایلوچ برانچ) 26832320
- 16 ہیروڈز بینک لمیٹڈ 11309063
- 17 مڈنیڈ (بینک پال مال برانچ) 11309063
- 18 نیشنل ویسٹ سنٹر بینک ایچ ویروڈ لندن ڈبلیو 2 11309063
- 19 نیشنل ویسٹ سنٹر بینک (بارکن برانچ) 28559899
- 20 حبیب بینک اے جی مورگیٹ لندن ای سی 2
- 21 بینک فرانس ڈپلڈسٹی
- 22 کریڈٹ سوئس
- 23 حبیب بینک اے جی زیورخ سوئزر لینڈ
- 24 پکٹ ای ٹی سی، جنیوا
- 25 کریڈٹ ایگری کول پیرس

خاندان کے بیرون ملک ایک سولین ڈالر کے بینک اکاؤنٹس اور جائیدادیں موجود ہیں۔ آصف زرداری نے اپنی کاروباری سرگرمیوں کے ذریعے دفاعی معاہدوں، توانائی کے منصوبوں، نشریاتی آلاتوں کے اجراء، چاول کی برآمدی اجارہ داری کی اجازت دینے پی آئی اے کیلئے طیاروں کی خریداری، ٹیکسٹائل کے برآمدی کوٹے، تیل اور گیس کے پرمٹ، شوگر ملوں کی منظوری اور سرکاری اراضی کی فروخت سے مال بنایا۔ حکمران جوڑے نے سینکڑوں سودوں میں اپنے کردار کے متعلق دستاویزی ریکارڈ کی تیاری یا ان میں اپنا نام روکنے کے لیے خاصی محنت کی۔ بے نظیر بھٹو کبھی آصف زرداری کے معاملات سے التعلق نہیں رہیں۔



آصف زرداری

کی لوٹ مار کے میدان اور غیر ملکی اکاؤنٹس

آصف زرداری کے غیر ملکی اکاؤنٹس کی تحقیقات کرنے والے حکام کا کہنا ہے کہ آصف زرداری کی بیرون ملک قیمتی جائیدادوں کے علاوہ چالیس ملین ڈالر کے بینک ڈیپازٹس ہیں اور یہ تمام دولت پاکستان میں کاروبار کرنے والی غیر ملکی کمپنیوں سے بطور کمیشن وصول کی گئی جن میں سے 20 ملین ڈالر کی رقم سٹی بینک کے اکاؤنٹ نمبر 342034 میں جمع کرائی گئی۔ یہ اکاؤنٹ سوئزرلینڈ کی ”کیپری کورن ٹریڈنگ“ نامی ایک کمپنی کا اکاؤنٹ کھولنے کی استدعا کی تھی۔ درخواست میں کمپنی کے مالک کا نام آصف علی زرداری اور ایڈریس بلاول ہاؤس کراچی لکھا گیا تھا۔ حاصل شدہ معلومات کے مطابق آصف علی زرداری کی کمپنی نے سٹی بینک میں اپنا پہلا اکاؤنٹ 1994ء میں کھولا اور یہ اکاؤنٹ سٹی بینک کی دوبئی شاخ میں کھولا گیا۔ بعد میں اس اکاؤنٹ سے رقم سٹی بینک سوئزرلینڈ میں منتقل ہوتی رہی تاہم نیویارک ٹائمز نے ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ جہاں

50 ہزار روپے اور مالیت چار لاکھ ظاہر کی، منقولہ اثاثہ جات میں عباس اینڈ کو کا تخمینہ 10 ہزار روپے اور مالیت بھی یہی بتائی گئی۔ اس طرح مذکورہ اثاثہ جات کا مجموعی تخمینہ 12 لاکھ 43 ہزار 5 سو اور مالیت 56 لاکھ 10 ہزار روپے بنتی ہے۔

بیگم کلثوم نواز کے نام جو اثاثے ظاہر کیے گئے ان میں 24 اے مال روڈ مری کا تخمینہ 29 لاکھ 60 ہزار روپے مالیت ایک کروڑ 20 لاکھ اور خریداری کا مال 1993ء بتایا گیا ہے۔ 24 بی مال روڈ کی جائیداد کا تخمینہ 23 لاکھ روپے مالیت 40 لاکھ روپے اور خریداری کا سال 1994ء بتایا ہے۔ 24 بی تھری مال روڈ مری کا تخمینہ 23 لاکھ روپے مالیت 40 لاکھ روپے اور خریداری کا سال 1994ء بتایا گیا ہے۔ ماڈل ٹاؤن اہور کے پلاٹ کا تخمینہ 65 ہزار روپے مالیت بھی یہی اور خریداری کا سال 1976ء ظاہر کیا گیا۔ اس طرح بیگم کلثوم نواز کے مذکورہ اثاثہ جات کا مجموعی تخمینہ 76 لاکھ 25 ہزار اور اصل مالیت 2 کروڑ 6 لاکھ 50 ہزار بنتی ہے۔

اتفاق ٹیکسٹائل ملز میں نواز شریف کے 48 ہزار 6 سو شیئرز ہیں جن کی مالیت 8 لاکھ 36 ہزار روپے ہے۔ کلثوم نواز کے 15 ہزار حصص ہیں جن کی مالیت دو لاکھ 60 ہزار روپے ہے۔ اسماء نواز کے 5 ہزار 9 سو حصص ہیں جن کی مالیت 5 لاکھ 50 ہزار ہے۔ حسن نواز کے 5 ہزار 5 سو حصص کی مالیت 4 لاکھ 99 ہزار روپے ظاہر کی گئی ہے۔ اتفاق فاؤنڈریز میں نواز شریف کے 560 حصص ہیں جن کی مالیت 56 ہزار روپے ہے۔ اتفاق شوگر ملز میں نواز شریف کے 48 ہزار حصص ہیں جن کی مالیت 4 لاکھ 80 ہزار روپے ہے۔ بیگم کلثوم نواز کے 65 ہزار حصص ہیں جن کی مالیت 6 لاکھ 50 ہزار ہے۔ اسماء نواز اور حسن نواز دونوں کے 55 ہزار حصص ہیں۔ ان کی مالیت 5 لاکھ 50 ہزار ہے۔ برادرز سنٹیل ملز میں نواز شریف کے 20 ہزار 5 سو حصص کی مالیت 2 لاکھ 5 ہزار کلثوم نواز کے 3 ہزار 6 سو حصص کی مالیت 36 ہزار الیاس انٹر پرائزز میں نواز شریف کے 610 حصص ہیں۔ ان کی مالیت 61 ہزار روپے ہے۔ رمضان شوگر ملز میں نواز شریف کے حصص 10 ہزار ہیں جن کی مالیت ایک لاکھ روپے ہے۔ کلثوم نواز کے 50



نواز شریف کا گوشوارہ

دو بار وزیر اعظم کے عہدے سے لطف اٹھانے والے نواز شریف نے بھی دوسرے سیاستدانوں کی طرح اپنے انتخابی گوشوارے میں اپنے اثاثے کم ظاہر کیے، الیکشن کمیشن کے مصدقہ گوشوارے کے مطابق نواز شریف نے مالی سال 94-1993 میں انکم ٹیکس کی مد میں کوئی رقم جمع نہیں کرائی جبکہ ویلتھ ٹیکس کی مد میں 21 لاکھ 84 ہزار 680 روپے ادا کیے۔ مالی سال 95-1994 میں انکم ٹیکس کی مد میں صرف 477 روپے اور دولت ٹیکس کی مد میں 7 لاکھ 92 ہزار 255 روپے جمع کرائے۔ مالی سال 96-1995 میں بھی انکم ٹیکس کی مد میں کوئی رقم درج نہیں جبکہ ویلتھ ٹیکس کی مد میں ایک لاکھ 51 ہزار 436 روپے ٹیکس دیا۔ 1981ء میں 235 اپر مال اہور کی جائیداد خریدی جس کا تخمینہ 9 لاکھ روپے جبکہ اس وقت کی مالیت 30 لاکھ روپے ظاہر کی۔ 1978ء میں کوٹ لکھپت میں زمین خریدی جس کا تخمینہ 50 ہزار جبکہ مالیت 10 لاکھ روپے بتائی۔ 1984ء میں رائے ونڈ روڈ پر زرعی اراضی خریدی جس کا رقبہ نہیں بتایا گیا۔ 2 لاکھ 33 ہزار اور مالیت 10 لاکھ روپے بتائی گئی۔ 1972ء میں منڈیالی شیخوپورہ میں زرعی اراضی خریدی جس کا تخمینہ

ایک ہزار تین سو ظاہر کیا۔ نواز شریف نے یو بی ایل میں اپنا صرف 5 ہزار 2 سو 25 روپے کا اکاؤنٹ ظاہر کیا۔ بینک آف پنجاب ایجرٹن روڈ برانچ میں صرف 75 روپے کا کھاتہ بتایا۔ الائیڈ بینک ماڈل ٹاؤن برانچ میں کلثوم نواز کا ایک لاکھ 55 ہزار آٹھ سو روپے کا اکاؤنٹ ظاہر کیا۔ فاروق برکت کے حوالے سے کلثوم نواز کے پاس 11 لاکھ اور شمیم بیگم کے حوالے سے کلثوم نواز کے پاس 16 لاکھ 50 ہزار کے اثاثے ظاہر کیے۔ چودھری شوگر ملز پر نواز شریف نے اپنے ذمے 33 لاکھ 21 ہزار اور کلثوم نواز کے ذمے 28 لاکھ ایک ہزار کا قرضہ ظاہر کیا۔ حدیبیہ شوگر ملز پر نواز شریف نے اپنے ذمے 82 ہزار 80 روپے کا قرضہ بتایا۔ اس طرح نواز شریف نے اپنے ذمہ کل قرضہ 60 لاکھ 21 ہزار 4 سو 38 روپے اور کلثوم نواز کے ذمہ کل قرضہ 29 لاکھ 53 ہزار 80 روپے ظاہر کیا۔ نواز شریف نے اپنے اثاثوں کی کل مالیت 42 لاکھ 5 ہزار اور تخمینہ 85 لاکھ 21 ہزار روپے بتایا۔ کلثوم نواز کے اثاثوں کی کل مالیت 4 کروڑ 25 لاکھ 15 ہزار روپے اور تخمینہ 5 کروڑ 25 لاکھ 40 ہزار بتایا۔ اسماء نواز کے نام اثاثوں کی مالیت 3 کروڑ 9 لاکھ 93 ہزار روپے ظاہر کی۔ نواز شریف نے رانیوڈ پیلس، قیمتی گاڑیوں اور ہیلی کاپٹر کا ذکر نہیں کیا۔

سنٹرل بورڈ آف ریونیو اسلام آباد کے ذرائع کے مطابق میاں نواز شریف کے نام سے پہلی بار 86-85 میں اتفاق فاؤنڈری لمیٹڈ کے ڈائریکٹر کے نام سے پہلی ٹیکس ریٹرن جمع کرائی گئی، جس پر محکمہ انکم ٹیکس نے انہیں 07.07.0227649 نیشنل انکم ٹیکس نمبر الاٹ کیا تھا۔ اس سال میاں محمد نواز شریف نے 2,43,998 روپے سالانہ آمدنی ظاہر کی جبکہ اس سال 1371969 روپے کی جائیداد ظاہر کی۔ اس پر انہوں نے 2,190 روپے ٹیکس ادا کیا۔ 87-86 میں تنخواہ اور مختلف کمپنیوں کے شیئرز کے ذریعے نواز شریف نے 366,872 روپے کی آمدنی ظاہر کی۔ اس پر انہوں نے 10698 روپے انکم ٹیکس ادا کیا، اس سال انہوں نے 16,12,022 روپے کی جائیداد ظاہر کر کے 3620 روپے دولت ٹیکس ادا کیا۔ 88-87 میں انہوں نے

ہزار حصص کی قیمت پانچ لاکھ روپے ہے جبکہ اسماء نواز اور حسن نواز کے 2 لاکھ 70 ہزار حصص کی قیمت 27 لاکھ روپے ہے۔ اتفاق برادرز پرائیویٹ لمیٹڈ میں نواز شریف کے 640 حصص کی قیمت 64 ہزار کلثوم نواز کے تین ہزار 3 سو حصص کی قیمت 3 لاکھ 30 ہزار روپے ہے۔ رمضان بخش ٹیکسٹائل ملز میں کلثوم نواز کے سوا دو لاکھ شیئرز ہیں، جن کی مالیت 2 لاکھ 50 ہزار روپے ہے۔ چودھری شوگر ملز میں کلثوم نواز کے 8 لاکھ 64 ہزار حصص ہیں، جن کی مالیت 86 لاکھ 40 ہزار روپے ہے۔ اسماء نواز اور حسن نواز دونوں کے الگ الگ 8 لاکھ 64 ہزار شیئرز ہیں۔ جن کی مالیت 86 لاکھ 40 ہزار ہے۔ مہران رمضان ٹیکسٹائل ملز میں کلثوم نواز کے 4 لاکھ 87 ہزار سات سو حصص کی قیمت 48 لاکھ 77 ہزار روپے ہے۔ اسماء نواز اور حسن نواز دونوں کے الگ الگ 4 لاکھ 82 ہزار حصص کی الگ الگ قیمت 48 لاکھ 21 ہزار ہے۔ محمد بخش ٹیکسٹائل ملز میں کلثوم نواز کے ایک لاکھ 68 ہزار حصص ہیں۔ اسماء نواز اور حسن نواز کے علیحدہ علیحدہ ایک لاکھ 64 ہزار حصص ہیں۔ حمزہ شینگ ملز کے 4 لاکھ 24 ہزار حصص اسماء اور حسن نواز کی ملکیت ہیں۔ حدیبیہ انجینئرنگ میں کلثوم نواز، اسماء اور حسن نواز الگ الگ 12 ہزار 270 حصص کے مالک ہیں۔ حمزہ بورڈ ملز کے ایک لاکھ 92 ہزار حصص کلثوم نواز کی ملکیت جبکہ حسن نواز اور اسماء نواز کے ایک لاکھ 30 ہزار حصص ہیں۔

میاں نواز شریف نے۔ جو دیگر اثاثے اپنی ملکیت ظاہر کیے ہیں۔ ان میں ایک لاکھ 39 ہزار روپے کے ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ، اتفاق ٹیکسٹائل ملز میں ایک لاکھ 29 ہزار روپے کے حصص، الیاس انٹرپرائزز میں 9 ہزار 8 سو روپے کے حصص شامل ہیں۔ میاں نواز شریف نے اتفاق فاؤنڈریز کے ضمن میں صرف گیارہ روپے کی مالیت ظاہر کی ہے۔ گاڑیوں کے خانے میں مالیت پانچ لاکھ ظاہر کی گاڑیوں کی تعداد یا دیگر تفصیل نہیں دی۔ اپنی اہلیہ کلثوم نواز کی ملکیت میں ایک لاکھ روپے کے زیورات ظاہر کیے۔ اپنے پاس نقد 91 ہزار 9 سو 27 روپے کلثوم نواز کے پاس نقد 7 لاکھ 57 ہزار ایک سو 33 روپے اسماء نواز کے پاس کیش 7 لاکھ 51 ہزار 6 سو 34 روپے۔ حسن نواز کے پاس کیش 8 لاکھ

آمدنی کے زمرے میں آتی ہے جبکہ دولت ٹیکس کی مد میں ایک لاکھ 40 ہزار روپے جمع کرائے گئے اس سال جائیداد کی مالیت 70,86,650 روپے ظاہر کی۔ 1995-96 میں نواز شریف نے صرف کمپنیوں کے حصص سے 4768 روپے سالانہ آمدنی ظاہر کی۔ اس سال انہوں نے 477 روپے انکم ٹیکس ادا کیا اور اس سال نواز شریف نے اپنی کوئی جائیداد ظاہر نہیں کی جبکہ جائیداد کی مد میں 304011 روپے کا نقصان ظاہر کیا۔ محکمے نے اسے تسلیم نہ کیا اور 3 کروڑ 14 لاکھ 13 ہزار 274 روپے کی جائیداد تشخیص کرتے ہوئے سات لاکھ دس ہزار روپے دولت ٹیکس عائد کر دیا جو کہ ٹیکس گزار نواز شریف نے جمع کرا دیا۔ 1996-97 میں نواز شریف نے صرف 8 ہزار روپے زرعی آمدنی ظاہر کی۔ انکم ٹیکس کی ادائیگی کا کیس ابھی زیر التوا ہے۔ اس سال انہوں نے 4 لاکھ 64 ہزار آٹھ سو 63 روپے کی جائیداد ظاہر کی۔ محکمہ انکم ٹیکس نے جائیداد کی مالیت تسلیم نہیں کی اور اس جائیداد کی مالیت 3 کروڑ 14 لاکھ 86 ہزار 410 روپے تشخیص کی۔ اس پر ایک لاکھ 51 ہزار روپے دولت ٹیکس ادا کیا۔ 1997-98 میں نواز شریف نے اپنی سالانہ آمدنی 90 ہزار روپے ظاہر کی۔ انکم ٹیکس کی ادائیگی کا کیس زیر التوا ہے۔ اس سال انہوں نے ایک کروڑ 66 لاکھ 6 ہزار 206 روپے مالیت کی جائیداد پر تین لاکھ 50 ہزار دولت ٹیکس ادا کیا۔ 1998-99 میں نواز شریف نے کوئی جائیداد ظاہر نہیں کی جبکہ انہوں نے جائیداد ظاہر کرنے کے خانے میں اپنے آپ کو 8 لاکھ 58 ہزار دو سو اسی روپے کا نقصان ظاہر کیا۔ انکم ٹیکس اور دولت ٹیکس کے کیس انکم ٹیکس حکام کے پاس زیر التوا ہیں۔ مالی سال برائے 1999-2000 کیلئے جمع کرائے گئے گوشوارے اور دیگر ریکارڈ فوجی حکام کے قبضے میں ہے۔

3,18,190 روپے سالانہ آمدنی ظاہر کر کے 86,653 انکم ٹیکس ادا کیا۔ 1988-89 میں نواز شریف کی سالانہ آمدنی بڑھ کر 625,928 روپے ہو گئی۔ اس پر 23742 روپے انکم ٹیکس ادا کیا گیا۔ اس سال انہوں نے مجموعی طور پر 17,05,619 روپے کی جائیداد ظاہر کی جبکہ محکمہ انکم ٹیکس نے اس جائیداد کی مالیت 19,27,324 روپے تشخیص کی جس پر 23548 روپے دولت ٹیکس عائد کیا گیا۔ 1989-90 میں 648,227 روپے کی سالانہ آمدنی پر 16,271 روپے انکم ٹیکس ادا کیا گیا جبکہ گزشتہ سال کے مقابلے میں جائیداد کم ہو کر 11,85,338 روپے مالیت کی رہ گئی۔ انکم ٹیکس حکام نے جائیداد کی مالیت 15,72,914 روپے قبول کرتے ہوئے 3229 روپے دولت ٹیکس عائد کیا۔ 1990-91 میں نواز شریف کی سالانہ آمدنی بھی کم ہو گئی۔ اس سال انہوں نے 24,95,37 روپے آمدنی ظاہر کی جس پر 51,319 روپے انکم ٹیکس ادا کیا گیا۔ اس سال 13,38,605 روپے مالیت کی جائیداد ظاہر کی گئی محکمہ انکم ٹیکس نے جائیداد کی قیمت پر اعتراض کرتے ہوئے اسے 2,81,026 روپے مالیت قرار دے کر 57,026 روپے دولت ٹیکس وصول کیا۔ 1991-92 میں نواز شریف کی سالانہ آمدنی میں گزشتہ سال کی نسبت قدرے اضافہ ہوا اور یہ بڑھ کر 3,58,886 روپے ہو گئی۔ اس پر انہوں نے 57,637 روپے انکم ٹیکس دیا۔ اس سال نواز شریف کی جائیداد بھی بڑھ کر 81,32,777 روپے مالیت کی ہو گئی۔ محکمہ انکم ٹیکس نے اس جائیداد کی تشخیص 87,32,061 روپے کی اور اس پر ٹیکس گزار نے ایک لاکھ 68 ہزار روپے دولت ٹیکس ادا کیا۔ 1992-93 میں نواز شریف کی طرف سے جمع کرائے گئے انکم ٹیکس کے گوشواروں میں حیرت انگیز طور پر کمی آئی اور سالانہ آمدنی کم ہو کر صرف 6621 روپے ظاہر کی گئی جبکہ جائیداد کی قیمت میں واضح فرق پڑا۔ اس سال جائیداد کی مالیت 6,38,53,591 روپے ظاہر کی۔ اس سال انہوں نے ایک لاکھ 69 ہزار روپے ٹیکس ادا کیا۔ 1994-95 میں نواز شریف نے اتفاق فاؤنڈریز کی ڈائریکٹر شپ سے استعفیٰ دے دیا۔ اس سال انہوں نے اپنی سالانہ آمدنی صرف 5 ہزار ظاہر کی یہ رقم ناقابل ٹیکس

لیے 37 بنگلہ دیش کے دورے پر 62 سعودی عرب 62 سوئٹزر لینڈ اور برطانیہ 41 چین 51 اور پھر سعودی عرب کے اگلے دورے کے لیے ان کے معاونین کی تعداد 37 تھی۔ اس کے بعد نواز شریف نے اٹلی اور بیلجیئم کا دورہ کیا جس میں ان کا وفد 59 افراد پر مشتمل تھا۔ ہانگ کانگ 45 قازقستان 45 متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب پر 26 برطانیہ 24 کویت اور قطر 24 سری لنکا اور مالدیپ 34 اور اس کے بعد امریکہ، ڈنمارک اور برطانیہ کے دورہ پر 19 افراد ان کے ساتھ تھے۔

نواز شریف نے کینڈا، برطانیہ اور ناروے کا دورہ کیا تو ان کے ہمراہ 55 افراد تھے۔ سعودی عرب کے دورے پر وزیراعظم کے ساتھ افراد کی تعداد 56 تھی۔ متحدہ عرب امارات اور اردن کے دورے میں ان کا وفد 25 افراد پر مشتمل تھا۔ جبکہ بنگلہ دیش 24 اور بحرین کے دورے میں 17 افراد شریک سفر ہوئے۔

سینکڑوں غیر ضروری اور غیر متعلقہ افراد سرکاری خرچ پر دیس دیس کی سیر کرتے رہے۔ نواز شریف خود کو مذہبی ثابت کرنا چاہتے تھے اس کے لیے سینکڑوں افراد کو سرکاری خرچ پر ساتھ لے کر 6 مرتبہ سعودی عرب کا دورہ کیا۔ ان چھ دوروں پر قوم کا 15 کروڑ روپیہ خرچ ہوا اپریل 99ء کے بعد انھوں نے روس، یونانی، سنگا پور، چین، امریکہ، برطانیہ اور سعودی عرب کا دورہ کیا۔ سعودی عرب کے دورے کے دوران وفد میں ان کی اہلیہ کلثوم نواز، بیٹی مریم صفدر متعدد وفاقی وزراء، آرمی چیف اور دیگر سرکاری افسران اور انکی بیامات بھی شامل تھیں۔

نواز شریف اپنے سفر کے لیے خصوصی بوئنگ طیارہ استعمال کرتے تھے۔ ایٹمی دھماکوں کے بعد انھوں نے ٹی وی پر قوم سے وعدہ کیا کہ وہ یہ طیارہ پی آئی اے کو واپس کر دیں گے۔ لیکن ایسا کرنے کی بجائے الٹا قوم کے مزید 18 لاکھ ڈالر اس کی آرائش پر خرچ کر دیئے گئے۔

نواز شریف کے سیر سپاٹے

جب کوئی سربراہ حکومت غیر ملکی دورے پر جاتا ہے تو اس کے پیش نظر کچھ مقاصد ہوتے ہیں۔ وہ مقاصد حاصل نہ ہو سکیں تو دورہ ناکام کہلاتا ہے۔ پوری دنیا میں سرکاری خزانے سے جب بھی کسی حکمران یا افسر کو بیرونی دورے پر ریاست بھیجتی ہے تو اس کے ساتھ معاونت کے لیے بعض ضروری افراد کو بھی بھیج دیتی ہے۔ تاہم پاکستان میں عجیب دستور ہے کہ قرضہ لینے کے لیے اگر وزیر خزانہ اور ان کے ساتھ پانچ چھ افراد کو بیرون ملک جانا ہے تو سو ڈیڑھ سو افراد اکٹھے کر لیے جاتے ہیں اور عین ممکن ہے کہ وزیراعظم بھی ساتھ جانے کا اعلان کر دے ان لوگوں نے ایک اہم کام کو سیر سپاٹا بنا رکھا ہے۔

نواز شریف نے غیر ملکی دوروں پر اپنے ساتھ پوری فوج لے جا کر سرکاری خزانے کو اربوں کا نقصان پہنچایا۔ وزیراعظم منتخب ہوتے ہی وہ سب سے پہلے مالدیپ اور ترکمانستان گئے۔ جس میں ان کے وفد میں 42 افراد شامل تھے۔ اس کے بعد ترکی اور ایران کا دورہ کیا جس میں 52 افراد ان کے ہمراہ تھے۔ دورہ ملائیشیا میں ان کے وفد کے ارکان کی تعداد 83 تھی۔ اپنے دوسرے دور اقطار میں امریکہ کے پہلے دورے میں ان کے ساتھ 35 افراد تھے۔ ترکمانستان کے اگلے دورے میں وہ صرف 7 افراد کو ساتھ لے کر گئے۔ لیکن برطانیہ کے دورے پر 52 افراد ان کے ساتھ تھے۔ اسی طرح ایران کے

معاف کرایا گیا۔ اکثر قرضے معاف کرانے والے مسلم لیگ کے بڑے رہنما تھے۔ نواز شریف نے جون 98 میں اعلان کیا تھا کہ وہ قرضے ادا کرنے کے لیے اپنے خاندان کے 4 صنعتی یونٹوں سے دستبردار ہو رہے ہیں۔ لیکن انھوں نے اپنی حکومت کی برطرفی تک ان چاروں یونٹوں کو لاہور ہائیکورٹ کی طرف سے نامزد کردہ کمیٹی کے سپرد نہ کیا۔ اس کمیٹی نے 5 ارب روپے سے زائد کے قرضے وصول کرنے کیلئے ان یونٹوں کی لیکویڈیشن کرنا تھی۔

1998-99 جی بی پوٹس اینڈ کمپنی پرائیویٹ لمیٹڈ نے اتفاق گروپ کے اثاثوں کی رپورٹ پیش کی۔ جس کے مطابق اتفاق گروپ نے بینکوں کے 5 ارب 67 کروڑ کے قرضے ادا کرنا ہیں۔ جبکہ اس کے اثاثوں کی کل مالیت 2 ارب 23 کروڑ ہے اور جن یونٹوں سے نواز شریف نے دستبرداری کا اعلان کیا۔ ان کی کل مالیت ایک ارب 80 کروڑ ہے۔

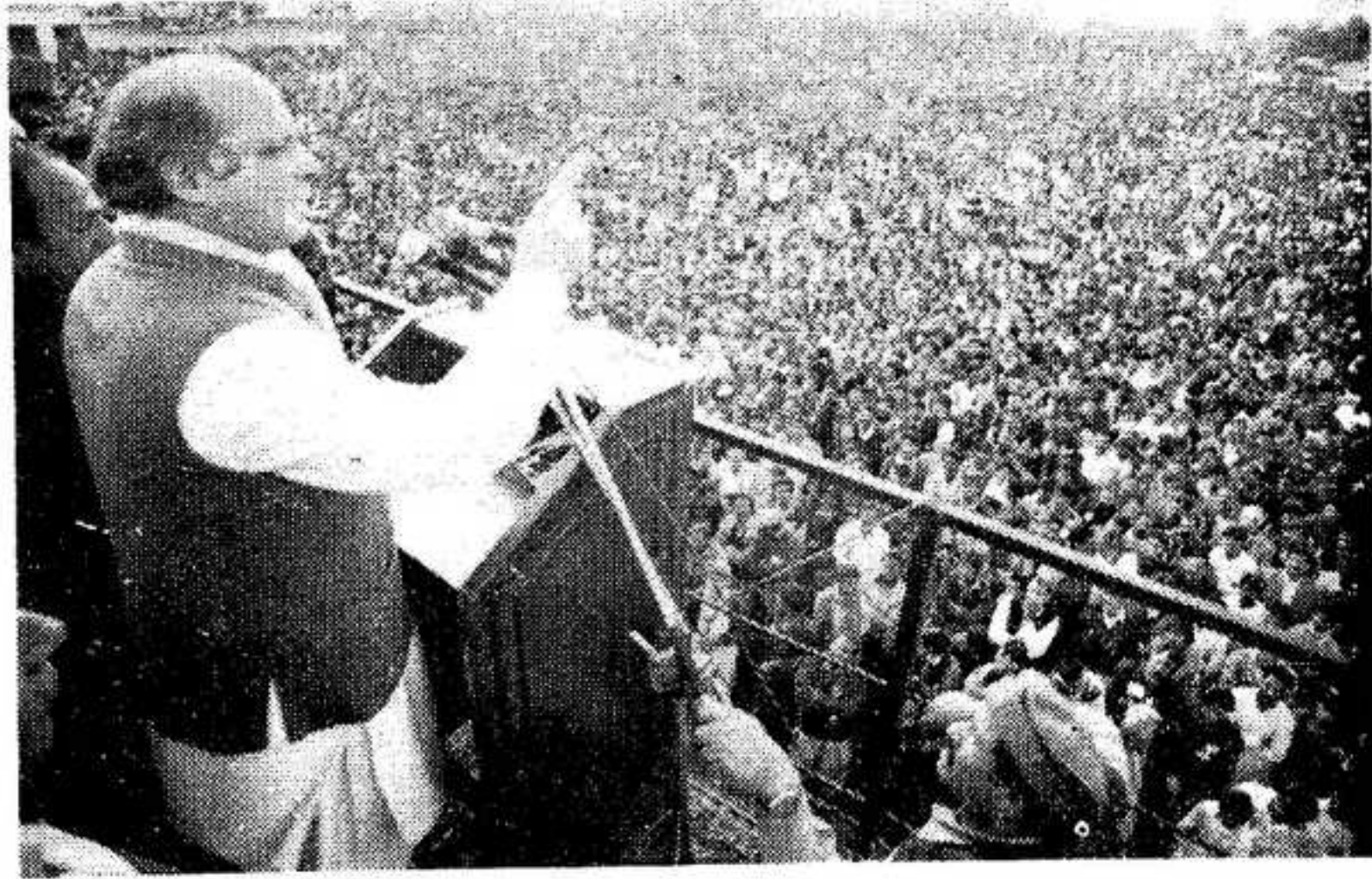
رمضان بخش ٹیکسٹائل ملز کے قرضہ کی مالیت 24 کروڑ 60 لاکھ رمضان شوگر ملز 11 کروڑ 80 لاکھ اور برادرز سٹیل ملز کے لیے 40 کروڑ 80 لاکھ روپے کا قرضہ لیا گیا۔ نواز شریف کے کزن میاں الیاس معراج کے مطابق وہ رمضان شوگر ملز اور برادرز سٹیل ملز کے ساتھ شیئر ہولڈر کے طور پر رہے ہیں۔ اور نہ ہی کبھی ڈائریکٹر کے طور پر کیا لیکن ان کا نام مجلسازی سے ان صنعتی یونٹوں کے ڈائریکٹر کے طور پر کا شامل کیا گیا۔ ان ملوں کے لیے 77 کروڑ 20 لاکھ کا قرضہ لیا گیا۔ شریف فیملی کے دباؤ کے باعث بینک حکام نے دستخطوں کی تصدیق کی بھی زحمت نہ کی اور قرضے جاری کر دیے بعد ازاں ہینڈ رائٹنگ ایکسپرٹ نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ میاں الیاس معراج کے دستخط جعلی ہیں۔ قومی احتساب بیورو کو فراہم کردہ شہادتوں کے مطابق میاں الیاس معراج کا نام رمضان بخش ٹیکسٹائل ملز کے اکاؤنٹ کھولنے میں ظاہر نہیں کیا گیا۔ جبکہ میمورنڈم اینڈ آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں میاں الیاس معراج کے دستخط والی جگہ خالی رکھی گئی ہے جبکہ 6 دیگر خاندانوں شریف، معراج، برکت، عزیز اور بشیر نے اس دستاویز پر دستخط کئے ہیں۔

”قرض معاف کراؤ“ اور قرض اتار و سکیم

1996 میں نیشنل بینک آف پاکستان نے اپنے 20 سب سے بڑے نادہندگان کی فہرست سینٹ کی خصوصی کمیٹی کو پیش کر دی۔ جس کے مطابق سب سے بڑا نادہندہ اتفاق گروپ تھا۔ 1998-99 کے مالی سال کے دوران زرعی ترقیاتی بینک نے 22 صنعتوں کے 70 ”نواز لیگی“ نادہندگان کے 8 کروڑ کے قرضے معاف کئے ان میں کراچی، لاہور، سیالکوٹ، راولپنڈی سمیت دیگر شہروں کے نادہندگان شامل ہیں۔ معزول وزیر اعظم نے پاکستان اور بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی جانب سے ”قرض اتار و ملک سنوارو“ مہم کے لیے عطیہ کے طور پر دیے گئے کروڑوں روپے کی خطی رقم پر بھی ہاتھ صاف کئے۔ اس رقم کا وزارت خزانہ یا سٹیٹ بینک میں کوئی ریکارڈ نہیں۔ اس مہم میں 2 کروڑ 90 لاکھ ڈالر کے عطیات 50 لاکھ ڈالر کا قرض حسنہ 9 کروڑ ڈالر کے سرٹیفکیٹ اور پاکستانی روپے میں 3 ارب کے عطیات جمع ہوئے۔ تاہم یہ رقم صوابدیدی فنڈ کے طور پر استعمال ہوئی اور اس عرصہ کے دوران اس کا کوئی آڈٹ نہ کرایا گیا اور نہ کہیں اس کا ریکارڈ موجود ہے۔

نواز شریف نے اپنے دور اقتدار میں تعلق داروں اور مسلم لیگ سے وابستہ افراد کے 35 ارب روپے کے قرضے معاف کر کے بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا۔ ان تمام نادہندگان نے مالیاتی اداروں سے مختلف مدتوں میں اپنے کاروبار کے لیے بھاری مالیت کے قرضے سیاسی دباؤ کے تحت حاصل کئے۔ جنھیں ان ازاں کاروبار میں نقصان ظاہر کر کے نواز شریف اور ان کی کابینہ کے ارکان کی سفارش پر

جائیں۔ ذرائع کے مطابق ابھی تک نیشنل ہائی وے اتھارٹی اور شیخ یوسف کی تعمیراتی کمپنی میں خط و کتابت جاری ہے جبکہ پنڈی بھٹیاں، فیصل آباد سیکشن پر موٹر وے کے منصوبے ایم تھری پر کام عملی طور پر رکا ہوا ہے۔ اور ایک سال گزرنے کے باوجود ابھی تک صرف 5 میل سڑک پر مٹی ڈالی گئی ہے۔ جبکہ حسنین کنسٹرکشن کمپنی ادائیگی لے چکی ہے۔ شیخ یوسف ڈائیو کے پراجیکٹ کی حاصل کی گئی مشینری سے لاکھوں روپے روزانہ کے حساب سے کرایہ لے رہے ہیں جبکہ اسی مشینری کا ریکارڈ غائب ہے۔



کشکول توڑنے کا دعویٰ کرنے والے میاں نواز شریف جلسہ سے خطاب کر رہے ہیں۔

نواز شریف نے 25 کروڑ کی سرکاری مشینری تعمیراتی کمپنی کو بخش دی

سابق وزیراعظم نواز شریف کے حکم پر نیشنل ہائی وے اتھارٹی نے لاہور اور اسلام آباد کے درمیان موٹر وے کے منصوبے ایم ٹیو کی تعمیر میں استعمال ہونے والی 25 کروڑ کی جدید مشینری موٹر وے کے پنڈی بھٹیاں اور فیصل آباد کے تعمیراتی منصوبے ایم تھری کے ٹھیکیدار شیخ محمد یوسف کی فرم حسنین کنسٹرکشن کمپنی کو تحفے میں دے دی گئی۔ اس مشینری میں روڈ رولر، گریڈر، پیور کنسٹریز اور بلڈوزر شامل ہیں۔ رپورٹ کے مطابق حسنین کنسٹرکشن کمپنی نے جب معزول وزیراعظم نواز شریف سے تفصیلی مذاکروں کے بعد پنڈی بھٹیاں فیصل آباد موٹر وے کا ٹھیکہ حاصل کیا۔ تو شیخ محمد یوسف نے نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے معاہدے کے تحت موبلائزیشن ایڈوانس کے طور پر 10 کروڑ روپیہ طلب کیا۔ جس پر نواز شریف نے چیئر مین نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے مشورے کے بعد ڈائیو کمپنی کی مشینری شیخ یوسف کو دلا دی۔ شیخ یوسف نے صرف ایک ہفتے میں تمام مشینری لاہور اسلام آباد موٹر وے کے مختلف سٹوروں سے اٹھوائی اور ایم تھری کے پراجیکٹ پر لگانے کی بجائے ملک کے مختلف علاقوں میں تعمیراتی کام کرنے والی فرموں کو کرائے پر دے دی اور بعض مشینوں میں سے قیمتی پرزے اور ہائیڈرولک سسٹم اتار کر اپنی مشینری کو لگا دیا۔ چند ماہ بعد نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے بااختیار افسروں کے ”مشورے“ کے بعد ایک رپورٹ بھیج دی کہ ڈائیو کمپنی کی مشینری ناکارہ ہے۔ اس لیے اس کی مرمت کے 10 کروڑ کے اخراجات دیے۔

ڈائمنگ میز اور ہر فلیٹ میں چھ بیڈرومز ہیں۔ ہر فلیٹ میں دو سنگل اور چار ڈبل بیڈرومز ہیں۔ دونوں دو دو منزلہ ہیں ان میں پورچ، لاونج اور دیگر تمام حصے اور سہولیات موجود ہیں۔ ہر بیڈروم میں ایک ایک بیڈ 5 سے 7 ہزار پاؤنڈ مالیت کا ہے۔ ان میں نصف تعداد مساج بیڈ پر مشتمل ہے۔ حسن نواز جس فلیٹ میں مقیم ہیں اس میں نواز شریف کی قد آدم تصویر آویزاں ہے۔ نواز شریف فیملی کے مطابق وہ ان فلیٹس میں کرائے دار کی حیثیت سے رہتے ہیں جبکہ برطانوی ریکارڈ کے مطابق فلیٹس نواز شریف کے فرنٹ مین کے نام پر ہیں اگر ان فلیٹس کے کرائے کا اندازہ لگایا جائے تو وہ ماہانہ 14 لاکھ روپے بنتا ہے۔ فلیٹوں کی خریداری کے بعد وہاں انتہائی بیش قیمت لکڑی کا کام کرایا گیا۔ دنیا کے مہنگے ترین قالین بچھائے گئے اور انتہائی قیمتی فانوس لگائے گئے۔

فلیٹس کی خریداری کے لیے منی انڈرنگ کا طریقہ کار بھی قابل غور ہے

26 اگست 1992 کو 11 بج کر 25 منٹ پر ایک شخص محمد رمضان نے حبیب بینک اے جی زیورخ لاہور میں 300 ڈالروں کے ذریعے فارن کرنسی سیونگ اکاؤنٹ کھلوا دیا۔ محمد رمضان نے فارم پر اپنا پتہ مکان نمبر 15 سٹریٹ نمبر 6 سنت نگر لاہور لکھا اسے اکاؤنٹ نمبر 1065-202120 اسٹ کیا گیا۔ اسی روز اس وقت ایک اور شخص اصغر علی نے اسی برانچ میں 200 ڈالر سے ایک اکاؤنٹ کھلوا دیا چونکہ منی انڈرنگ کا یہ کھیل مذکورہ برانچ سے سٹی بینک اور پھر وہاں سے لندن تک کھیلا جاتا تھا۔ لہذا اسی روز لاہور میں واقع سٹی بینک میں بھی ایک خاتون سکندرہ مسعود قاضی کے نام سے ڈیڑھ لاکھ ڈالر کا فارن کرنسی اکاؤنٹ کھلوا گیا۔ جس کا لوکل کرنسی اکاؤنٹ نمبر ایل سی وائی 0816279011 اور فارن کرنسی اکاؤنٹ نمبر سی وائی 5816279107 تھا۔ حبیب بینک اے جی زیورخ میں محمد رمضان اور اصغر نے اکاؤنٹ کھولنے کے لیے جو فارم جمع کرائے ان میں دونوں کے نام اور گھر کے پتے درج ہیں۔ کوائف کے باقی تمام ضروری خانے خالی ہیں جن میں پاسپورٹ نمبر پاسپورٹ کے اجراء کی تاریخ، قومیت پاکستان کا شناختی کارڈ نمبر، تصدیق کنندہ کے دستخط، مکمل پتہ اور بینک کے

نواز شریف کے لندن میں فلیٹس

پارک لین لندن کا انتہائی بیش قیمت اور فیشن ایبل علاقہ شمار ہوتا ہے۔ یہ علاقہ ملک برطانیہ کی رہائش گاہ بکنگھم پیلس سے لیکر آکسفورڈ سٹریٹ کے کونے تک کشادہ ہے۔ اس کے وسط میں واقع دو دیدہ زیب فلیٹس ہر گزرنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔ یہ دونوں فلیٹس سابق وزیر اعظم نواز شریف کی ملکیت ہیں لیکن وہ انھیں اپنے اثاثوں میں ظاہر نہیں کرتے۔ جنرل پرویز مشرف کی جانب سے اقتدار سنبھالنے کے بعد نواز شریف کے چھوٹے صاحبزادے حسن نواز ان ہی فلیٹس میں مقیم ہیں اور وہیں فوجی حکومت کے خلاف واجپائی کو مدد کی درخواست بھیجتے ہیں اور پھر کلنٹن اور برطانوی ارکان پارلیمنٹ سے مشرف حکومت کے خلاف اقدامات کی اپیل کرتے ہیں۔

لندن میں مقیم ایک ذمہ دار شخصیت کے توسط سے پاکستان کے ایک اہم ترین ادارے کو شریف خاندان کے لندن میں اثاثوں اور خفیہ اکاؤنٹس کی دستاویزات بھیجی گئیں۔ ان دستاویزات سے انکشاف ہوتا ہے کہ لندن میں مذکورہ فلیٹ شریف خاندان کی طرف سے منی انڈرنگ کے ذریعے منتقل ہونے والی دولت سے خریدے گئے۔ منی انڈرنگ کس طرح اور کس کے ذریعے ہوئی ان دستاویزات سے سب معلوم ہو جاتا ہے۔ سٹپ ڈیوٹی ریکارڈ کے مطابق یہ فلیٹس 45 کروڑ کی اس رقم سے خریدے گئے جو سٹی کے تحت منی انڈرنگ سے لندن منتقل کی گئی۔ آرائش و زیبائش اور دیگر اضافوں کے ان فلیٹس کی مالیت 95 کروڑ تک بتائی جاتی ہے۔ دونوں فلیٹوں میں تیس تیس کمر ہیں اور

شخصیات کے اکاؤنٹ میں جمع ہوتا رہا۔ اس طرح حبیب بینک کو سود ملتا اور سٹی بینک میں 9 فیصد (11 فیصد سے 2 تخفیف کر کے) سود مرکب جمع ہوتا رہا۔ ریکارڈ کے مطابق 23 ماہ بعد سٹی بینک سے 96 کروڑ کی رقم واپس نکلائی گئی اور حبیب بینک کو اس کا قرضہ واپس دے دیا گیا۔ جبکہ مذکورہ شخصیات کے اکاؤنٹس میں 65 کروڑ 20 لاکھ کا سود منافع کی شکل میں جمع ہو گیا۔

بعد ازاں 65 کروڑ 20 لاکھ کی رقم سٹی بینک نے لندن منتقل کر دی۔ جس میں سے ذرائع کے مطابق شریف فیملی کے فرنٹ مین نے 45 کروڑ روپے مالیت سے پارک لین میں دو فلیٹ خریدے اور یوں منی لانڈرنگ کا یہ کھیل مکمل ہوا۔

البتہ خفیہ اکاؤنٹس کے ذریعے منی لانڈرنگ کی جو دستاویزات برآمد ہوئی ہیں ان کی مزید تحقیقات جاری ہیں۔ بینک قانون کے مطابق سکندرہ قاضی صرف وہی ڈیڑھ لاکھ ڈالر سود کے ساتھ بیرون ملک منتقل کر سکتی تھی جو اس نے اکاؤنٹ کھلواتے وقت سٹی بینک میں جمع کرائے تھے۔ مگر اقتدار اور طاقت نے قانون کو تماشا بنا دیا۔

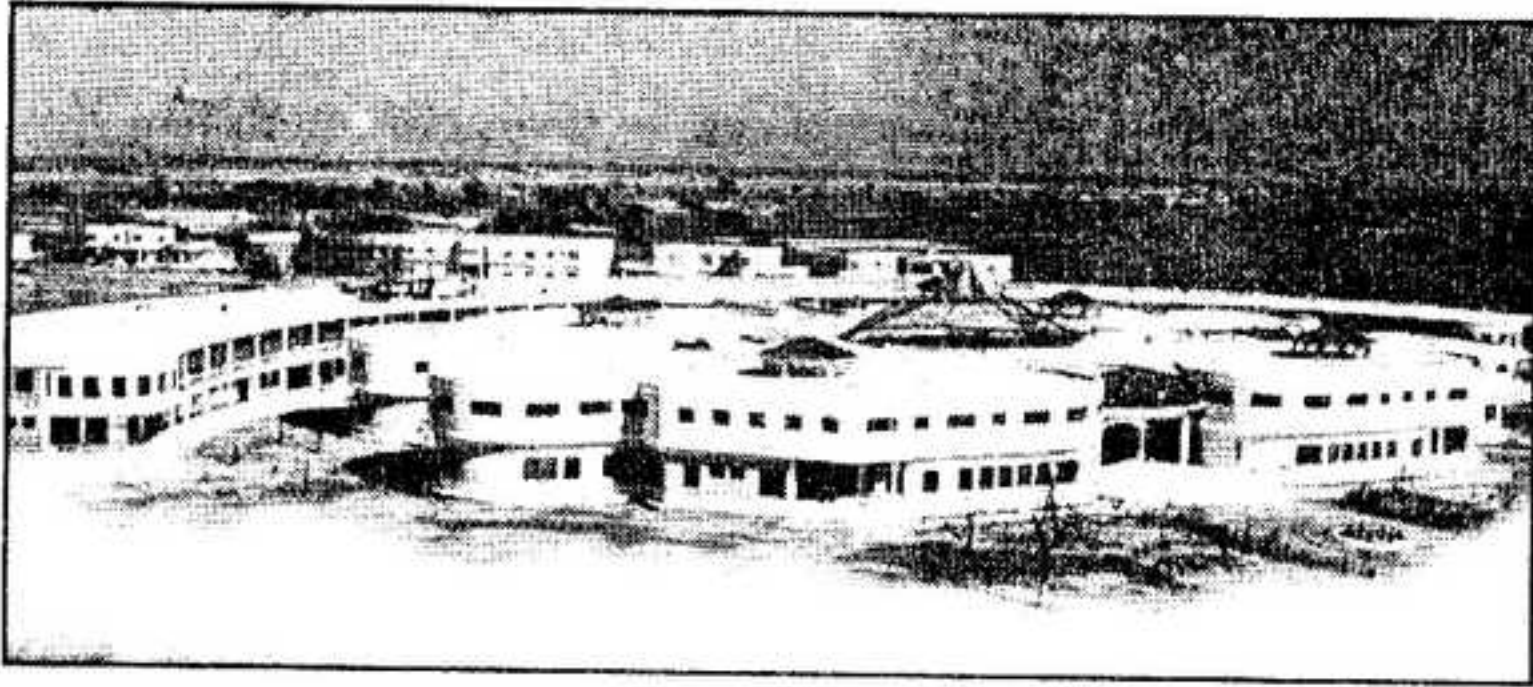
ذرائع کے مطابق لندن میں شریف خاندان کے فلیٹوں، اثاثوں اور خفیہ بینک کھاتوں کا نگران سجاد بٹ نامی شخص ہے۔ سکندرہ قاضی کون ہے؟ یہ کوئی اتنی ڈھکی چھپی بات نہیں چند برس قبل نواز شریف فیملی کے لیے فرنٹ مین کا کام کرنے والی قاضی فیملی کا سکیئنڈل منظر عام پر آ چکا ہے۔ اس بارے میں شریف خاندان مسلسل تردید کرتا رہا ہے۔ لندن کے اکرز سے برآمد ہونے والی دستاویزات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قاضی فیملی ہی شریف خاندان کے لیے کام کرتی رہی ہے۔

شریف خاندان لاکھ کہے کہ یہ فلیٹ اس کے نہیں لیکن حسن نواز کی وہاں مستقل رہائش اور دستاویزی ثبوت اس بات کی دلیل ہیں کہ ”میڈان پاکستان“ نے آخر وہی کچھ کیا جو دوسرے رہنما اس قوم کے ساتھ کرتے رہے۔

نام خصوصی ہدایات کے کالم شامل ہیں۔ کروڑوں کی ڈیل کے نئے نامکمل فارم کی اجازت صرف اور صرف ملک کی اہم ترین شخصیات کی سفارش پر منی لانڈرنگ کے بڑے کھیل کے لیے ہی دی جاسکتی ہے۔

اصغر علی کے فارم کے اوپر والے حصے پر خاص طور پر لکھا گیا ہے No Correrpondent یعنی اکاؤنٹ کے بارے کوئی خط و کتابت نہیں کی جائے گی۔ سٹی بینک میں سکندرہ مسعود قاضی کے نام سے جو فارم اکاؤنٹ کھولنے کے لیے جمع کرایا گیا۔ اس میں تاریخ پیدائش 29 اکتوبر 1939 پاسپورٹ کا نمبر 806576\0، نیشنلٹی برٹش اور رہائشی ملک برطانیہ ظاہر کیا گیا ہے۔ معرفت کیلئے اہور کا پتہ 7 ایچ گلبرگ 3 درج ہے۔ اس فارم میں بھی کوائف کے کئی ضروری کالم خالی چھوڑ دیے گئے ہیں۔ محمد رمضان اور اصغر علی کے فارم پر لکھائی ایک ہی شخص کی محسوس ہوتی ہے۔ دونوں نے اکاؤنٹ کھولتے ہی فی کس 2 لاکھ ڈالر جمع کرائے۔ دلچسپ بات دیکھیں کہ 26 اگست 92ء کو 11 بج کر 25 منٹ پر مذکورہ اکاؤنٹس پر 96 کروڑ کا قرضہ لیا گیا۔ اس رقم پر بینک نے ایک ایک لاکھ روپے مالیت کے کئی بیئررز سرٹیفکیٹ جاری کئے اور پھر یہ سرٹیفکیٹس اور دوسری رقوم سٹی بینک میں سکندرہ قاضی کے اکاؤنٹ میں جمع کرادی گئیں۔ نواز حکومت نے اس کام کے عوض سٹی بینک کو چار بڑے اداروں کے اکاؤنٹس دیے۔ تحقیقات میں اس بات کا جائزہ لیا گیا کہ اگر حبیب بینک اے جی زیورخ میں کھلوائے گئے اکاؤنٹس عام شخصیات کے ہوتے تو ان پر دیے جانے والے قرض پر بینک مکمل سود وصول کرتا لیکن بینک نے صرف اور صرف 2 فیصد سادہ سود (یعنی مرکب نہیں) پر قرضہ جاری کر دیا۔ مزید حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ حبیب بینک زیورخ سے 2 فیصد حاصل کی گئی رقم سکندرہ مسعود قاضی کے سٹی بینک اکاؤنٹ میں 11 فیصد شرح سود کے منافع کے ساتھ فیکسڈ ڈیپازٹ کے طور پر بن کرادی گئی اور اس پر یہ شرط رکھی گئی کہ سٹی بینک حبیب بینک کو 2 فیصد سود بھی اس منافع میں سے خود ادا کرے گا اور مزید یہ کہ سٹی بینک سے حاصل ہونے والے 11 فیصد سود کو مرکب یعنی سود در سود کر دیا گیا۔ حبیب بینک کی رقم پر گھر بیٹھے کروڑوں روپے منافع مذکور۔

حاصل کرنے اور اپنے کاروبار کو وسعت دینے اور ذاتی مفادات کی خاطر غیر ملکی دوروں پر اربوں روپے اڑا دیے۔ صرف دسمبر 98ء کے پہلے ہفتے میں سابق وزیراعظم نواز شریف نے 100 رکنی وفد کے دورہ پر کروڑوں روپے حکومتی خزانے کے خرچ کر دیے اور واشنگٹن میں تین روزہ قیام کے دوران پاکستان کے سفارت خانے کے ذریعے 50 لیموزین کاریں کرائے پر حاصل کی گئیں۔ ایک گاڑی کا کرایہ 40 ڈالر فی گھنٹہ تھا۔ یہ گاڑیاں صبح آٹھ سے رات 11 بجے تک وفد کے استعمال میں رہیں۔ وفد کے ارکان فانیو سٹار ہوٹلوں میں قیام پذیر رہے اور دورہ امریکہ کی مناسب کوریج کے لیے "ااجٹک خرچ" پر کروڑوں روپے خرچ آئے۔ اس وفد میں حکومتی خرچ پر نہ صرف غیر ضروری افراد بلکہ وزراء کی بیگمات کی بھی بڑی تعداد شامل تھی۔ بینظیر نے اس دورے کو تفریحی قرار دیا کیونکہ ایٹمی دھماکوں کے بعد لگائی جانے والی پابندیاں امریکہ پہلے ہی اٹھانے کا اعلان کر چکا تھا۔



خود انحصاری کا درس دینے والے معزول وزیراعظم کے راینڈنڈل کا ایک منظر

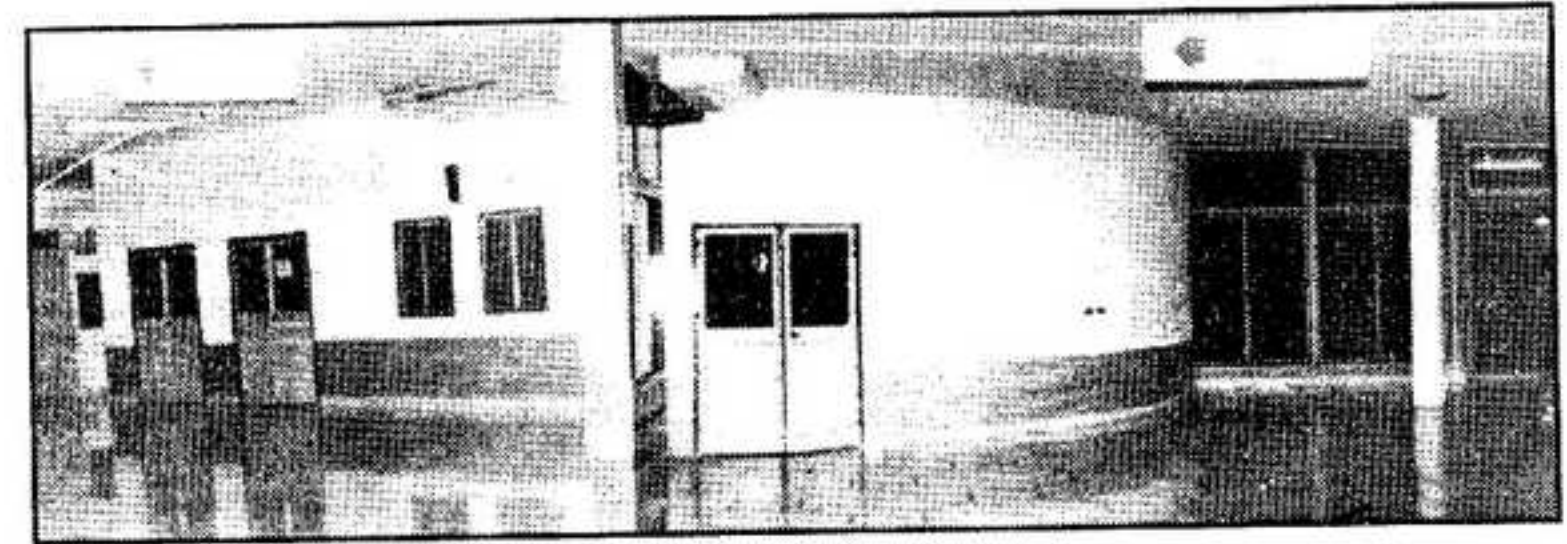
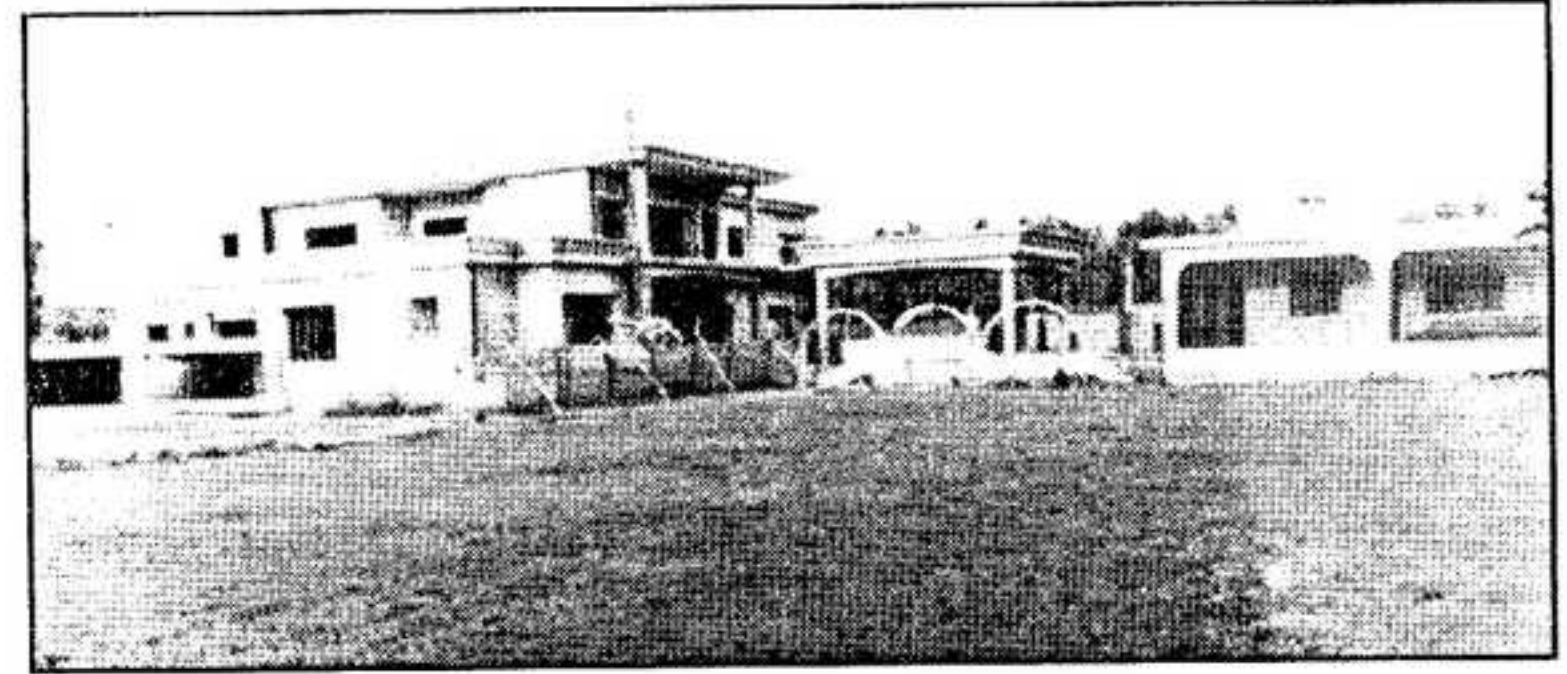
میرا گھر سکیم

دوسرے سیاسی نعروں اور منصوبوں کی طرح میرا گھر سکیم بھی بے گھروں کے نام پر کئی کئی ایکڑ کے بنگلے رکھنے والوں کو نوازنے کے لیے تیار کی گئی۔ وزیراعظم ہاؤسنگ پراجیکٹ یا میرا گھر سکیم کے تحت پورے ملک میں دس مقامات پر 10 ہزار مکانات کی تعمیر کا ٹھیکہ صرف 3 ارب روپے میں سیف الرحمن کی کمپنی "ریڈ کو" کو دیا گیا۔ ریڈ کو نے حکومت سے حاصل کردہ یہ ٹھیکہ آگے جرمنی کی کمپنی ایرسن کو 21 ارب میں دیدیا۔ اس طرح ریڈ کو نے جو ٹھیکہ 3 ارب میں حاصل کیا وہ لحوں میں ہی 18 ارب کا منافع کما کر آگے بیچ دیا۔ ایرسن کمپنی کو کہا گیا کہ مکان بنانے کیلئے جو زمین پسند آئے اس پر قبضہ کر لے۔ اسلام آباد میں ہاؤسنگ سکیم کے نام پر جو اراضی خریدی گئی۔ اس کی مارکیٹ ویلیو 12 ارب روپے تھی جبکہ یہ اراضی سی ڈی اے سے صرف 6 ارب میں لی گئی۔ سی ڈی اے کے چیئرمین نے اس سودے کی مخالفت کی تو انھیں ٹرانسفر کر دیا گیا اور زمین حاصل کر لی گئی۔ باقی مقامات کے لیے واپڈ اور ریلوے کو سیف الرحمن نے خود خطوط لکھے کہ اپنی اپنی خالی پڑی اراضی بتائیں اور ہمیں مارکیٹ سے آدھی قیمت پر دیں ورنہ ہم قبضہ کر لیں گے۔ 400 ارب کی سب سے بڑی اور ملکی معیشت کو تباہ کرنے والی یہ سکیم صرف چند ارب کمیشن لینے کے لیے تیار کی گئی۔

کشکول توڑنے اور خود انحصاری کا درس دینے والے وزیراعظم نے غیر ملکی اد

شہباز شریف، ٹیکنیکل ادارے اور گرین ٹریکٹر سکیم

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے اپنے رشتہ دار اور ملت ٹریکٹرز کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین کو نواز نے کے لیے اور 90 کروڑ ڈالر کی غیر ملکی امداد کو ہڑپ کرنے کے لیے پنجاب بھر کے دو سو ٹیکنیکل اداروں کو مکمل طور پر ان کے حوالے کر دیا۔ جس سے ان اداروں سے وابستہ 8 ہزار افراد اور ان اداروں کا مستقبل تباہی کے کنارے کھڑا کر دیا۔ دراصل آئی ایم ایف اور دیگر مالیاتی اداروں نے پنجاب میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کی ترجیح اور نئی نسل کو ہنرمند بنانے کے لیے 90 کروڑ ڈالر امداد دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ یہ رضامندی مئی 99ء میں اس وقت ظاہر کی گئی۔ جب شہباز شریف ملت ٹریکٹرز کے چیئرمین سکندر ایم مصطفیٰ کے ہمراہ بیرون ملک دورے پر تھے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان مالیاتی اداروں نے صرف یہ شرط رکھی تھی کہ یہ امداد این جی اوز کو دیں گے۔ جس کے بعد پاکستان آتے ہی شہباز شریف کے دست راست شفقت علی سکندر ایم مصطفیٰ نے فوری طور پر ایک اتھارٹی تشکیل دے دی۔ جس کا نام ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی رکھا گیا۔ سرکاری سطح پر اس کا نوٹیفکیشن جاری کیا گیا۔ جس کے تحت پنجاب بھر کے تمام ٹیکنیکل اور ہنر سکھانے والے ادارے اس اتھارٹی کو سونپ دیئے گئے۔ اس کے ساتھ ہی وزیر اعلیٰ پنجاب نے زکوٰۃ کا 5 ارب روپیہ بھی اس



پاکستان کے نمبر ون امیر خاندان شریف فیملی کی رانیونڈ سلطنت کا خوبصورت منظر



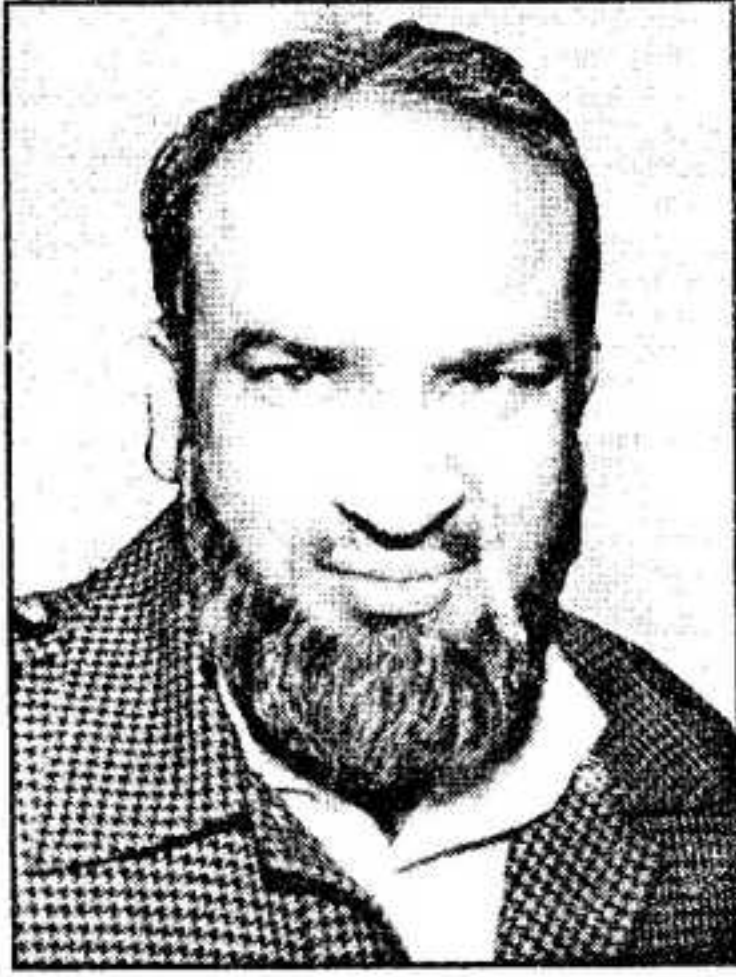
شہباز شریف، نائب تحصیل داروں اور تھانیداروں کی بھرتیاں

جنرل ضیا، کے مارشل لا دور میں صوبائی وزیر خزانہ رہنے والے نواز شریف 1985ء کے غیر جماعتی انتخابات کے نتیجے میں اور گورنر پنجاب غلام جیلانی خان کی خصوصی شفقت سے وزیر اعلیٰ بن گئے۔ ان کے دکھ دور ہونے لگے تو خود کو مضبوط بنانے کے لیے انھوں نے ایک عجیب حکمت عملی اپنائی کہ ارکان اسمبلی کو اپنے ساتھ رکھنے کیلئے جہاں چھانگامانگا میں انھیں لیجا کر کئی روز تک جشن منانے کا موقع دیا وہاں ان کے نالائق اور مجرم بیٹوں اور بھانجے بھتیجیوں کو نائب تحصیلدار اور تھانیدار بھرتی کرنے کا حکم دیدیا۔ اس کام کے لیے انھوں نے میاں شہباز شریف کے ہاتھ میں تمام معاملات دے دیئے۔ اب پنواری جو پہلے ہی رشوت کے عادی تھے ان نائب تحصیلداروں کا بھی سائلین سے حصہ مانگنے لگے۔ سفارشی پولیس افسروں نے بس ڈکیتیاں شروع کر دیں۔ تمام بھرتیاں 1974ء کے ریکروٹمنٹ ایکٹ کی خلاف ورزی کر کے کی گئیں۔ 2800 سے

اتھارٹی کے حوالے کر دیا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس اتھارٹی کے قیام اور صوبہ بھر کے ٹیکنیکی اداروں کے حوالے کرنے کی سیکرٹری ایجوکیشن شہزاد قیصر، سیکرٹری انڈسٹری اور چیف سیکرٹری نے مخالفت کی بلکہ اسے ٹیکنیکل تعلیم کی موت قرار دیا۔ مگر اس کے باوجود اپنے رشتہ دار کی فرمائش اور اسے ارب پتی بنانے اور بھاری کمیشن حاصل کرنے کے لیے حکم نامہ جاری کر کے ان اداروں سے وابستہ افراد جن کی تعداد 8 ہزار کے قریب بنتی ہے کا مستقبل خراب کر دیا۔ دوسری جانب وزیراعظم نواز شریف بھی سکندر مصطفیٰ کو نوازنے کے میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔ انھوں نے گرین ٹریڈر سکیم کے نام سے کسانوں کو فی ٹریڈر ایک ااکھ روپیہ رعایت دینے کا اعلان کیا اور کسانوں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی جبکہ دوسری طرف سکندر مصطفیٰ کی فیکٹری کے 5 ہزار ٹریڈر فروخت کرا کے سب سڈی کی مد میں ملک کے اندر شدید اقتصادی بحران کے باوجود سرکاری خزانے سے 50 ااکھ سے زائد رقم اپنے عزیز کو ادا کر دی۔

28 مئی 1998ء کو جب ایٹمی دھماکوں کے بعد یو بی ایل کے صدر زبیر سومرو کے اس نوٹ کے بعد کہ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اتفاق گروپ کہاں دیوالیہ ہوا؟ اور یہ کہ انھیں قرضہ نہیں دیا جاسکتا اور کریڈٹ انفارمیشن بیورو سٹیٹ بینک آف پاکستان کی رپورٹ کے مطابق اتفاق گروپ 3 ارب 79 ااکھ روپے کا ڈیفالٹر ہے اس لیے اس گروپ کو قرضہ نہیں دیا جاسکتا حالانکہ اس قرضے کیلئے جو درخواست دی گئی اس پر سب سے زیادہ اعتراض یو بی ایل کے ریجنل چیف ااہور نے کیا۔ انھوں نے کہا کہ سٹیٹ بینک کے واضح ضابطوں کے مطابق کسی ایسے گروپ کو جس کے پہلے قرضے ہوں مزید نئے قرضے نہیں مل سکتے۔ ٹھیک اس روز یو بی ایل پاکستان کے صدر زبیر سومرو کے فائل نوٹ پر معزول وزیراعظم نواز شریف کے صاحبزادے حسین نواز نے چوہدری شوگر ملز کے لیے 200 ملین روپے یعنی بیس کروڑ کا قرض منظور کرا لیا اور 29 مئی کو یہ رقم وصول کر لی جبکہ ٹی وی پر وزیراعظم یہ اعلان کر رہے تھے کہ وہ اپنے سارے قرضے واپس کرنے کو تیار ہیں۔



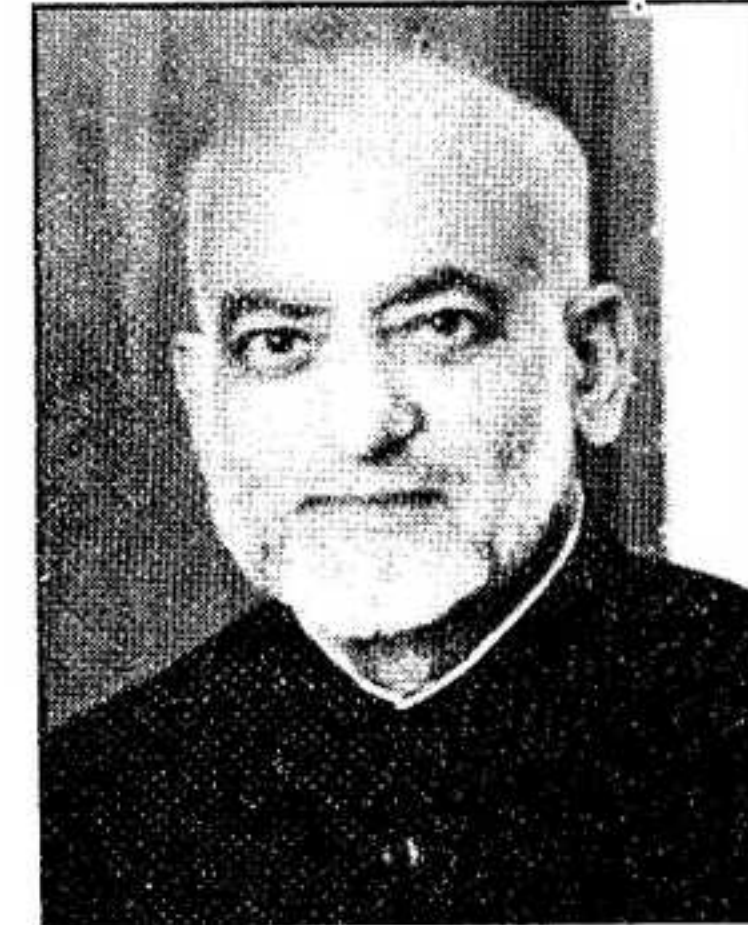
عباس شریف کے فارن کرنسی اکاؤنٹس

نواز شریف نے اپنے ”تبلیغی“ بھائی عباس شریف کے فارن کرنسی اکاؤنٹس کے خلاف تحقیقات کرنے والے ایف آئی اے کے اسٹنٹ ڈائریکٹر سجاد مصطفیٰ باجوہ کی تحقیقات کو یکسر مسترد کرتے ہوئے اسے معطل کر کے اس کے خلاف انکوائری کے احکامات جاری کر دیے اور وزارت داخلہ کے ایک ڈپٹی سیکرٹری کو تحقیقاتی افسر مقرر کیا۔ مگر انھوں نے انکار کر دیا جس کے بعد وزارت داخلہ کے ایک جوائنٹ سیکرٹری کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔

ایف آئی اے کے معطل اسٹنٹ ڈائریکٹر نے عباس شریف کے لاہور میں دو ہا بینک میں فارن کرنسی اکاؤنٹس کے سلسلے میں تحقیقات کی تھیں۔ اس افسر پر الزام لگایا گیا کہ انھوں نے عدالت سے اجازت حاصل کئے بغیر عباس شریف کے فارن کرنسی اکاؤنٹس کی تحقیقات کیں۔ وزیر داخلہ نے ایف آئی اے کو حکم دیا کہ سجاد مصطفیٰ کے خلاف چارج شیٹ جمع کرائی جائے۔ جس پر ان کے خلاف چارج شیٹ جمع کرادی گئی۔ اس پر الزام تھا کہ اس نے اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دو ہا بینک حکام کو کہا کہ عباس شریف کے فارن کرنسی اکاؤنٹس اور حدیبیہ پیپر ملز کے اکاؤنٹس اور حمزہ سپنگ ملز کے

زائد افراد کو بڑے پیمانے پر رشوت وصول کر کے گریڈ 17 میں بھرتی کیا گیا۔ 4000 سے زائد افراد کو گریڈ 11 سے 16 میں کھپا دیا گیا۔ جبکہ 1700 افراد کو نچلے گریڈوں میں بھرتی کیا گیا۔ ایسے افراد جن کا تقرر پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہونا تھا۔ انھیں خلاف قانون، تعلیمی معیار، تجربہ اور عمر وغیرہ کے سلسلے میں خصوصی رعایت دی گئی اور عوض میں بھاری رقوم حاصل کی گئیں۔ اس زمانے کا ریکارڈ گواہ ہے کہ ارکان اسمبلی میں آسامیاں باقاعدہ بانٹی جاتی تھیں اور اس سلسلے میں تمام قواعد و ضوابط ارکان اسمبلی کی صوابدید پر چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ نواز شریف کے حکم پر 1985ء سے 1993ء تک محکمہ پولیس میں 1645 اے ایس آئی بھرتی کئے گئے۔ پورے پنجاب کے لیے مختص 53 ٹریفک ساجنٹ میں سے 18 صرف لاہور کے تھے۔ 580 تحصیلداروں کو پبلک سروس کمیشن کی منظوری کے بغیر مقرر کیا گیا۔ نائب تحصیلدار کی 284 آسامیوں میں سے 177 کو اپنے احکامات کے تحت پر کیا ان میں سے 55 افراد لاہور کے رہنے والے تھے۔

(سابق وزیر اعلیٰ عارف علوی کے 22 جون 1996 کو اسمبلی میں خطاب سے اقتباس)



میاں نواز شریف کے والد میاں محمد شریف

بارے میں ریکارڈ انھیں فراہم کریں جبکہ انھوں نے بینک آف امریکہ میں بھی عباس شریف کے فارن کرنسی اکاؤنٹس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ چارج شیٹ میں کہا گیا کہ سجاد مصطفیٰ نے معاشی اصلاحات اور تحفظ کے 1992 کے ایکٹ "PEAR" کی خلاف ورزی کی ہے جس کے تحت فارن کرنسی اکاؤنٹس کسی قسم کی انکوائری سے مستثنیٰ ہیں۔ تاہم اپنی کرپشن کے ڈائریکٹر محمد اظہار خان نے اس چارج شیٹ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ 1992 کے ایکٹ میں اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ آیا ایجنسی فارن کرنسی اکاؤنٹس کی تحقیقات کر سکتی ہے یا نہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایف آئی اے پر اس سلسلے میں کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ ڈائریکٹر اینٹی کرپشن نے سیکرٹری اسٹیبلشمنٹ کو خط لکھا اور بتایا کہ سجاد مصطفیٰ نے امریکہ سے کوئی معلومات حاصل نہیں کیں۔ صرف دو ہاپینک ۱۱ ہور میں عباس شریف کے اکاؤنٹس کا پتہ چلایا تھا اور ایسا سیشن جج ۱۱ ہور کی اجازت سے کیا گیا۔ تاہم اس افسر کا جرم اتنا بڑا تھا کہ بے گناہ قرار دیے جانے کے باوجود اسے معطل کر دیا گیا۔

نواز شریف اور ہیلی کاپٹر

نواز شریف اور سیف الرحمن نے 3 سال تک ہیلی کاپٹروں کی خریداری چھپائے رکھی۔

بحوالہ

28 فروری 2000ء

مسٹر.....

جج احتساب عدالت انٹک

جناب والا!

عنوان: ریفرنس برائے اختیار سماعت جرائم زیر دفعہ 9 (الف) (3) (4) (5) اور قابل تعزیر دفعہ 10 (الف) اور (ب) قومی احتساب بیورو آرڈیننس 1999ء دفعہ 18 کے تحت یہ ریفرنس دائر کیا جاتا ہے۔ تاکہ زیر دفعہ 9 (الف) (3) (4) (5) اور (6) جرائم کی سماعت کا تعین کیا جائے جو قومی احتساب بیورو آرڈیننس 1999ء کی دفعہ 10 (الف) اور (ب) کے تحت قابل تعزیر ہے تاکہ مندرجہ ذیل ملزمان کے خلاف مقدمہ چلایا جائے۔

1- میاں محمد نواز شریف ولد میاں محمد شریف سابق وزیر اعظم پاکستان ساکن 181 ایچ ماڈل ٹاؤن لاہور۔

2- سیف الرحمن خان ولد امان اللہ خان رکن معطل سینٹ ساکن 47 بی ماڈل ٹاؤن لاہور

العارض

لیفٹیننٹ جنرل سید محمد امجد

چیرمین قومی احتساب بیورو

سے روس کو چار جزا دے گئے۔ ابتدائی بات چیت کے بعد میاں نواز شریف نے 31-7-93 کو MOBILIZATION کے طور پر مبلغ 40 ہزار ڈالر پیشگی نقد ادا کئے۔ اس کے بعد نیاز حسین صدیقی نے ماسکو (روس) میں ہیلی کاپٹر کے مالکان کے ساتھ ڈیل کرنے کے لیے میسرز میریڈین کنسولڈیڈ (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے ڈاکٹر ساجد لطیف خان کی بطور کنسلٹنٹ خدمات حاصل کیں۔ نیاز حسین صدیقی نے ماسکو جانے اور دیگر اخراجات کے لیے ڈاکٹر ساجد لطیف خان کو بیس ہزار ڈالر کی ادائیگی کی۔ ماسکو میں ان دو افراد نے ایک ہیلی کاپٹر کا انتخاب کیا۔ جس کارشناس رجسٹریشن نمبر RA27092 اور سیریل نمبر 59489605201 تھا۔ ویٹ (WET) لیز کے لیے 550 ڈالر فی فلائنگ آور کے حساب سے 9-8-1993 کو کم از کم سو فلائنگ آورز اور زیادہ سے زیادہ ساٹھ دنوں کی ویٹ لیز کا معاہدہ طے پایا۔ مسٹر نیاز حسین صدیقی نے چیئرمین اورینٹ کی جانب سے بطور LESSER کی حیثیت سے دستخط کئے۔

4: ماسکو میں یہ معاملات طے پانے کے دوران ہی ایک داخلی تنظیمی تنازعے کی بنا پر اورینٹ ایئر کا ایر الائن انٹرنس منسوخ کر دیا گیا جس کی وجہ سے اورینٹ ایئر کے لیے مذکورہ ہیلی کاپٹر کو اپنے انٹرنس پر پاکستان میں آپریٹ کرنا ممکن نہ رہا۔ اس پر ملزم میاں محمد نواز شریف اور شریک ملزم سیف الرحمن نے ساڑھے سات لاکھ روپے معاوضے پر میسرز جاویداوی ایشن سروسز کے جاوید اقبال سے اس کے انٹرنس پر تین ماہ کے لیے ہیلی کاپٹر کو پاکستان میں آپریٹ کرنے کے لیے سودا کیا۔ اس سلسلے میں نیاز حسین صدیقی اور مسٹر لیڈر وف ڈائریکٹر جنرل سپیشل کارگوار انٹرنز نے 13-8-1994 کو ہیلی کاپٹر کو آپریٹ کرنے کے اختیارات میسرز جاویداوی ایشن کو دینے سے متعلق ایک اور دستاویز پر دستخط کئے۔ ملزم میاں محمد نواز شریف اور شریک ملزم سیف الرحمن خان کی ہدایت پر میسرز جاویداوی ایشن سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ نے ویٹ لیز کی بنیاد پر تین ماہ کے لیے چارٹر ایگریکلچر ایریل سیرے آپریشن سے MI-8 ہیلی کاپٹر کے استعمال کے لیے سول ایوی ایشن اتھارٹی کراچی کو درخواست دی جو قبول کر لی گئی لیکن بعد ازاں سی اے اے نے مسلم

روبرو فاضل جج۔۔۔۔۔ احتساب عدالت انٹک

ریفرنس نمبر: 2000ء

ریاست بنام

1: میاں محمد نواز شریف ولد میاں محمد شریف سابق وزیراعظم پاکستان ساکن 181 ایچ ماڈل ٹاؤن لاہور۔

2: سیف الرحمن خان ولد امان اللہ خان رکن معطل سینٹ ساکن 47 ماڈل ٹاؤن لاہور۔

ریفرنس زیر دفعہ 18 برائے تعین اختیار سماعت و سماعت جرائم زیر دفعہ 9 (الف) (3) (4) (5) اور (6) قابل تعزیر زیر دفعہ 10 (الف) اور (ب) قومی احتساب بیورو آرڈیننس 1999ء

جناب والا!

مختصر حقائق:

1: میاں محمد نواز شریف سابق وزیراعظم پاکستان نے 1993 میں ایک ہیلی کاپٹر MI-8 سیریل نمبر 59489605201 درآمد کیا اور ملکیت میں رکھا جسے آٹھ لاکھ ڈالر میں ماسکو (روس) سے خریدا گیا۔ لیکن ملزم نے 1993ء سے حال مذکور ہیلی کاپٹر کو انکم ٹیکس حکام کے روبرو اپنا ذاتی اثاثہ ظاہر نہیں کیا۔ مذکورہ ہیلی کاپٹر کی خریداری ملکیت اور دیکھ بھال ملزم میاں محمد نواز شریف کی ظاہر کردہ آمدنی سے مطابقت نہیں رکھتے تھے اور انہیں چھپایا بھی گیا۔

2: شریک ملزم سیف الرحمن خان نے اس جرم کے ارتکاب میں ملزم میاں محمد نواز شریف کی بھرپور معاونت اور اعانت کی۔

3: میاں محمد نواز شریف نے سیف الرحمن کی ملی بھگت سے میسرز اورینٹ ایئر (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے نیاز حسین صدیقی کے ذریعے جولائی 1993ء میں روس سے مذکورہ ہیلی کاپٹر لیز پر درآمد کیا اور اس کے لیے لیز کے اخراجات کے 15 فیصد کے حساب

لیگ (نواز گروپ) کی انتخابی مہم کے لیے بھی مذکورہ ہیلی کاپٹر کے استعمال کی اجازت دے دی۔

5: اگست 1993ء کے تیسرے ہفتے ہیلی کاپٹر کو پاکستان لایا گیا اور کرنل محمد ظریف چیف پائلٹ نے سیفٹی پائلٹ کی حیثیت سے اسے اپنی تحویل میں لیا اور بعد میں انہوں نے اسے بطور پائلٹ اڑایا۔ لیز کے دو ماہ کے عرصے کے دوران ملزم میاں محمد نواز شریف نے شریک ملزم سیف الرحمن خان کے ذریعے ہیلی کاپٹر کے آپریشن دیکھ بھال 'ٹرانسپورٹ' 'فوڈ' 'میڈیکل' 'گراؤنڈ سپورٹ' عملے کے 'اڈونسز' سیفٹی پائلٹ اور آپریشن روم کے اخراجات اور اس کے علاوہ 550 ڈالر فی گھنٹہ کے حساب سے لیز چارجز بھی ادا کئے۔

6: اکتوبر 1993ء میں شریک ملزم سیف الرحمن خان نے ملزم میاں محمد نواز شریف کی طرف سے میسرز میریڈین کنسولٹنٹس کے ڈاکٹر ساجد لطیف خان سے مذکورہ بالا ہیلی کاپٹر کو میسرز پیشل کارگو ایرلائنز سے خریدنے کے لیے مذاکرات کرنے کے لیے کہا۔ اس پر ڈاکٹر ساجد لطیف ماسکو گئے اور بات چیت کے بعد 8 اگست 1993ء کی یکمشت ادائیگی کے عوض اس ہیلی کاپٹر کو خریدنے کے لیے سودا طے کر آئے لیکن خریداری کے معاہدے پر دستخط کرنے کیلئے ملزم نے کرنل ظریف کو ماسکو بھیجا۔ جس نے میسرز پیشل کارگو ایرلائنز کے مسٹر آئی ایم لیڈروف کے ساتھ اس معاہدے پر دستخط کئے۔ میاں نواز شریف اور سیف الرحمن کی ہدایت پر کنٹریکٹ میں خریدنے والے کا نام دھوکے بازی سے شیخ عبدالرحمن بن ناصر الدانی آف دوہہ قطر ظاہر کیا گیا تھا۔ کرنل ظریف نے اس کی طرف سے دستخط کئے اور شریک ملزم سیف الرحمن خان نے 8 ڈالر کی نقد ادائیگی براہ راست میسرز پیشل کارگو ایرلائنز کے مسٹر چنکن کو اسلام آباد پاکستان میں کی۔

7: ملزم میاں محمد نواز شریف اور شریک ملزم سیف الرحمن نے جوسی اے اے اور دوسرے متعلقہ محکموں کے ساتھ اس ضمن میں خط و کتابت کر رہے تھے۔ جان بوجھ کر دھوکے بازی سے مشترکہ مقصد اور مجرمانہ نیت سے متعلقہ حکام سے 10 نومبر 1996ء تک ہیلی کاپٹر کی خریداری کی اصل تاریخ چھپائے رکھی اور اس تاریخ کو بالآخر ہیلی کاپٹر

میاں نواز شریف کے نام رجسٹر کرایا گیا۔ اکتوبر 1993ء اور نومبر 1996ء کے درمیانی عرصے میں ملزمان جان بوجھ کر متعلقہ حکام کے ساتھ مذکورہ ہیلی کاپٹر کی خرید کے مبنی بر فراڈ سودے اور اس ضمن میں اپنی دیگر مجرمانہ سرگرمیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے مقدمہ بازی، خط و کتابت اور تکرار میں الجھے رہے لیکن اسی عرصے میں لاہور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان میں مقدمے کی کارروائی کے دوران ہیلی کاپٹر کی ملکیت کا اعتراف کیا اور بذات خود کسٹمز ڈیوٹی وغیرہ کی ادائیگی کو بھی تسلیم کیا۔

8: مذکورہ بالا ہیلی کاپٹر ملزم میاں نواز شریف اور شریک ملزم سیف الرحمن کی ملکیت، قبضے اور استعمال میں اگست 1993ء سے 23 جون 1999ء تک (جب یہ شمالی علاقہ جات میں چلاس کے قریب کریش ہو گیا) رہا اور آخر کار گراؤنڈ کر دیا گیا۔ اس عرصے کے دوران انہوں نے اس ہیلی کاپٹر کی ویٹ لیزنگ، خریداری، آپریشن اور دیکھ بھال پر مندرجہ ذیل اخراجات کئے۔

(الف) 550 ڈالر فی گھنٹہ کے حساب سے 100 گھنٹوں کے لیے 55 ہزار ڈالر کی لیز منی جو روسی مالک کو ادا کی گئی۔

(ب) 1200 ڈالر فی فلائنگ آور کے حساب سے سو گھنٹوں کے لیے آپریشنل چارجز کی مد میں ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر ادا کئے۔

ملکیت کے دوران اکتوبر 1993ء سے 23-6-1997ء (جب یہ ہیلی کاپٹر کریش ہوا) تک کے اخراجات

(الف) ہیلی کاپٹر کی قیمت 8 لاکھ ڈالر۔

(ب) 44 ماہ کی عملے کی تنخواہیں (جبکہ ہیلی کاپٹر گراؤنڈ رہا لیکن اس کی سروس کی گئی) دو لاکھ روپے ماہانہ کے حساب سے 44 مہینوں کے لیے 88 لاکھ روپے۔

(ج) تقریباً ایک ہزار ڈالر فی فلائنگ آور کے حساب سے 335 گھنٹوں کی پرواز کے لیے چار لاکھ دو ہزار ڈالر کی آپریشنل لاگت۔

کل اخراجات ڈالروں میں 1377000

کل اخراجات روپوں میں 8800000

9: ملزم میاں نواز شریف نے شریک ملزم سیف الرحمن کی معاونت اور مدد سے ساڑھے بارہ لاکھ ڈالر کے لگ بھگ اور تقریباً 80 لاکھ روپے سے زائد کے اخراجات مذکورہ ہیلی کاپٹر کی ملکیت، قبضے، آپریشن اور دیکھ بھال پر اکتوبر 1993ء سے جون 1997ء کے درمیانی عرصے میں کئے۔

10: ملزم میاں نواز شریف نے مذکورہ بالا ہیلی کاپٹر کی ملکیت اور قبضہ رکھنے پر بھاری اخراجات خرچ کرنے کے باوجود عدا اور نیت مجرمانہ کے ساتھ 1994ء سے 1997ء تک انکم ٹیکس اور ویلٹیہ ٹیکس گوشواروں میں اسے ظاہر نہیں کیا۔ تقریباً ساڑھے بارہ لاکھ ڈالر اور 82 لاکھ روپے کے اخراجات جو اس ہیلی کاپٹر کی خریداری، آپریشن اور دیکھ بھال پر خرچ کئے گئے، ملزم کے ظاہر کردہ ذرائع آمدن سے مطابقت نہیں رکھتے اور اس کے لیے وہ کوئی توضیح پیش نہیں کر سکے۔

11: میاں نواز شریف اور سیف الرحمن سے 2000-1-24 کو انڈھی ہیل میں رابطہ کر کے پوچھ گچھ کی گئی۔ ملزم محمد نواز شریف نے کسی قسم کی وضاحت سے انکار کیا اور کہا کہ وہ عدالت کے سامنے ہی بیان دیں گے۔ شریک ملزم سیف الرحمن نے اپنا بیان دیا ہے جسے دستیاب زبانی اور دستاویزی شہادتوں کی بنا پر غیر تسلی بخش پایا گیا۔

12: شریک ملزم سیف الرحمن نے عدا اور نیت مجرمانہ کے ساتھ مذکورہ بالا ہیلی کاپٹر کی دھوکہ دہی پر مبنی پاکستان در آمد بعد ازاں اکتوبر 1993ء میں اس کی خریداری اگست 1993ء سے جون 1997ء کے دوران اس کے آپریشن، دیکھ بھال کے سلسلے میں ملزم نواز شریف کی معاونت اور اعانت کی۔

13: ملزم میاں نواز شریف نے 1993ء سے 1997ء کے دوران مختلف حیثیتوں میں سرکاری عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود شریک ملزم سیف الرحمن کے ساتھ مل کر کرپشن اور بد عنوان سرگرمیوں کا ارتکاب کیا جو دفعہ 9 (الف) (3) (4) (5) اور (6) میں مذکور ہیں اور قومی احتساب بیورو آرڈیننس 1999 کی دفعہ 10 (الف) اور

(ب) کے تحت قابل سزا ہے۔ گزارش کی جاتی ہے کہ معزز عدالت دونوں ملزمان کے خلاف دائر کردہ اس ریفرنس کو سماعت کے لیے منظور کر لے اور قانون کے مطابق انہیں سزا دے۔

دستخط

لیفٹیننٹ جنرل سید محمد امجد

چیئر مین قومی احتساب بیورو

28-02-2000

کہ قانونی جنگ جاری رہے گی۔ کلثوم نواز کا کہنا تھا کہ نواز شریف کے ساتھ جج بھی قید تھا اور فیصلہ عدالت نے نہیں، نیب نے دیا ہے۔

نواز شریف کے لندن میں فرزند حسن نواز کا کہنا تھا کہ یہ ایک متوقع فیصلہ تھا موجودہ صورتحال میں جج آزادانہ فیصلے نہیں دے سکتے۔ سیاسی دانشور سابق وزیراعظم اور نواز شریف کی مخالف بے نظیر بھٹو کا کہنا تھا کہ فوجی جرنیل لمبے پروگرام پر عمل پیرا ہیں اور وہ انہیں اور نواز شریف کو سیاست سے آؤٹ کرنا چاہتے ہیں۔

یہ تو رد عمل تھا رہنما کہلانے والے افراد کا، عوام نے اس فیصلے کو سراہا ہے اور یہ توقع ظاہر کی ہے کہ گوکہ فوجی حکومت کو پسندیدہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ تاہم اس کی جانب سے بڑے بدعنوانوں کو سزا دینے کا سلسلہ قابل تحسین ہے اور یہ سلسلہ سابق جرنیلوں کی طرف بھی مڑنا چاہئے۔



کلثوم نواز جن کے بقول ہیلی کا پٹر کیس کا فیصلہ عدالت نے نہیں، نیب نے دیا ہے

ہیلی کا پٹر کیس: نواز شریف کو سزا ہوگئی

23 جولائی 2000ء کی صبح تمام اخبارات کی لیڈ سٹوری ہیلی کا پٹر کیس میں نواز شریف کو 14 سال قید 2 کروڑ جرمانہ اور اکیس سال کیلئے نااہل قرار دینے کی سزا تھی۔ احتساب عدالت کے فیصلے کے مطابق جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں انہیں مزید تین برس قید بھگتنا ہوگی۔ احتساب عدالت کے جج جناب فرخ لطیف نے مقدمے کا مختصر فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ نواز شریف نے ہیلی کا پٹر کی لیز، خریداری، دیکھ بھال اور آپریشن پر جو رقم خرچ کیں۔ وہ ان کے انتخابی گوشواروں میں ظاہر کی جانے والی آمدنی سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ نیب آرڈیننس کی دفعہ (v) (a) 9 کے تحت یہ جرم ہے اور پنجاب آرڈیننس کے تحت ان کا یہ اقدام قابل سزا ہے تاہم سیف الرحمن کو بری کر دیا گیا۔ معزول وزیراعظم نواز شریف نے اسے متوقع سزا قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس سے بھی سخت فیصلے کے منتظر تھے۔ نیب کے پراسیکیوٹر جنرل فاروق آدم نے کہا کہ ہیلی کا پٹر ریفرنس میں نواز شریف کو سزا اور سیف الرحمن کو بری کیے جانے سے ثابت ہو گیا کہ احتساب عدالتیں آزادانہ اور منصفانہ طور پر کام کر رہی ہیں اور وہ ہر قسم کے دباؤ سے مکمل طور پر آزاد ہیں۔ پیپلز پارٹی نے کہا کہ وہ نواز شریف کے مخالف ضرور ہیں لیکن ان سے نا انصافی نہیں دیکھ سکتے۔ جماعت اسلامی کے ایک رہنما کا تبصرہ تھا کہ نواز شریف کو ان کے کئے کی سزا ملی۔ مسلم لیگی رہنما فیصلے کو افسوسناک قرار دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں

متعارف نہیں ہوا تھا۔ 1974ء میں بینکوں کی نیشنلائزیشن پالیسی کے تحت ملک بھر میں اہم صنعت کار طبقے کو اس کے وسائل سے محروم کیا جاتا تھا۔ اہم صنعتیں قومیا ئے جانے کے بعد منظر عام پر آنے والا صنعت کار طبقہ مستند تاجروں اور موقع پرستوں کا ملا جلا طبقہ تھا۔ جنہوں نے اپنے سیاسی تعلقات کی بنیاد پر بینکوں سے قرضے حاصل کیے۔ 1970ء صنعتی اشرافیہ پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ سب سے ترقی یافتہ فیملی کے درج ذیل اثاثوں کی مالیت 55 کروڑ 78 لاکھ روپے تھی۔ جبکہ پیپس اینڈ سیرس نمبر پر منوں فیملی کے اثاثے 7 کروڑ 99 لاکھ روپے تھے۔ بیس سال کے اندر ملک میں دولت کے حجم میں ڈرامائی تبدیلی آئی۔ 1990ء میں ملک کے امیر ترین گروپ حبیب کے مجموعی اثاثوں کی مالیت 5 ارب 78 کروڑ 10 لاکھ ظاہر کی گئی اور پیپس اینڈ سیرس نمبر آ گیا۔ منوں فیملی کی بجائے اتفاق گروپ آ گیا جس کے اثاثے 39 کروڑ 80 لاکھ تھے۔ اس کے بعد 1997ء میں بہت سے صنعتی گروپوں کی دولت میں حیرت انگیز طور پر تبدیلی آئی۔ اعداد و شمار کے مطابق چوٹی کے نشاط گروپ کے مینوفیکچرنگ اثاثے 27 ارب 79 کروڑ 20 لاکھ روپے تک پہنچ گئے۔ جبکہ 1970ء میں جب یہ گروپ ملک کا پندرہواں امیر ترین گروپ تھا تو اس کے مجموعی اثاثے 2 ارب 27 کروڑ 90 لاکھ روپے کے تھے۔

اسی طرح اتفاق جس کا 1970ء تک ملک کے پہلے 45 امیر ترین خاندانوں میں کوئی ذکر نہ تھا۔ 1990ء میں 39 کروڑ 80 لاکھ کے اثاثوں کیساتھ 25 ویں پوزیشن پر آ گیا۔

اتفاق گروپ کے اثاثے 1997ء میں بڑھ کر دس ارب روپے کے ہو گئے۔ ترقی کا یہ سفر تمام گروپوں کے لیے یکساں نہیں تھا۔ 1970ء میں بھوانی گروپ 23 کروڑ 74 لاکھ روپے کے اثاثوں کے ساتھ آٹھویں نمبر پر تھا۔ لیکن 1990ء میں اس کی پوزیشن میں کمی ہوئی اور ایک ارب 21 کروڑ 30 لاکھ روپے کے ساتھ یہ 12 نمبر پر آ گیا۔ 1997ء میں اس کی پوزیشن مزید کمزور ہوئی اور 2 ارب 19 کروڑ 40 لاکھ روپے کے اثاثوں کیساتھ یہ پچیسویں نمبر پر آ گیا۔

سیاسی چہرے صنعتی جونکیں

قرضے حاصل کرنا جعلی سکیورٹیز اور کاغذی اثاثے ظاہر کرنا اور پھر خود کو دیوالیہ قرار دے کر قرضے ہضم کر جانا پاکستان کے بااثر افراد کا وطیرہ بن چکا ہے۔ بااثر افراد میں سب سے طاقتور گروہ سیاستدانوں کا ہے۔ سابق گورنر سٹیٹ بینک ڈاکٹر محمد یعقوب کے پیش کردہ تازہ اعداد و شمار کے مطابق ملک میں غیر وصول شدہ (نان پرفارمنگ) قرضوں کی مالیت 211 ارب روپے تک پہنچ چکی ہے۔ عملی طور پر غیر ادا شدہ رقم کی مالیت میں کمی کے لیے گورنر نے صرف ان ہی قرضوں کو فیالٹ قرار دیا جن کی واپسی ایک سال سے رکی ہوئی ہے۔ اس طرح درحقیقت ڈیفالٹ کی مد میں 145 ارب روپے آتے ہیں اور اتنی ہی رقم صرف 322 افراد یا کاروباری گروپوں کے ذمہ ہے باقی ماندہ 66 ارب روپے کے ناقابل وصول قرضوں کے بارے ڈاکٹر یعقوب نے واضح طور پر نہیں بتایا لیکن اس میں یقینی طور پر 30 ارب روپے کے ری شیڈول کئے قرضے بھی شامل ہیں جو پہلے ہی ڈیفالٹ قرار دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن نواز شریف دور میں مراعاتی پیکج کے تحت ان قرضوں کو ری شیڈول کر دیا گیا تھا۔

1972ء تک قرضے زیادہ تر میرٹ پر دیے جاتے تھے۔ دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کے باوجود بزنس مین اپنے قرضے باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ 1972ء کی دہائی کے اوائل سے کچھ پہلے تک ہمارے انڈسٹریل کلچر میں قرضوں کی عدم ادائیگی کا تصور

کرنے کے بہانے ضمانت کے طور پر جمع کروائی گئی رقم یا جائیداد کو محفوظ کر لیا۔ بے ضابطگی کے معاملے میں مقامی صنعتکاروں کا یہ سادہ ترین طریقہ واردات تھا۔ کرپشن کے موجودہ معیار کے لحاظ سے یہ لوگ صاف اور بے داغ ٹھہرائے جائیں گے۔

کیونکہ انھوں نے سنجیدگی سے ان منصوبوں کو چلایا اور اکثر اوقات اپنی ذمہ داری پوری طرح نبھائی زیادہ تر مثالوں میں ابتدائی مرحلوں میں 30 فیصد تک نکلوائی گئی۔ رقم کو ایڈجسٹ کرنے کے لیے انھوں نے اپنے قرضے ری شیڈول کر والے۔

ان گروپوں میں بیشتر ان خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے جن کی 1970ء سے پہلے صنعتی میدان میں اجارہ داری تھی۔ اس کے بعد سرمایہ کاروں کا ایک اور طبقہ میدان میں آیا جس نے اپنی سیاسی قوت اور رابطوں کے بل پر ترقی کی۔ ان میں سے کچھ نے تو اپنے قرض خواہ مالیاتی اداروں کا پیسہ ڈکارنے میں کھلم کھلا فراڈ سے کام لیا۔ انھوں نے اپنی کم قیمت جائیدادوں کو مبالغہ آمیز حد تک مہنگی ثابت کر کے قرضے حاصل کئے۔ پراجیکٹ کے لیے منظور شدہ مشینری درآمد کرنے کی بجائے انھوں نے استعمال شدہ مشینری یا مٹروک مشینری بلکہ سکریپ درآمد کیا۔ ان پراجیکٹس نے کبھی پیداوار نہیں دی اور ان میں سے اکثر قرضے کی پہلی قسط واپس کرتے ہی ڈیفالٹ ہو گئے۔

ان میں سے کچھ دوسرے کم قیمت جائیداد کو انتہائی قیمتی ظاہر کر کے قرضے حاصل کرنے اور مجوزہ مشینری درآمد کرنے کے باوجود ان منصوبوں کو کامیابی سے چلانے میں ناکام رہے اور ڈیفالٹ قرار پائے۔ اس وسیع پیمانے پر نادہندگی میں بینکرز بھی برابر کے قصور وار ہیں۔ انھوں نے سیاسی اشرافیہ کے دباؤ پر بینکنگ کے قواعد و ضوابط کو بری طرح پامال کیا اور سیاسی افراد کے ساتھ ملک لوٹنے میں برابر کا کردار ادا کیا۔

سیاسی جوٹوں نے اپنے فرنٹ مینوں اور بینکوں کی ملی بھگت سے جو کارنامے انجام دیئے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ 1989 میں صرف حبیب بینک لمیٹڈ کا منافع 95 کروڑ روپے تھا جو گھٹ کر صرف 60 کروڑ روپے رہ گیا۔

بینکوں کے جن سربراہوں نے سیاستدانوں اور بیوروکریٹس کے ناجائز کام بڑھ

ان گروپوں کی ڈیفالٹ پوزیشن سے 1970ء کے پہلے 25 متمول ترین خاندانوں اور بعد کے 28 برسوں میں دولت مند ہونے والوں میں فرق واضح طور پر سامنے آتا ہے۔ 1996ء میں بینظیر بھٹو حکومت نے 17 بڑے نادہندگان کی جو پہلی فہرست جاری کی اس میں 1970ء کے خاندانوں میں سے صرف پانچ نام تھے جن میں داؤد آدم جی بھوانی، حبیب اور حسی سنز شامل تھے۔ ان کا مجموعی ڈیفالٹ 2544 ملین روپے تھا سب سے بڑے نادہندہ فضل سنز گروپ کے ڈیفالٹ سے 3475 ملین روپے کم نہ تھا۔

24 نادہندگان کی اگلی فہرست 1996ء میں معراج خالد کی نگران حکومت نے پیش کی اس میں بھی 1970ء کے بنیادی خاندانوں میں سے پانچ نام تھے۔ جن میں سہگل گروپ نے 1086 ملین روپے کے ڈیفالٹ کے ساتھ حسی سنز کی جگہ لے لی۔ اس فہرست کے مطابق اتفاق گروپ تین ارب روپے کے ڈیفالٹ کے ساتھ سرفہرست تھا۔ قرض نادہندگی کے تجزیے سے قرضوں کی ادائیگی کیساتھ منسوب اعلیٰ سطح کی کرپشن سے بھی پردہ اٹھتا ہے۔ قومیاے گئے کمرشل بینکوں نے محض ایک فون کال پر سیاسی بنیادوں پر بغیر کسی مناسب ضمانت کے قرضے جاری کئے۔ بینک افسران نے کمیشن لیکر قرضے جاری کئے۔ ہر ادارے نے قرضے جاری کرنے کے اختیار کا ناجائز استعمال کیا۔ سال بزنس فنانس کارپوریشن نے جس کے قیام کا اصل مقصد دکانداروں اور کاروباری افراد کو چھوٹے قرضے فراہم کرنا تھا۔ پراجیکٹ قرضے منظور کئے جن میں سے زیادہ تر ڈوب گئے۔ سرکاری ملکیت میں چلنے والے مالیاتی اداروں میں نادہندگی کی شرح 28 فیصد سے 60 فیصد تک ہے۔ جبکہ پرائیویٹ بینکوں میں یہ پانچ فیصد سے کم ہے یا اس سے سرکاری شعبے میں مالیاتی امور میں کرپشن اور بدترین کارکردگی واضح ہو جاتی ہے۔ ایسے سرمایہ کاروں نے بھی جن کے پاس مطلوبہ سیاسی اثر و رسوخ نہیں تھا۔ سرکاری مالیاتی اداروں کو لوٹنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کئے۔ مطلوبہ ضمانت پیش کر کے پراجیکٹ پر قرضے لینے کے بعد انھوں نے پراجیکٹ کے لیے 30 فیصد تک اور انوائسنگ کرتے ہوئے مشینری درآمد

پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کا دورہ امریکہ پاکستان کی معیشت کو بھاری سود کے ذریعے تباہ کرنے کا آغاز ثابت ہوا اور نویت یہاں تک پہنچ گئی کہ اب بجٹ کا 45 فیصد قرضوں کی واپسی اور سود کی ادائیگی پر خرچ ہو رہا ہے۔ اس وقت پاکستان کو شارٹ میڈیم اور لانگ ٹرم قرضوں کی صورت میں مجموعی طور پر 38 ارب ڈالر سے زائد غیر ملکی قرضوں کے بوجھ کا سامنا ہے پاکستان 10 بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے علاوہ 27 ممالک کا بھی مقروض ہے جبکہ اندرون ملک بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں سے 11 کھرب 80 ارب روپے کے قرضے لیے گئے ہیں۔ یوں اس وقت پاکستان کے ذمے 28 کھرب 12 ارب 59 لاکھ روپے کے قرضے واجب الادا ہیں۔ بیرونی ممالک کے قرضوں کی مالیت اگر 55 روپے فی ڈالر کے حساب سے اگائی جائے تو 17 کھرب 12 ارب 59 کروڑ بنتی ہے۔ نئی مردم شماری کے مطابق ہر پاکستانی تقریباً 10 ہزار 666 روپے یا 211 ڈالر کا مقروض ہے۔ ملکی قرضوں کو شامل کرنے سے ہر پاکستانی 19 ہزار 556 روپے 25 پیسے کا مقروض ہے۔

ملک مجموعی طور پر 37 عالمی مالیاتی اداروں اور ممالک کا مقروض ہے جو ہر وقت قرضوں کی ادائیگی کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں اور لٹے لے کر ترقی پذیر ممالک کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق نے اربوں روپے ان نہاد نہاد سیاسی لیڈروں کو عطا کیے جن کی انہیں ہمدردیاں درکار تھیں۔ ان افراد نے ترقیاتی پروگراموں کے نام پر اپنی ذاتی ترقی کے پروگرام مرتب کیے۔ یہی کھیل 1988ء سے بے نظیر بھٹو نے بھی شروع کیا اور پیپلز ورکس پروگرام کے نام پر 5 ارب روپے ارکان اسمبلی ہڑپ کر گئے۔ میاں نواز شریف بھی اس سلسلے میں پیچھے نہ رہے اور تعمیر وطن پروگرام کے نام سے ارکان قومی اسمبلی میں فی کس 75 لاکھ اور ارکان صوبائی اسمبلی میں 50 لاکھ فی کس بانٹ دیئے اور 3 ارب روپے ترقیاتی پروگراموں کے نام پر ہڑپ کر لیے گئے۔

بے نظیر بھٹو دوبارہ اقتدار میں آئیں تو پیپلز ورکس پروگرام کے بجائے سوشل ایکشن پروگرام کے نام پر اربوں روپے اڑا دیئے گئے۔ یوں پند افراد پوری قوت کے ساتھ

چڑھ کر کئے ان میں آغا فصیح الدین خان صدر حبیب بینک لمیٹڈ سرفہرست ہے۔ میٹرک پاس اس شخص نے ملک و قوم کے سب سے بڑے مالیاتی ادارے کو لٹانے میں نہایت گھناؤنا کردار ادا کیا۔ یہی شخص جنرل ضیاء الحق کے بچوں کی شادی میں کھانے کی پلیٹیں باقاعدہ دھوتا ہوا نظر آیا لیکن آج کروڑ پتی اور کئی ملوں کا مالک بنا ہوا ہے۔ اس ملک میں ایک اور میٹرک پاس یونس حبیب کو حبیب بینک صوبہ سندھ کا سربراہ بنایا گیا اور گھپلوں کی وجہ سے سٹیٹ بینک آف پاکستان نے اس پر بینکنگ سرگرمیوں میں حصہ لینے پر پابندی لگا دی لیکن ان پابندیوں کے باوجود سیاسی اثر و رسوخ سے یہ شخص مہران بینک کا سربراہ بنا اور لوگوں کے اربوں روپے خورد برد کر لیے۔ اس پر عائد پابندی کس نے اٹھائی؟ نہ صرف یہ بلکہ سیاستدانوں کو ہارس ٹریڈنگ کے لیے کروڑوں روپے فراہم کئے۔ یہ سکیئنڈل دنیا بھر میں پاکستان کے لیے بدنامی کا باعث بنا۔ ایک اور میٹرک پاس شخص قاسم پارکھ کو بھی پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں سٹیٹ بینک کا گورنر بنایا گیا جس کے پاس معاشیات تو کجا ایف اے کی سند بھی نہ تھی۔ مالیاتی اداروں کے سربراہوں میں تجمل حسین (سابق صدر یو بی ایل) صفدر عباس زیدی (صدر حبیب بینک لمیٹڈ) و دیگر ایگزیکٹو بدعنوانی اور ناجائز اختیارات استعمال کرنے کی وجہ سے برطرف کئے گئے۔ آصف جمشید بھی ان ہی کرپٹ بینکاروں میں شامل ہے۔ اس نے حبیب بینک نیویارک برانچ میں فراڈ کیا اور بینک کو 34 کروڑ کا نقصان پہنچایا۔ اس شخص کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی بجائے باعزت ریٹائر کر دیا گیا۔ پھر یہی شخص کراچی میں مہران بینک کا چیف ایگزیکٹو بنا اور بعد میں پنجاب بینک میں سیاسی پشت پناہی کی بنا پر اسے اہم عہدہ دیدیا گیا۔

بینکوں کے یہ افسر سروس کے دوران سیاسی آقاؤں کو خوش کر کے جو دولت جمع کرتے رہے۔ آج ملوں کا رخاںوں اور شوگر ملوں کی شغل میں ان کے پاس ہے۔ ملکی وسائل سے انھوں نے ایسی لوٹ مار کھیلی کہ آج بینک کنگال لیکن سیاستدان اور ان کے خریدے ہوئے افسر اربوں کی املاک کے مالک بن چکے ہیں۔ ملکی وسائل پر پلنے والی ان جونکوں نے ملک کے ساتھ ساتھ اس کی عزت و وقار کا بھی خون چوسا ہے۔

پاکستانی دولت لوٹنے والے ایسے مگر مچھوں جن کے 180 ارب ڈالر سے زائد غیر ملکی بینکوں میں محفوظ ہیں اور ان میں سے پاکستان کے واجب الادا قرضوں کی رقم مہیا کر کے باقی ماندہ رقم پاکستان کے حوالے کر دی جائے تو ملک کے مسائل کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ ملکی دولت لوٹنے والوں کی اس رقم کو حکومت عوام کی فلاح و بہبود اور ملکی تعمیر و ترقی کے لیے خرچ ہو سکتی ہے۔ یہی چند سو افراد ہیں جن کو پاکستان کے 'نیٹا' ہونے کا سب سے زیادہ خطرہ ہے کہ اس طرح ان کی لوٹی ہوئی رقم ان سے چھپ جائے گی لیکن عالمی اداروں کی تنخواہ پر کام کرنے والے اقتصادی ماہرین 'غیر ملکی قرضوں کے آلہ کار' سیاستدان اور جھوٹے مغربی نظریات کے مبلغ سماجی ماہرین ملک کو کوئی ایسا مشورہ دینے کے اہل ہی نہیں جو اس کے مسائل ختم کر سکے۔

ملک یا ادارے جن سے قرضہ لیا گیا

نمبر شمار	ملک / ادارے	قرضے کی رقم
1-	امریکہ	2 ارب 87 کروڑ 41 لاکھ 25 ہزار ڈالر
2-	اٹلی	26 کروڑ 65 لاکھ ایک ہزار ڈالر
3-	آسٹریلیا	5 کروڑ 41 لاکھ ڈالر
4-	آسٹریا	2 کروڑ 77 لاکھ 44 ہزار ڈالر
5-	ابوظہبی	6 کروڑ 76 لاکھ 44 ہزار ڈالر
6-	اوپیک فنڈ	7 کروڑ 83 لاکھ 79 ہزار ڈالر
7-	ایشین ڈویلپمنٹ بینک	ایک ارب 6 کروڑ 33 لاکھ ڈالر
8-	انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ ایجنسی	4 ارب 73 کروڑ ڈالر
9-	آئی بی آر ڈی	12 ارب 52 کروڑ 17 لاکھ 46 ہزار ڈالر
10-	آئی بی آر کنسورشیم	7 کروڑ 89 لاکھ 37 ہزار ڈالر
11-	اسلامک ڈویلپمنٹ بینک	36 کروڑ 37 لاکھ 2 ہزار ڈالر

خزانہ چاٹ گئے۔ اس دوران جتنی حکومتیں مقررہ وقت سے پہلے برطرف ہوئیں۔ ان کے خلاف لگائے جانے والے الزامات میں سب سے بڑا الزام ترقیاتی فنڈز کے نام پر کی جانے والی لوٹ مار اور رقم کو ہڑپ کرنے کا تھا۔ ترقی و خوشحالی کے 'خواہاں' حکمرانوں نے 1239 منظور نظر افراد کے ذمے 8 ارب 48 کروڑ 67 لاکھ 26 ہزار روپے کے قرضے معاف کر کے معیشت کو تباہی کی اندھی غاروں میں دھکیل دیا جبکہ کمزور اور ناقص گارنیوں کی وجہ سے 150 ارب روپے سے زائد مالیت کے قرضوں کی وصولی مشکوک نظر آتی ہے۔

وزارت خزانہ کے اعداد و شمار سے مطابق پاکستان کی اقتصادی تباہی پچھلے 12 برس کی جمہوری حکومتوں کی وجہ سے آئی۔ ان برسوں میں غیر ملکی پاور کمپنیوں کے ساتھ معاہدوں، سیلو کیب سکیم غیر منافع بخش منصوبوں، سیاسی بنیادوں پر ملکی بینکوں اور مالیاتی اداروں سے اربوں روپے کے قرضے اور عالمی مالیاتی اداروں کی شرائط تسلیم کرنے سے پاکستان آج شدید ترین اقتصادی بحران کا شکار ہو چکا ہے۔ وزارت تجارت کے مطابق بے نظیر بھٹو کے پہلے دور حکومت میں 88ء سے 90ء تک پاکستان کو بیرونی تجارت میں 4 ارب 35 کروڑ 40 لاکھ ڈالر کا خسارہ ہوا۔ نواز شریف کے پہلے دور حکومت 90ء سے 93ء تک بیرونی تجارت میں 7 ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔ اسی طرح بے نظیر بھٹو کے دوسرے دور حکومت میں 93ء سے 96ء تک ملک کو بیرونی تجارت میں 7 ارب 35 کروڑ ڈالر کا خسارہ ہوا جبکہ میاں نواز شریف کے دوسرے دور حکومت 97ء تا اکتوبر 99ء تک بیرونی تجارت میں 7 ارب 60 کروڑ ڈالر کا خسارہ ہوا۔ اسی طرح نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کے ادوار میں مجموعی طور پر پاکستان کو بیرونی تجارت میں 26 ارب 30 کروڑ ڈالر کا خسارہ ہوا۔

ہیریٹیج فاؤنڈیشن کی تحقیقات کے مطابق 1995-1996 کے دوران آئی ایم ایف سے قرضہ حاصل کرنے والے 137 ملکوں میں سے 81 ملکوں کو نہ صرف اپنی ناگفتہ بہ حالت سے نجات نہ ملی بلکہ وہ آئی ایم ایف کے شکنجے میں مزید پھنستے گئے۔

12-	انٹرنیشنل فنڈ فار ایگریکلچرل ڈیولپمنٹ 25 کروڑ 10 لاکھ 14 ہزار ڈالر	35-	ہالینڈ 15 کروڑ 24 لاکھ 86 ہزار ڈالر
13-	انٹرنیشنل فنانس کارپوریشن 3 کروڑ 19 لاکھ 39 ہزار ڈالر	36-	اومان 10 لاکھ 25 ہزار ڈالر
14-	برطانیہ 4 کروڑ 49 لاکھ 83 ہزار ڈالر	37-	ورلڈ بینک 4 ارب 94 کروڑ 2 لاکھ 47 ہزار ڈالر
15-	بیلجیم 8 کروڑ 42 لاکھ ڈالر	38-	ای آئی جی 6 کروڑ 80 لاکھ 19 ہزار ڈالر
16-	جاپان 5 ارب 32 کروڑ 44 لاکھ ڈالر		کل میزان 37 ارب 69 کروڑ 3 لاکھ 46 ہزار ڈالر
17-	جرمنی ایک ارب 83 کروڑ 57 لاکھ ڈالر		
18-	چین 53 کروڑ 26 لاکھ 22 ہزار ڈالر		
19-	چیکوسلواکیہ 2 کروڑ 36 لاکھ 33 ہزار ڈالر		
20-	ڈنمارک 2 کروڑ 64 لاکھ 67 ہزار ڈالر		
21-	رومانیہ 3 کروڑ 36 لاکھ 48 ہزار ڈالر		
22-	روس 33 کروڑ 12 لاکھ 2 ہزار ڈالر		
23-	سوڈن 9 کروڑ 79 لاکھ 56 ہزار ڈالر		
24-	سعودی عرب 29 کروڑ 38 لاکھ 71 ہزار ڈالر		
25-	سپین 4 کروڑ 66 لاکھ 45 ہزار ڈالر		
26-	سوئزرلینڈ 10 کروڑ 61 لاکھ 10 ہزار ڈالر		
27-	فرانس ایک ارب 39 کروڑ 28 لاکھ ڈالر		
28-	فن لینڈ 90 لاکھ 73 ہزار ڈالر		
29-	کویت 14 کروڑ 11 لاکھ 87 ہزار ڈالر		
30-	قطر 50 لاکھ 69 ہزار ڈالر		
31-	لیبیا 2 کروڑ 78 لاکھ 58 ہزار ڈالر		
32-	ملائیشیا 2 کروڑ 16 لاکھ 73 ہزار ڈالر		
33-	ناروے 3 کروڑ 22 لاکھ 28 ہزار ڈالر		
34-	ناروے کنسورشیم 5 کروڑ 17 لاکھ 41 ہزار ڈالر		

حمرانوں کے قرضہ لینے اور معاف کرنے کی تفصیل

سال	حمران	معاف کیے جانے والے قرضے	جتنا قرضہ لیا
1947-58	لیاقت علی خان	59 کروڑ 4 لاکھ ڈالر	
1958-69	خواجہ ناظم الدین		
1969-71	ایوب خان	5 ارب 37 کروڑ 80 لاکھ ڈالر	
1971-77	بزرگ بھائی خان	7 ارب 75 کروڑ 40 لاکھ ڈالر	
1977-88	ذوالفقار علی بھٹو	5 ارب 5 کروڑ 80 لاکھ ڈالر	
1985-88	ضیاء الحق	12 ارب 49 کروڑ 60 لاکھ ڈالر	
1988-90	محمد خان جونجو	35 کروڑ 53 لاکھ 20 ہزار روپے	7 ارب 60 کروڑ 70 لاکھ ڈالر
1990-93	غلام الحق خان	اور غلام الحق خان نے تین کروڑ 79 لاکھ 30 ہزار روپے معاف کیے۔	
1988-90	بے نظیر بھٹو	5 ارب 9 کروڑ 50 لاکھ ڈالر	
1990-93	نواز شریف	2 ارب 45 کروڑ 92 لاکھ روپے اور	7 ارب 16 کروڑ 20 لاکھ ڈالر
		غلام مصطفیٰ جتوئی نے ایک کروڑ 77 لاکھ	اس میں غلام مصطفیٰ جتوئی کے
		روپے اور بلخ شیرمزاری نے 17 لاکھ	قرضے بھی شامل ہیں۔
		70 ہزار روپے معاف کیے۔	

18 ارب 28 کروڑ 70	5 ارب 53 کروڑ 23 لاکھ روپے	1993-96ء بے نظیر بھٹو
لاکھ ڈالر اس میں معین قریشی	6 کروڑ 66	اور معین قریشی نے
کے قرضے بھی شامل ہیں۔	لاکھ 60 ہزار روپے معاف کیے۔	
2 ارب 30 کروڑ ڈالر	ایک کروڑ 60 لاکھ 80 ہزار روپے	1996-97ء ملک معراج خالد
8 ارب 2 کروڑ 20 لاکھ ڈالر		1997-99ء نواز شریف

نااہل وزراء خزانہ

پاکستان کی ہر حکومت نے غربت کے خاتمے کا وعدہ کیا۔ جلسے جلوسوں میں اپنے حق میں نعرے لگوائے، زندہ باد کرائی اور پھر غربت کے بجائے غریب کو ختم کرنے کے پروگرام پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو سے میاں نواز شریف تک سربراہان مملکت پڑھے لکھے اور ملک کے معاشی مسائل پر بھی لمبی تقریریں کرنے میں خصوصی مہارت رکھنے کے باوجود نااہل ثابت ہوئے۔ انہیں اس بات کا شعور ہی نہ تھا کہ کون سی وزارت کس شخص کے حوالے کی جائے یعنی وہ جان بلب مریض کو علاج کیلئے انجینئر کے پاس بھیج رہے تھے اور گھر بنوانے کے خواہشمند کو ڈاکٹر کا پتہ بتا رہے تھے۔ ایسی صورت میں معاشی مسائل کا دوزخ بڑھتا نہ تو پھر کیا ہوتا کہ کسی بھی دور میں ملک کو ماہر معاشیات وزیر خزانہ میسر نہ آیا۔ سیاسی کھیل میں ملکی مفادات داؤ پر لگائے جاتے رہے۔ آئیے دیکھیں کہ اس حکومت کا وزیر خزانہ کیا تھا۔

وزیر اعظم	وزیر خزانہ	پیشہ
ذوالفقار علی بھٹو	ڈاکٹر مبشر حسن	انجینئر

ذوالفقار علی بھٹو	عبدالحفیظ پیرزادہ	وکیل
محمد خان جوئیو	محمد یسین وٹو	وکیل
بے نظیر بھٹو پہا دور	احسان الحق پراچہ	صنعت کار
نواز شریف پہا دور	سرتاج عزیز	ماہر معاشیات
بے نظیر بھٹو دوسرا دور	مخدوم شہاب الدین	جاگیردار
نواز شریف دوسرا دور	سرتاج عزیز / اسحاق ڈار	ماہر معاشیات

نواز شریف نے اپنے دونوں ادوار میں ماہرین معاشیات کو وزیر خزانہ مقرر کیا۔

ڈاکٹر حفیظ پاشا کو بھی اپنا مشیر بنایا لیکن اس کے باوجود ذاتی کاروبار کو وسعت دینے اور نیکیس بچانے کے علاوہ یہ افراد بھی صرف نواز شریف کو ہی فائدہ پہنچا سکے اور عوام روتے ملتے رہے۔

گوٹھ آباد سکیم اور جیالے

1996ء میں سندھ کے وزیر اعلیٰ عبداللہ شاہ نے کراچی کی قدیم بستی ماری پور گریکس ویلج سمیت کچھ علاقوں کو ریگولرائز کرنے کی منظوری دی۔ ماری پور میں ایک جلسہ عام کے دوران انہوں نے ایک روپیہ فی گز کے حساب سے دستاویزات جاری کرنے کا اعلان کیا اور گوٹھ آباد سکیم ڈپٹی کمشنر ویسٹ اور پیپلز پارٹی کے جیالوں کو ہدایت کی کہ وہ عوام کی سہولیات کے لیے ان کے گھر گھر جا کر ان سے شناختی کارڈز لے کر انہیں دستاویزات جاری کر دیں۔ سابق وزیر اعلیٰ کی اس ہدایت پر ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے سربراہ ڈی سی ویسٹ محسن حقانی تھے۔ اسسٹنٹ کمشنر اعجاز بلوچ کے علاوہ گوٹھ آباد سکیم کے مختار کار اور تحصیلدار کے علاوہ پیپلز پارٹی کے غلام نبی بلوچ مرحوم، شام الال، سابق اقلیتی کونسلر اور عبدالحمید بلوچ شامل تھے۔

اس کمیٹی نے اختیارات کا فائدہ اٹھا کر غرباء اور بیواؤں کے شناختی کارڈز لے کر ان کے نام سے پلاٹوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ جس کی ایک مثال بلال کارپوریشن ہے جس نے 22 غریب لوگوں کے نام پر ایک ایک ہزار مربع گز اراضی الاٹ کرائی اور ان غریبوں کو خبر بھی نہ ہوئی جبکہ گوٹھ آباد سکیم کے تحت صرف 60 گز سے لے کر 240 مربع گز رہائشی زمین الاٹ ہو سکتی ہے اور اسے تجارتی مقاصد کے لیے استعمال کر نیکی قطعی اجازت نہیں تھی۔ واضح رہے کہ سابق وزیر اعلیٰ عبداللہ شاہ نے اپنے اعلان میں یہ بھی ہدایت کی تھی کہ یہ دستاویزات 25 سال تک نہ تو فروخت ہو سکتی ہیں اور نہ ہی یہ زمین کسی

دوسرے کے نام الاٹ ہو سکتی ہے جس کا ذکر سندوں میں واضح الفاظ میں کیا گیا ہے۔

سرکاری معاہدے میں ان پلاٹوں کی قیمت 57 لاکھ روپے ظاہر کی گئی تاکہ سرکاری ٹیکس سے بچا جاسکے۔ اس طرح ٹیکس کی مد میں 33 ہزار روپے ادا کیے گئے جبکہ ایک پلاٹ پچاس لاکھ روپے میں فروخت کیا گیا۔ اسی طرح 22 پلاٹوں کی قیمت گیارہ کروڑ روپے بنتی ہے۔ یہ گیارہ کروڑ روپے ضلعی انتظامیہ گوٹھ آباد سکیم اور پیپلز پارٹی کے جیالوں نے آپس میں بانٹ لیے اور جن غریبوں کے نام یہ پلاٹ الاٹ ہوئے انہیں ایک ایک ہزار روپے کرکھا گیا کہ یہ رقم زکوٰۃ فنڈ سے حاصل کی گئی ہے اور آپ لوگوں کا نام زکوٰۃ کمیٹی کے پاس درج ہے جس سے آپ ہر برس ایک ہزار روپے لے سکتے ہیں۔ اس طرح غریب اور بے سہارا آج بھی بے گھر ہیں اور مفاد پرست لوگ دولت میں کھیل رہے ہیں۔

لیاقت جتوئی کو سندھ کی وزارت اعلیٰ خرید کر دینے والا کردار

1997ء میں عام انتخابات کے نتائج آنا شروع ہوئے تو سندھ کے سب سے زیادہ بااثر بیوروکریٹ اور کرپشن کے بادشاہ امتیاز شیخ اور اس کے گروہ نے وزیر اعلیٰ ہاؤس میں ڈیرے ڈال دیئے اور رات بھر سندھ کے ارکان اسمبلی سے رابطے شروع کر دیئے۔ یہ سازش اس طرح عمل میں آئی گئی کہ تمام ڈپٹی کمشنروں اور اضلاع کے ایس ایس پی حضرات کو وزیر اعلیٰ ہاؤس سے فون کر کے پابند کر دیا گیا کہ نو منتخب ارکان کو وزیر اعلیٰ ہاؤس رابطہ کرنے کا کہا جائے۔

یہ سارا سلسلہ امتیاز شیخ کے بھائی اور مسلم لیگ نواز گروپ کے رکن صوبائی اسمبلی مقبول شیخ کو سندھ کے وزیر اعلیٰ بنانے کے کھیل کا حصہ تھا مگر یہ اس پر اسرار کھیل کا ایک پہلو تھا۔ دراصل اس سارے کھیل کے پیچھے محمود ٹرنک والا بطور ماسٹر مائنڈ تھا جو بیک وقت وزارت اعلیٰ کے تین امیدواروں سے ڈیل کر رہا تھا اور پیر صاحب پگاڑا کی فیصلہ کن حیثیت کا سودا کر رہا تھا۔ غلام مصطفیٰ جتوئی، لیاقت جتوئی اور مقبول شیخ میں سے ہر ایک کو موزوں بنا کر بیعانے وصول کر رہا تھا۔ پیر صاحب پگاڑا کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ راجہ سائیں اس خطرناک دور کے لیے غیر موزوں ہیں۔ دوسرے امیدوار مظفر حسین شاہ سابقہ دور میں نواز شریف اور غلام اسحاق خان کی لڑائی میں جانبدارانہ کردار کی وجہ سے اب

ترین ٹریڈ فری زون عویرہ میں محمود ٹرنک والا نے قیمتی زمین خریدی ہے۔ پاکستان میں بیورو کریٹ اور سیاستدانوں کی طرف سے ملکی خزانہ لوٹ کر اربوں روپے اس کی معرفت اس زون میں لگائے گئے ہیں۔ اس کے ساتھی خان محمد مہر نے جب محمود ٹرنک والا کے گہڑے تیور دیکھے تو حالات کی نزاکت کے پیش نظر خود دوہی جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ محمود کے پاس جمع املاک کا بیشتر حصہ خان محمد کے ذریعے حاصل ہوا ہے اور اس کے تحفظ کی ذمہ داری بھی خان محمد کی ہے چنانچہ خان محمد عمرہ کرنے کے بہانے سعودی عرب اور پھر دوہی پہنچا اور معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ پیر پگاڑا کے بیٹے راجہ سائیں کا دوہی میں سرال بھی ان کا مددگار تھا۔ یہ بات ٹرنک والا کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ اسے خطرہ محسوس ہوا کہ خان محمد مہر دوہی میں رہ جانے کی صورت میں اربوں کی مالیت پر قابض ہو جائے گا۔ اس بحران سے نکلنے کے لیے بڑا منصوبہ تیار کیا گیا۔ سندھ کے ایک سابق کورکمانڈر سمیت دیگر اہم حیثیت کے لوگوں کے ذریعے خان محمد مہر کو یقین دلایا گیا کہ وہ واپس آ جائے معاملات طے پا گئے ہیں۔ انہی دنوں دوست صحافیوں کے ذریعے یہ خبریں شائع کرائی گئیں کہ پیر صاحب پگاڑا کے بیٹے وزارت میں لیے جا رہے ہیں۔ پیر پگاڑا سے بھی سندھ کے زمینداروں کا اجتماع منعقد کر کے قوت کے مظاہرے کا کہا گیا۔ یہ سارا کھیل خان محمد مہر کو واپس بلانے کے لیے اور مطمئن کرنے کے لیے تھا تا کہ دوبارہ معاملات کی سنگینی دیکھ کر باہر نہ نکل جائے یہاں تک کہ اسے گرفتار کر دیا گیا۔ خان محمد مہر کے قریبی لوگوں کا شک اب یقین میں بدل چکا ہے کہ خان محمد مہر کو محمود ٹرنک والا نے ہی گرفتار کرایا تھا۔

خان محمد مہر کی گرفتاری کے بعد ڈوبتے جہاز سے چھلانگ لگانے کا عمل جاری ہے۔ دیگر بیش قیمت املاک کے علاوہ دو عدد مرشدیز کاریں پشاور کے ایک سودخور کو اصل قیمت سے نصف پر دی گئی ہیں۔ اسی طرح کورین کمپنی کے اشتراک سے کاریں بنانے کے پلانٹ پر اب تک قومی بینکوں اور سیاستدانوں کا 30 کروڑ سے زائد سرمایہ لگا ہوا ہے۔

دراز شریف کے لیے غیر موزوں رہیں گے۔ مقبول شیخ کو آگے لانے کا مطلب یہ تھا کہ محمود ٹرنک والا اور اقتدار بانٹنے والے سنڈیکیٹ جس میں بعض مقتدر قوتوں کے ذمہ دار بھی شامل تھے۔ اصل امیدوار سے مناسب دام وصول کرنا چاہتے تھے۔ لیاقت جتوئی نے سب سے بہتر دام لگائے تو غلام مصطفیٰ جتوئی اپنے بیٹے کے لیے اعلیٰ سطح پر رابطے کر رہے تھے۔ بیس راستے سے ہٹانے کے لیے ضیاء الحق دور میں جتوئی خاندان کے مشہور ہسپتال ایسٹ کلفٹن کے لیے دیئے گئے 65 کروڑ کی وصولی کا مسئلہ سامنے لا کر خاموش کر دیا گیا۔

اس اقتداری مافیائے سیف الرحمن کی وساطت سے سندھ کی وزارت اعلیٰ کا لیاقت جتوئی کے ساتھ سودا کیا۔ لیاقت جتوئی کے والد اور سینئر پارلیمینٹری عبدالحمید جتوئی اسلام آباد کے فیڈرل لاجز میں کچہریوں کے دوران لمبے عرصے تک اپنے بیٹے کی فضول خرچی راتنے بڑے انوسٹمنٹ پر ناراضگی کا اظہار کرتے رہے۔ لیاقت جتوئی کے لیے الہنگ کے دوران پیر پگاڑا کو حالات کا غلط رخ پیش کر کے رام کیا گیا۔ اولین شرط یہ تھی کہ سندھ کے بورڈ آف ریونیو خصوصاً لینڈ یونیٹائزیشن کے محکمہ میں ٹرانسفر اور پوسٹنگ محمود ٹرنک والا سامری سے ہوئی۔

محمود ٹرنک والا نے بورڈ آف ریونیو کے تمام معاملات کا جائزہ لینے اور مانیٹر کرنے کے لیے اپنے ذاتی ملازم سلیم کو انچارج مقرر کیا ہوا تھا۔ سلیم موجودہ ڈائریکٹر سکولز کراچی میہ سلیم کا شوہر ہے۔ لیاقت جتوئی کے ساتھ یہ ڈیل آگے چل کر وجہ دوستی بن گئی اور لیاقت جتوئی اور صداقت جتوئی کے کروڑوں روپے محمود ٹرنک والا کی وساطت سے دوہی پہنچے اور لعل علی فری زون میں انویسٹ کیے گئے۔ لیاقت جتوئی فرار ہو کر دوہی پہنچ چکے ہیں اور اب ان کا روباری معاملات کی نگہبانی کر رہے ہیں۔

محمود ٹرنک والا نے 12 اکتوبر 99ء کے بعد سارا سرمایہ دوہی منتقل کر دیا۔ ایم سی بی ایڈیٹور اور برانچ شارع فیصل کے عملے کے کئی ارکان جزوقتی ورلڈ آٹوز کے کارکن ہیں اور الائنڈ رنگ میں ملوث ہیں۔ ڈیرہ دوہی سے متصل بنائے جانے والے دنیا کے جدید

پاک فوج کی سرپرستی میں چلنے والے ادارے عسکری لیزنگ اور گواہیوب اور علی قلی خان کے ادارے نسان موٹرز کو پہلے ہی ورلڈ گروپ سے منسلک کر دیا تھا۔ ان دونوں اداروں کو بھی تاثر دیا گیا کہ ان کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں وہ اپنے معاملات پر کنٹرول نہیں رکھ سکیں گے اور مشترکہ نقصان سے بچنے کی واحد صورت یہ ہے کہ ان کے قرضے ری شیڈول کیے جائیں۔

محمود ٹرنک والا مال مفت دل بے رحم میں اپنا ٹانی نہیں رکھتا۔ ایم سی بی اور یو بی ایل سے معاملات میں بھی اس فارمولے کو آزمایا گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی سیاستدانوں کو خوش رکھنے کیلئے قیمتی جاپانی گاڑیوں کے تحفے اب بھی جام ہاؤس اور کنکری ہاؤس میں ٹی سی نمبر پلیٹ والی بڑی بڑی گاڑیوں کی صورت میں دیکھے جاسکتے ہیں جو کسٹم ڈیوٹی ادا کیے بغیر عارضی مدت کے لیے پورٹ سے باہر لائی گئیں اور اب تک زیر استعمال ہیں۔ جام صادق علی کے دور میں اصل وزیر اعلیٰ امتیاز شیخ کہلاتا تھا۔ امتیاز شیخ نے سرکاری ملازمت سے جواستغفی دیا اس کے پیچھے بھی محمود ٹرنک والا ہے۔ امتیاز شیخ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کے گھر میں کوئی ایک بھی چیز پاکستانی نہیں ہے۔ تمام چیزیں فرانس کی ہیں اور ان پر ہنو عاقل کے زمیندار اور سابق کورکمانڈر سندھ خاص مہربان ہیں اور طے شدہ بیج کے تحت امتیاز اور محمود بیرون ملک معاملات کی نگہداشت کے لیے جلد از جلد باہر جانے کی کوشش میں ہیں۔ (محمود ٹرنک والا فرار ہو چکا ہے) گزشتہ انتخابات کے بعد مقبول شیخ کو وزیر اعلیٰ بنانے کا منصوبہ ادھورار ہا اور ادا کیے گئے روپوں کی واپسی کا مسئلہ درپیش تھا تو محمود نے نا تھا خان شاہ اور سٹار گیٹ کے درمیان واقع فلک ناز پلازہ شیخ برادران کے حوالے کر دیا اور بطور جرمانہ ملیر میں واقع خوبصورت فارم بھی انہیں دے دیا۔

آثار سے صاف نظر آتا ہے کہ ورلڈ گروپ کا آخری پراجیکٹ بھی چند دنوں میں صرف خوبصورت فنانوسی اور شیشوں کا مرکز رہ جائے گا لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مالیاتی ادارے اپنی رقوم واپس حاصل کر پائیں گے؟

محمود ٹرنک والا نے خود کو بچانے کے لیے اور نیب سمیت تمام اداروں کو اپنے موثر اور اہم ہونے کا پیغام دینے کے لیے کروڑوں کی مالیت کا یہ پروجیکٹ حسین ہارون کے حوالے کر دیا ہے۔ محمود ٹرنک والا کے قریبی ذرائع کے مطابق اس معاملے کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ حسین ہارون این ڈی ایف سی سے 20 کروڑ کے معاملات خود طے کریں گے بلکہ خفیہ طریقے سے اتنی ہی رقم محمود کو ادا کریں گے۔ پہلی صورتحال لاہور کے مضافات میں رائے ونڈ سے متصل ٹیکسٹائل مل کے سلسلے میں دہرائی گئی۔ ستر کروڑ کے قرضے سے بنائی گئی مل جو مارکیٹ ویلیو میں اس سے نصف قیمت کی ہے اوپر کی رقم ہضم کر کے مل قرضہ فراہم کرنے والے بینک کے حوالے کر دی گئی ہے۔ ورلڈ آئوز اور ورلڈ گروپ آف کمپنیز جسے محمود ٹرنک والا اور اس کا بیٹا شاہ زیب محمود چلاتے ہیں اور تاثر دیتے ہیں کہ پیر پگاڑا کے بیٹے راجہ سائیں ان کے شراکت دار ہیں لیکن دراصل وہ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے اہم رہنماؤں کے مالی امور کے نگران ہیں۔

سابق وفاقی و صوبائی وزیر اور پی پی کے مرکزی رہنما عبدالستار بچانی جن پر بے نظیر بھٹو اس قدر اعتماد کرتی ہیں کہ ان کی نشست سے انتخاب بھی لڑ چکی ہیں۔ بچانی کے بھتیجے اور داماد اور اس وقت یو بی ایل کے جنرل منیجر آفتاب بچانی محمود ٹرنک والا کے مالیاتی مشیر ہیں۔ انہی کی کوششوں سے ختم ہونے والے مالی سال کے آخری ہفتے میں غیر قانونی طریقے سے جعلی ضمانتوں پر چالیس کروڑ کا قرضہ ری شیڈول کیا گیا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ محمود ٹرنک والا اپنا اکاؤنٹ ایم سی بی نیو چالی برانچ سے آپریٹ کرتا تھا۔ ایم سی بی کے عمر بلوچ مرحوم اور آفتاب بچانی نے یہ اکاؤنٹ مہدی ناور کی ایم سی بی برانچ منتقل کرایا اور قرضہ جاری کرنے کے مروجہ طریقہ کار سے ہٹ کر پروپرائٹرشپ کیلئے حد منظور کرائی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قرضوں کا حجم بڑھتا گیا تو ایم سی بی کے چیئرمین سیام محمد منشا اور ایم سی بی کے صدر آفتاب منظور نے ذاتی دلچسپی لے کر قرضوں کی واپسی کو یقینی بنانے کے لیے کوششیں کیں تو ایم سی بی نے یہ کیس اے سی ایم جی اپیشل ایسٹیکوری گروپ کے حوالے کر دیا۔ واضح رہے کہ محمود ٹرنک والا نے کمال ہوشیاری سے

ایضاً	12-11-1987	ایضاً	99	پیر محمد صابر شاہ ایم این اے
ایضاً	15-11-1987	ایضاً	100	سینئر عبد الحمید قاضی
ایضاً	18-1-1988	ایضاً	101	سینئر ملک سعد اللہ خان
ایضاً	16-2-1988	ایضاً	102	رانا تنویر حسین ایم این اے
ایضاً	25-1-1988	ایضاً	103	مولاداد خان ایم این اے
ایضاً	24-3-1988	ایضاً	104	سینئر حسین بخش بنگل زئی
ایضاً	13-4-1988	ایضاً	105	سینئر یوسف خان ساسولی
ایضاً	1-3-1988	ایضاً	106	سینئر سید عباس شاہ
ایضاً	25-5-1988	ایضاً	107	ملک نادر خان ایم این اے
ایضاً	2-5-1988	ایضاً	108	حافظ فضل منان ایم این اے
ایضاً	10-2-1988	ایضاً	109	سینئر شاد محمد خان
ایضاً	12-3-1988	ایضاً	111	خیر محمد بھرگری
ایضاً	8-3-1988	ایضاً	112	قمر الزمان شاہ کھگہ ایم این اے
ایضاً	20-3-1988	ایضاً	113	خواجہ محمد صفدر ایم این اے
ایضاً	13-4-1988	ایضاً	114	سید شاہ مہدی نسیم ایم این اے
ایضاً	12-3-1988	ایضاً	115	بیگم سروری صادق ایم این اے
ایضاً	20-4-1988	ایضاً	116	سوراقصو د احمد خان لغاری ایم این اے
ایضاً	2-5-1988	ایضاً	119	ظفر اللہ جمالی ایم این اے
ایضاً	1-3-1987	ایضاً	88	عارف حسین ایم این اے
800 گز	1-11-1987	جی ٹین ٹو	577	سینئر ملک فرید اللہ خان
ایضاً	7-7-1987	جی 102	578	غلام محمد چشتی ایم این اے
ایضاً	5-10-1987	ایضاً	579	سینئر ملک محمد علی
ایضاً	18-8-1987	ایضاً	580	صاحبزادی محمودہ بیگم ایم این اے

جنرل ضیاء الحق، نواز شریف اور محمد خان جو نیجو سے پلاٹ لینے والے ارکان پارلیمنٹ کی فہرست

نام	پلاٹ نمبر	سیکٹر	تاریخ الاٹمنٹ	سائز
سینئر محمد اسحاق بلوچ	84	G11 تھری	2-2-1988	1000 گز
پردل کوہلی ایم این اے	85	ایضاً	2-3-1988	ایضاً
فضل داد خان	86	ایضاً	15-11-1987	ایضاً
محمد سالم خلیل	87	ایضاً	28-10-1987	ایضاً
صاحبزادہ نور حسن	89	ایضاً	24-3-1988	ایضاً
رائے صلاح الدین خان	90	ایضاً	25-1-1988	ایضاً
سینئر ذوالفقار علی چشتی	91	ایضاً	3-2-1988	ایضاً
مقبول احمد خان ایم این اے	92	ایضاً	22-10-1987	ایضاً
ملک گلاب خان محمود	93	ایضاً	21-11-1987	ایضاً
سینئر ملک عبدال	95	ایضاً	8-11-1987	ایضاً
ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ایم این اے	96	ایضاً	23-5-1988	ایضاً
سینئر محمد ہاشم خان	97	ایضاً	21-11-1987	ایضاً
غلام محمد احمد خان مانیکا ایم این اے	98	ایضاً	12-11-1987	ایضاً

ایضاً	29-9-1987	ایضاً	597	سینٹر احمد میاں سومرو
ایضاً	14-10-1987	ایضاً	598	ممتاز احمد تارڑ ایم این اے
ایضاً	7-10-1987	ایضاً	599	چودھری امیر حسین ایم این اے
ایضاً	2-2-1988	ایضاً	600	پیر شجاعت حسین قریشی سینٹر
ایضاً	20-10-1987	ایضاً	601	ایمنوئل ظفر ایم این اے
ایضاً	25-10-1987	ایضاً	602	انور علی چیمہ ایم این اے
ایضاً	13-10-1987	ایضاً	603	سینٹر امیر حیدر قریشی
ایضاً	2-5-1988	ایضاً	1211	حاجی نور شیر خان ایم این اے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	1212	حاجی گل شیر خان ایم این اے
ایضاً	2-2-1988	ایضاً	1213	مولانا محمد رحمت اللہ ایم این اے
ایضاً	7-6-1987	F10\2	545	منور قطب الدین ایم این اے
ایضاً	2-7-1987	ایضاً	546	چودھری محمد اقبال ایم این اے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	547	بیگم عشرت اشرف ایم این اے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	548	سید اصغر علی شاہ ایم این اے
ایضاً	29-6-1987	ایضاً	549	پیر محمد اشرف ایم این اے
ایضاً	2-7-1987	ایضاً	550	چودھری امان اللہ رانا ایم این اے
ایضاً	7-7-1987	ایضاً	552	میر محمد عارف جان محمد حسنی ایم این اے
ایضاً	9-6-1987	ایضاً	553	کیپٹن (ر) ثناء اللہ ایم این اے
ایضاً	11-6-1987	ایضاً	555	چودھری محمد نواز بوسال ایم این اے
ایضاً	18-6-1987	ایضاً	556	امان اللہ خان شاہانی ایم این اے
ایضاً	3-2-1988	ایضاً	558	ملک غلام محمد مجتبیٰ غازی کھر ایم این اے

ایضاً	23-7-1987	ایضاً	581	بیگم نسیم ماجد ایم این اے
ایضاً	8-9-1987	ایضاً	582	رائے منصب علی خان ایم این اے
ایضاً	19-9-1987	ایضاً	584	نواب مظہر علی ایم این اے
ایضاً	2-8-1987	ایضاً	585	رائے احمد نواز ایم این اے
ایضاً	31-8-1987	ایضاً	583	محمد اسلم کچھیلہ ایم این اے
ایضاً	28-7-1987	ایضاً	586	پرنس جام محمد یوسف ایم این اے
ایضاً	11-8-1987	ایضاً	587	سینٹر اصغر علی شاہ
ایضاً	30-8-1987	ایضاً	589	سینٹر ایم منیر آفریدی
ایضاً	22-8-1987	ایضاً	590	سینٹر حبیب اللہ مہمند
ایضاً	19-9-1987	ایضاً	591	سینٹر انجینئر محمد فضل آغا
672 مرلی	11-11-1987	F10\3	277A	ملک عبدالرؤف ایم این اے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	277B	غلام محی الدین خان مروت ایم این اے
ایضاً	12-11-1987	ایضاً	277C	میاں محمد آصف ایم این اے
686 مرلی	11-11-1987	F10\3	302A	صاحبزادہ محمد احمد ایم این اے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	302B	چودھری ممتاز احمد جچی
702 مرلی	ایضاً	F10\4	186C	چودھری محمد سرور ایم این اے
800 مرلی	31-8-1988	جی.10-2	588	عبدالرحمن جمالی سینٹر
1000 مرلی	8-11-1988	جی.10-3	117	سینٹر رسول بخش
1000 مرلی	4-6-1988	جی.10-3	118	بھگوداس چاولہ ایم این اے
ایضاً	ایضاً	ایضاً	121	علی بن ایم این اے
800 مرلی	10-8-1987	جی.10-2	592	سینٹر ایمین روم
ایضاً	19-9-1987	ایضاً	594	ملک محبوب حسین ایم این اے

221				220				
ایضاً	ایضاً	ایضاً	25B	سنیٹر جام کرم علی	ایضاً	6-10-1987	559	سردار وزیر محمد جوگیزئی ایم این اے
ایضاً	11-11-1987	ایضاً	25D	مردار غلام محمد خان مہر MNA	ایضاً	11-6-1987	560	دل مراد جمالی ایم این اے
ایضاً	2-5-1988	جی-10-4	1209	حاجی خیال شاہ ایم این اے	ایضاً	29-6-1987	561	لیفٹیننٹ کرنل (ر) ڈبلیو ہربرٹ
ایضاً	28-5-1988	ایضاً	1210	ملک عمر دین بنگش				بلوچ ایم این اے
ایضاً	7-7-1987	ایضاً	302	نواب محمد یامین خان ایم این اے	ایضاً	12-10-1987	F10\1 321A	سنیٹر صاحبزادہ الیاس
ایضاً	19-6-1987	ایضاً	303	میر نواز خان مروت ایم این اے	ایضاً	29-6-1987	F10\8 288	حاجی نادر شاہ ایم این اے
ایضاً	19-8-1987	ایضاً	304	عطا محمد مری ایم این اے	ایضاً	ایضاً	290	سردار محمد سرفراز ایم این اے
ایضاً	22-6-1987	F-10\4	296	رابعہ محمد افضل خان ایم این اے	ایضاً	ایضاً	289	مہر خداداد خان ملک ایم این اے
ایضاً	18-6-1987	ایضاً	297	فہر امجدی الدین ایم این اے	ایضاً	3-2-1988	291	سید منظور حسین شاہ ایم این اے
ایضاً	31-1-1988	ایضاً	295	محمد ایوب خان الائی ایم این اے	ایضاً	31-8-1987	292	نواب امان اللہ خان سیال MNA
ایضاً	4-5-1987	F-10\2	554	مید احمد عالم نور ایم این اے	ایضاً	11-6-1987	293	حاجی خیر محمد پنواڑ ایم این اے
666 گز	29-6-1987	F-10\3	301	مید خان ایم این اے	ایضاً	25-11-1987	295	سنیٹر محمد علی ہوتی
ایضاً	18-5-1987	ایضاً	312	یعقوب خان جدون ایم این اے	ایضاً	29-6-1987	297	علامہ مصطفیٰ الازہری ایم این اے
ایضاً	9-6-1988	ایضاً	313	نور الدین انصاری ایم این اے	ایضاً	16-6-1987	298	سیٹھ چمن داس ایم این اے
ایضاً	28-1-1987	ایضاً	314	شہاب الدین شاہ حسینی ایم این اے	ایضاً	18-6-1987	299	محمد قاسم خان ایم این اے
ایضاً	23-6-1987	ایضاً	315	نکمر ریحانہ علیم مشہدی ایم این اے	ایضاً	25-8-1987	300	برگیدیز (ر) افتخار احمد بشیر
ایضاً	14-11-1987	ایضاً	317	سنیٹر مولانا سمیع الحق	ایضاً	9-6-1987	F-10\3 301	پیر محمد ثناء اللہ بودلہ ایم این اے
ایضاً	3-2-1988	ایضاً	169A	برگیدیز (ر) محمد اصغر ایم این اے	ایضاً	3-2-1987	604	رابعہ شاہد سعید ایم این اے
ایضاً	31-6-1987	ایضاً	170A	نکمر سلمیٰ احمد ایم این اے	ایضاً	25-10-1987	605	سنیٹر ملک عنایت خان
ایضاً	11-11-1987	ایضاً	318	مردار محمد جہانگیر ایم این اے	ایضاً	3-11-1987	606	سنیٹر ملک عبدالواحد
ایضاً	29-9-1987	ایضاً	9	نکمر بلقیس نصر من اللہ ایم این اے	ایضاً	2-11-1987	607	سنیٹر سید خیال سعید میاں
ایضاً	11-11-1987	ایضاً	320	گوہر ایوب ایم این اے	ایضاً	21-11-1987	611	سنیٹر برگیدیز (ر) عبدالقیوم
ایضاً	ایضاً	ڈی-12-3	272C	مید غلام مصطفیٰ شاہ ایم این اے	ایضاً	1-2-1988	جی.10-3 613	اسلام الدین شیخ ایم این اے

محمد اسلم لون	223C	ایضاً	6-5-1990	ایضاً
برگیدیز (ر) حامد نواز ایم این اے	1503	12-1-ڈی	17-12-1989	ایضاً
فتح محمد خان ایم این اے	451	12-2-ڈی	14-11-1989	500 مربع گز
شہزادہ محمد گستا ب ایم این اے	1301	12-1-ڈی	12-11-1989	ایضاً
ارباب محمد ایوب خان ایم این اے	468	12-2-ڈی	15-11-1989	ایضاً
بابر نسیم خان ایم این اے	1302	12-1-ڈی	12-11-1989	ایضاً
غنی الرحمن ایم پی اے	462	12-2-ڈی	14-11-1989	ایضاً
امان اللہ خان کنڈی ایم پی اے	1300	12-1-ڈی	12-11-1989	ایضاً
سردار حمید گل ایم پی اے	457	12-2-ڈی	14-11-1989	ایضاً
سردار عنایت اللہ خان گنڈاپور	1292	12-1-ڈی	7-11-1989	ایضاً
ملک محمد رفیق کھرا ایم پی اے	5C	10-3-جی	15-10-1989	661 مربع گز
عبدالصمد ایم پی اے	598	12-2-ڈی	17-12-1989	500 مربع گز
بیگم شہزادہ محمد سلیمان ایم پی اے	600	ایضاً	11-1-1990	ایضاً
محمد افسر خان ایم پی اے	452	ایضاً	14-11-1989	ایضاً
سید مسعود کوثر ایم پی اے	446C	ایضاً	3-12-1989	ایضاً
محمد ایوب تنولی ایم پی اے	1304	12-1-ڈی	12-11-1989	ایضاً
فقیر الدین ایم پی اے	1306	ایضاً	ایضاً	ایضاً
سردار حمید زمان خان ایم پی اے	1303	ایضاً	ایضاً	ایضاً
سید محمد منیر شاہ ایم پی اے	1291	ایضاً	7-11-1989	ایضاً
حبیب الرحمن ایم پی اے	1294	ایضاً	ایضاً	ایضاً

بیگم مہر النساء ایم این اے	229	12-2-ڈی	30-7-1990	ایضاً
چودھری نور یز شکور خان	1533	12-1-ڈی	20-11-1989	ایضاً
ملک امیر محمد خان ایم این اے	384	12-2-ڈی	26-12-1989	ایضاً
سنیٹر سردار محمد ہاشم	396	12-2-ڈی	13-2-1990	600 مربع گز
سابق سنیٹر سردار محمد سلیم	226	ایضاً	14-1-1990	ایضاً
ملک نیاز احمد جھکڑ ایم این اے	288C	12-4-ڈی	14-3-1990	500 مربع گز
بیگم شہناز وزیر علی ایم این اے	608C	12-2-ڈی	27-12-1989	ایضاً
رانا شوکت حیات نون ایم این اے	202 A	F-10\2	11-11-1987	ایضاً
سنیٹر نواز بڑا شہ شیخ محمد عمر	203A	F-10-3	11-11-1987	ایضاً
ایم پی بھنڈرہ ایم این اے	228A	ایضاً	25-8-1987	ایضاً
فتح محمد خان ایم این اے	228B	ایضاً	2-7-1987	ایضاً
حاجی جاوید اقبال عباسی ایم این اے	251A	ایضاً	11-11-1987	ایضاً
محمد اکرم خان ایم این اے	251B	ایضاً	ایضاً	ایضاً
سنیٹر شاہ مردان پیر آف پگاڑا	14A	F-7\2	3-8-1987	10-11
پیر علی گوہر شاہ	10A	10-3-ایف	15-10-1987	733 مربع گز
محمد عبداللہ غازی ایم این اے	10B	ایضاً	31-8-1987	ایضاً
نور جہان پانیزی ایم این اے	10B	ایضاً	23-6-1987	ایضاً
آغا عطا محمد خان ایم این اے	95A	ایضاً	23-6-1987	ایضاً
میاں ریاض احمد خان دولتانہ	95B	ایضاً	30-8-1987	ایضاً
چوہری محمد بشیر رندھاوا ایم این اے	95B	ایضاً	14-6-1990	ایضاً
سید عبدالغفور شاہ ایم این اے	1539	12-1-ڈی	6-1-1990	600 مربع گز
شہادت علی خان بلوچ ایم این اے	217	12-3-ڈی	7-1-1990	ایضاً
ڈاکٹر شیر آقن نیازی ایم این اے	216	12-2-ڈی	29-3-1990	ایضاً

پلاٹ لینے والے سرکاری اہلکار

نمبر شمار	نام	سائز گز	پلاٹ نمبر	الائی کا نام اور پتہ	سائز/مربع گز	کل قیمت	ریمارکس
1	میر رحیم بیگ شاف کارڈ رائیور کمیونڈیشن	139	12/1-ڈی 1458	میڈم سکیٹ بی بی (راولپنڈی)	272	81600	ایضاً
6	غلام محمد میمن سپرنٹنڈنٹ انجینئر پاک پی ڈبلیو ڈی اسلام آباد	661	12/1-ڈی 1450	مسٹر ارشد احمد (شیخوپورہ)	272	81600	ایضاً
19	کامران رضوی ولد سید حسن سلیمانی رضوی ہاؤس	200	4-جی 2469	مسٹر جاوید اختر	1666/9	81600	ایضاً
65	کیپٹن عثمان زکریا (اے ڈی سی) ٹوپرائٹ منسٹر	500	12/1-ڈی 1451	مسٹر محمد صدیق (شیخوپورہ)	272	81600	تحریری منظوری
66	لیفٹیننٹ کمانڈر رشوک علی	500	12/1-ڈی 1452	مسٹر محمد اصغر (اسلام آباد)	272	81600	ایضاً
67	سکواڈرن لیڈر اقبال محمود	500	12/1-ڈی 1453	حفیفہ نیگم (سیالکوٹ)	272	81600	ایضاً
71	میجر سید فاروق حیدر پاشا سٹیشنل سکیورٹی ٹو (پی ایم) سیکرٹریٹ	500	12/3-ڈی 70	مسٹر غلام مرتضیٰ (راولپنڈی)	272	81600	ایضاً
72	پرویز حفیظ	356	12/1-ڈی 1454	مسٹر رحیم (راولپنڈی)	272	81600	ایضاً
129	محمد حیات سہیل چیئر مین ٹرسٹ بورڈ لاہور	666	12/1-ڈی 1455	مسٹر شجاع الدین (راولپنڈی)	272	81600	ایضاً
130	محمد سمیع الدین سیکرٹری پیداوار	1003	12/1-ڈی 1456	مسٹر پرویز صدیق (اسلام آباد)	272	81600	ایضاً
143	ڈاکٹر نصیر احمد شیخ (ایس اے ایس پی) وزارت خارجہ اسلام آباد	1166	12/1-ڈی 1457	مسٹر محمد رحمان (راولپنڈی)	272	81600	ایضاً
146	عمر آفریدی چیف سیکرٹری سرحد	933	12/1-ڈی 1460	مسٹر مزمل محبوب (راولپنڈی)	272	81600	ایضاً
202	ارشاد سمیع کان چیف آف پروٹوکول وزارت خارجہ اسلام آباد	500	12/3-ڈی 68	میڈم نادرہ نیگم (راولپنڈی)	272	89700	ٹیلیفون/چٹ
218	محمد قاسم گوریلا (پی ایم) سیکرٹریٹ ڈرائیور کپٹن بلاک اسلام آباد	200	12/3-ڈی 69	میڈم زینت (راولپنڈی)	272	897600	ایضاً
293	ایئر چیف مارشل حکیم اللہ چیف آف ایئر شاف ایئر ہیڈ کوارٹرز چکالہ	178888	12/2-ڈی 470	مسٹر منور حسین (کراچی)	272	275000	ایضاً
330	لیفٹیننٹ جنرل سید ذاکر علی زیدی کمانڈنٹ این آئی ڈی کالج راولپنڈی	800	12/2-ڈی 682	مسٹر محمد نعیم (لاہور)	272	81600	ایضاً
457	نیگم سراج اکرم ڈویژنل پبلک سکول ماڈل ٹاؤن ایچ بلاک لاہور	272	12/2-ڈی 768	راجہ ذوالقرنین (لاہور)	272	81600	ایضاً
544	نیگم شہناز اختر وزیراعظم سیکرٹریٹ اسلام آباد	600	12/2-ڈی 687	مسٹر شہزادہ ممتاز (واہ کینٹ)	272	81600	ایضاً
			12/2-ڈی 689	سید مقصود علی شاہ (شیخوپورہ)	272	81600	ایضاً
			12/2-ڈی 688	حاجی اکرم (لاہور)	272	81600	ایضاً
			12/2-ڈی 690	مسٹر محمد اکرم بھٹی (لاہور)	272	81600	ایضاً
			12/2-ڈی 679	مسٹر مجتبیٰ کامران حیدر (کینٹ)	272	81600	ایضاً

227

ایضاً	81600	272	میڈم بشیرا بیگم لاہور	12/2- ڈی 673
ایضاً	81600	272	میڈم عبیدہ نسreen لاہور	12/3- ڈی 76
ایضاً	480000	600	چودھری آفتاب اسلم اسلام آباد	12/2- ڈی 221
تحریری منظوری	81600	272	ملک تنویر علی (راولپنڈی)	12/2- ڈی 685
ایضاً	81600	272	مسٹر محمد اقبال چیمہ (لاہور)	12/1- ڈی 675
ایضاً	81600	272	مسٹر الطاف حسین (انک)	12/1- ڈی 1464
ایضاً	81600	272	مسٹر فرمان الہی (انک)	12/1- ڈی 1463
ٹیلیفون/چٹ	81600	272	قاری عبدالملک (راولپنڈی)	12/1- ڈی 1462
ایضاً	81600	272	میڈم تنیم کوثر (شیخوپورہ)	12/1- ڈی 1461
تحریری منظوری	81600	272	محمد اشرف ناز (لاہور)	12/2- ڈی 674
ایضاً	89760	272	مسٹر عبدالحفیظ باشانی لاہور	12/1- ڈی 1470
ایضاً	81600	272	مسٹر رحمان علی (لاہور)	12/4- ڈی 384
ایضاً	81600	272	میڈم نسیم اختر (لاہور)	12/2- ڈی 677
ایضاً	81600	272	مسٹر عطا اللہ (لاہور)	12/2- ڈی 683
ایضاً	81600	272	مقصود حسین (لاہور)	12/2- ڈی 684
ایضاً	81600	272	مسٹر حبیب الرحمن (لاہور)	12/2- ڈی 686
ایضاً	81600	272	چودھری محمد لطیف ایاز لاہور	12/2- ڈی 1469
ٹیلیفون پر اطلاع	41700	272	مسٹر محمد یونس (راولپنڈی)	12/1- ڈی 1245
ایضاً	41700	272	شیخ زاہد پرویز (راولپنڈی)	12/1- ڈی 1244
ایضاً	41700	272	مسٹر محمد اسحاق (راولپنڈی)	12/1- ڈی 1246
ایضاً	41700	272	سید شاہد حسین (ٹیکسا)	12/1- ڈی 1243
ٹیلیفون احکامات	60000	272	سید جاوید حسین ٹکڑی راولپنڈی	12/4- ڈی 421
تحریری	81600	272	مسٹر محمد مشتاق اظہر (چیچہ وطنی)	12/4- ڈی 225

226

12/3- ڈی 77	مسٹر ایس ناصر عباسی (اسلام آباد)	272	81600	ایضاً	12/2- ڈی 673
12/1- ڈی 361	مسٹر محمد نادر (لاہور)	272	81600	ایضاً	12/3- ڈی 76
12/1- ڈی 362	مسٹر عبدالحمید گل (میانوالی)	272	81600	ٹیلیفون/چٹ	12/2- ڈی 221
12/3- ڈی 75	مسٹر فیصل خان (لاہور)	272	81600	تحریری منظوری	12/2- ڈی 685
12/3- ڈی 74	مسٹر طلعت محمود (لاہور)	272	81600	ایضاً	12/1- ڈی 675
12/1- ڈی 1433	میڈم انور بیگم (لاہور)	272	81600	تحریری منظوری	12/1- ڈی 1464
12/1- ڈی 1434	میڈم سرور بیگم (لاہور)	272	81600	ایضاً	12/1- ڈی 1463
2626/جی 16	مسٹر عبدالقادر (کراچی)	272	90000	ٹیلیفون/چٹ	12/1- ڈی 1462
12/4- ڈی 354	میڈم سردار بیگم (فیصل آباد)	272	81600	تحریری	12/1- ڈی 1461
12/1- ڈی 1499	محمد شفیع محمدی (کراچی)	356	186800	ٹیلیفون احکامات	12/2- ڈی 674
12/1- ڈی 1447	میڈم فزندہ بخاری لاہور	272	89768	تحریری	12/1- ڈی 1470
13/2- ڈی 858	مس عابدہ شیخ (راولپنڈی)	272	81600	ایضاً	12/4- ڈی 384
سی 1028- ڈی 131	سید محمد زبیر شاہ بخاری منڈی بہاء الدین	200	6000	ٹیلیفون احکامات	12/2- ڈی 677
12- ڈی 1531	ممتاز علی (کراچی)	200	48000	تحریری	12/2- ڈی 683
12/4- ڈی 1414	میڈم شبنم بیگم (حیدر آباد)	272	80000	ٹیلیفون احکامات	12/2- ڈی 684
12/4- ڈی 228	سید کمال شاہ (مردان)	272	81600	تحریری	12/2- ڈی 686
12/1- ڈی 1465	آغا محمد ظفر (لاہور)	272	81600	تحریری منظوری	12/2- ڈی 1469
10/2- جی 625	لیفٹیننٹ جنرل سید ذاکر علی زیدی (راولپنڈی)	800	200000	ٹیلیفون/چٹ	12/1- ڈی 1245
12/1- ڈی 1467	مسٹر محمد جاوید (لاہور)	272	81600	ایضاً	12/1- ڈی 1244
12/1- ڈی 1468	بیگم نسیم بابا لاہور	272	81600	ایضاً	12/1- ڈی 1246
12/2- ڈی 671	میڈم زبیدہ شاہین لاہور	272	81600	ایضاً	12/1- ڈی 1243
12/2- ڈی 672	میڈم رشید بیگم لاہور	272	81600	ایضاً	12/4- ڈی 421

ایضاً	41700	1388/9	مرزا محمد امین فیصل آباد	1254-12/1
ایضاً	41700	1388/9	مسٹر محمد اشرف فرشتہ فیصل آباد	1251-12/1
ایضاً	41700	1388/9	مسٹر ارشد حسین جعفری فیصل آباد	1253-12/1
ایضاً	400000	600	بنگم مہر النساء ایم این اے پشاور	229-12/2
ایضاً	400000	600	محمد جاوید اقبال قصور	233-12/2
ایضاً	60000	200	نذیر احمد اکاڑہ	428-12/4
ایضاً	106000	356	اورنگزیب خان راولپنڈی	1501-12/1
ایضاً	400000	600	مسٹر شہناز اختر اسلام آباد	236-12/2
ایضاً	31600	356	الالہ اعجاز احمد پٹھان اسلام آباد	516-12/2
ایضاً	81600	272	مسٹر مہر دین الہور	230-12/4
ایضاً	81600	272	میڈم عائشہ بنگم الہور	231-12/4
ایضاً	81600	272	میڈم انور بنگم الہور	232-12/4
ایضاً	33300	111	مسٹر محمد یاسین کراچی	1255-12/1
ایضاً	18000	272	مسٹر حمید پرویز گوجرانوالہ	1435-12/1
ایضاً	18000	272	مرزا خالد پرویز گوجرانوالہ	1436-12/1
ایضاً	18000	272	سید محمد اسلام الہور	1437-12/1
ایضاً	447220	1788ء 88	ایئر چیف مارشل حکیم اللہ چکلاہ	6/3-جی 13 اے
ایضاً	528000	600	مسٹر محمد صغیر ملتان	227-12/1
ایضاً	18600	272	میڈم ناہیدہ عید الہور	1442-12/1
ایضاً	18600	272	مرزا مقبول احمد کراچی	1440-12/1
ایضاً	18600	272	مسٹر محمد اسلم ساغر اسلام آباد	1441-12/1
ایضاً	18600	272	شیخ تاج الدین الہور	1438-12/1
ایضاً	18600	272	مسٹر محمد رزاق سرگودھا	1439-12/1

272	275000	ٹیلیفون احکامات	پروفیسر مسز شید کا رشید (الہور)	458-12/2
272	275000	ایضاً	کرگل (ر) حبیب خان راولپنڈی	447-12/2
272	528000	ایضاً	بنگم نرگس پروین (اسلام آباد)	392-12/2
272	33300	ٹیلیفون احکامات	مسٹر مظہر اقبال (الہور)	422-12/1
272	480000	ایضاً	سینئر سردار محمد سلیم (راولپنڈی)	226-12/4
272	81600	تحریری	مسٹر شوقین علی حیدری راولپنڈی	224-12/4
272	480000	ٹیلیفون احکامات	مسز سرین وقار اسلام آباد	222-12/2
272	106800	ٹیلیفون ایچٹ	سید دیدار حسین شاہ (لاڑکانہ)	1495-12/1
272	180000	ٹیلیفون احکامات	مسٹر منگا خان (اسلام آباد)	225-12/2
272	81600	تحریری	مسز زیبار شد (الہور)	229-12/4
272	117480	ٹیلیفون اطلاع	سید سردار حسن (کراچی)	477-12/4
272	81600	تحریری	سید مختار علی شاہ (پشاور)	12/2-ڈی
272	60000	ٹیلیفون احکامات	مسٹر محمد یامین (الہور)	12/4-ڈی
272	81600	تحریری	مسٹر انور حسین (الہور)	34-12/4
272	81600	ایضاً	میاں منیر احمد (الہور)	12/1-1-ڈی
272	200000	ٹیلیفون احکامات	مسٹر صفدر شاہ (اسلام آباد)	624-10/2
272	66000	ایضاً	مسٹر منظور احمد راولپنڈی	1145-12/3
600	480000	ٹیلیفون ایچٹ	مسٹر محمد نواز کوہاٹ	274-12/3
600	480000	ایضاً	مسٹر محمد اکرم کوہاٹ	273-12/3
600	480000	ایضاً	مسز فہمیدہ جمال اورنگزی کی بجنسی	276-12/3
138	41700	ٹیلیفون احکامات	سید حسین طاہر کرمانی سرگودھا	1250-12/1
800	200000	ٹیلیفون ایچٹ	مسٹر رضوان الحق کوئٹہ	614-10/2
138	41700	ٹیلیفون احکامات	مسٹر ایم عبدالحمید فیصل آباد	1252-12/1

22-7-1985	666	ایف 1/11 506	مس خان اسلام آباد
29-4-1985	800	ایف 1/11 203	مسٹر محمد سید اسلام آباد
14-2-1985	800	ایف 1/11 225	میجر محمد اشرف راولپنڈی
8-7-1985	800	ایف 1/11 227	مسٹر وزیر فرمان علی اسلام آباد
18-8-1985	800	ایف 1/11 228	بیگم رحمانہ سلطان محمود ایبٹ آباد
19-2-1985	1000	ایف 1/11 227	مسٹر فرخ الدین ایم حبیب کراچی
14-2-1985	1000	ایف 1/11 230	مسٹر جاوید اسلم آسٹریلیا
29-4-1985	666	ایف 1/11 273	برگیدیز محمد اکرم کراچی
29-4-1985	666	ایف 1/11 275	برگیدیز آر جی ایم چودھری
29-4-1985	666	ایف 1/11 277	میجر انوار حسین اسلام آباد
24-3-1985	666	ایف 1/11 276	محمد صدیقی فیصل آباد
14-2-1985	500	ایف 1/11 401	ناصر فاروق راولپنڈی
14-2-1985	500	ایف 1/11 402	مس ریحانہ یاسمین
14-2-1985	500	ایف 1/11 404	مسٹر علیم الدین ایم ظفر کی نگرانی میں
29-4-1985	500	ایف 1/11 438	انوار بیگم اسلام آباد
9-7-1985	500	ایف 1/11 410	میاں نیاز گل اسلام آباد
29-4-1985	500	ایف 1/11 412	مسٹر افتخار علی سگرو راولپنڈی
29-4-1985	500	ایف 1/11 413	مسٹر بشیر احمد بھٹی اسلام آباد
29-4-1985	500	ایف 1/11 414	مسٹر محمد حنیف رضا (G-10-3)
29-4-1985	500	ایف 1/11 416	مسٹر تاج قیوم ایبٹ آباد
29-4-1985	500	ایف 1/11 417	مسٹر کے جی مرتضیٰ اسلام آباد
29-4-1985	500	ایف 1/11 418	مسٹر ریحانہ ملک اسلام آباد
29-4-1985	500	ایف 1/11 419	ایس بشیر حسین اسلام آباد

12589 جی 4	مسٹر محمد امین اسلام آباد	1944/9	48612	ایضاً
12/2- ڈی سی 214	مسٹر جواد عباسی اسلام آباد	600	528000	ٹیلیفون / چٹ
12/1- ای سی 1446	میڈم - میدہ خاتون سیالکوٹ	272	89760	تحریری منظوری
12/2- ڈی سی 129	مسٹر وحید اسلام آباد	600	488000	ٹیلیفون اپروول
12/2- ڈی سی 1444	مسٹر علی بابا راولپنڈی	272	81600	ایضاً
12/1- ڈی سی 1445	مسٹر قادری اللہ خان گوجرانوالہ	272	18600	تحریری منظوری
12/2- ڈی سی 680	مس ارشاد گل ساہیوال	272	89760	ایضاً
12/1- ڈی سی 1443	رانا محمد فاروق - مید خان ٹوبہ ٹیک سنگھ	272	18600	ٹیلیفون چٹ
12/3- ڈی سی 344	مسٹر یاض احمد فیصل آباد	272	18600	تحریری منظوری
12/3- ڈی سی 266	چودھری محمد اصغر فیصل آباد	600	480000	ایضاً
12/1- ڈی سی 1448	چودھری محمد اسلم راولپنڈی	272	31000	ایضاً
12/1- ڈی سی 1449	بیگم زاہد اعظم جہلم	272	81600	ایضاً
12/1- ڈی سی 1459	چودھری محمد ارشد راولپنڈی	272	81600	ایضاً
الائی کا نام اور پتہ	پلاٹ نمبر	مربع گز	تاریخ الاٹمنٹ	
مسٹر شریانڈیر لاہور	296 سی ایف 11	500	8-7-1985	
مسٹر سراج الدین احمد اسلام آباد	339 ایف 1/11	666	8-7-1985	
مسٹر نیر آغا کراچی	408 ایف 1/11	1000	9-4-1985	
سید آل حیدر لاہور	426 ایف 1/11	500	29-7-1985	
رحمت علی صدیقی اسلام آباد	462 ایف 1/11	600	29-4-1985	
سعد اللہ خان راولپنڈی	478 ایف 1/11	600	14-2-1985	
مسٹر ایس اے ایس اعوان پشاور	486 ایف 1/11	666	29-4-1985	
ایم ممتاز ملک اسلام آباد	489 ایف 1/11	66666	8-7-1985	
مسٹر ذکاء اللہ لودھی کوئٹہ	497 ایف 1/11	666	29-1-1985	

8-7-1985	233	1 جی سٹریٹ 35 ایف 1/6	مسٹر تسنیم کوثر راو لپنڈی
8-7-1985	233	1 ڈی سٹریٹ 35 ایف 1/6	مسٹر نوشابہ خاتون راو لپنڈی
8-7-1985	233	1 بی سٹریٹ 35 ایف 1/6	مسٹر رفعت مسعود اسلام آباد
8-5-1985	556	سٹریٹ 54 ایف 4/7	محمد اکرم اسلام آباد
7-7-1985	555	1 سٹریٹ 47 ایف 1/7	مسٹر شوکت جاوید اسلام آباد
12-8-1985	555	17 سٹریٹ 47 ایف 1/7	مسٹر بابر ڈبایو ملک اسلام آباد
28-4-1985	556	6 سٹریٹ 54 ایف 4/7	مسٹر عبدالقیوم راو لپنڈی
16-6-1985	800	9/7 ایور نیو ایف 1/8	مسٹر اے آر صدیقی راو لپنڈی
12-2-1985	800	9/9 ایور نیو ایف 1/8	برگینڈیز ڈاکٹر افتخار احمد راو لپنڈی
16-6-1985	888	9/11 ایور نیو ایف 1/8	سلیمہ آرا احمد اسلام آباد

ستے پلاٹ

نومل قیمت	پلاٹ سائز	انٹی کا نام
37000/-	200	محمد یوسف خٹک لاہور
25530/-	138	محمد عارف سیالکوٹ
37000/-	200	محمد رفیع فیصل آباد
37000/-	200	محمد اسلم لدھیانوی رحیم یار خان
37000/-	200	محمد صابر لاہور
72448/-	356	رشید بانو اسلام آباد
135666/-	666	بیگم عبیدہ عالم کوئٹہ
33300/-	111	محمد طارق راو لپنڈی
480000/-	600	خالدہ آغا
81800/-	272	نجمہ بیگم راو لپنڈی
480000/-	600	ملک عامر محمد خان ایم این اے اٹک

29-4-1985	500	420 ایف 1/11	مسٹر محمد رفیع راو لپنڈی
14-2-1985	1000	7 ایف 1/11	مسٹر اے آر شیخ راو لپنڈی
14-2-1985	1000	8 ایف 1/11	مسٹر ظفر حسین لاہور
14-2-1985	1000	9 ایف 1/11	مسٹر محمد منصور علی خان فیصل آباد
2-5-1985	1000	14 ایف 1/11	مسٹر ذاکر حسین خان اسلام آباد
29-4-1985	1000	14 ایف 1/11	مسٹر ثریا بیگ اسلام آباد
1-4-1985	1000	18 ایف 1/11	جنس عثمان علی شاہ راو لپنڈی
8-7-1985	444	137 ایف 1/11	محمد سعید اسلام آباد
8-7-1985	500	220 ایف 1/11	مسٹر نصرت منیر ایبٹ آباد
8-7-1985	500	238 ایف 1/11	مسٹر جلیل اے خان اسلام آباد
8-7-1985	500	239 ایف 1/11	مسز عابدہ خان ایبٹ آباد
8-7-1985	500	240 ایف 1/11	مس رضیہ اے ذری کراچی 5
8-7-1985	500	241 ایف 1/11	مسز نسیم بیگ اسلام آباد
8-7-1985	500	242 ایف 1/11	لیفٹیننٹ کرنل (ر) ولی محمد راو لپنڈی
8-7-1985	500	243 ایف 1/11	مسز نجم سعید گیلانی اسلام آباد
29-4-1985	500	257 ایف 1/11	مسٹر طارق بٹ اسلام آباد
29-4-1985	666	492 ایف 1/11	ڈاکٹر مسز اے کے طاعت پشاور
21-4-1985	1000	248 ایف 1/11	کرنل (ر) سکندر خان اسلام آباد
8-7-1985	500	423 ایف 1/11	مسٹر ڈبلیو ڈی سباز اسلام آباد
14-2-1985	500	409 ایف 1/11	الیاس بشیر اسلام آباد
24-3-1985	500	407 ایف 1/11	مسز ثریا شہاب انگلینڈ
18-8-1985	500	247 ایف 1/11	ڈاکٹر اقبال مصطفیٰ صدیقی
16-5-1985	233	2AN ایف 1/11	مسز ثریا فرمان شاہ اسلام آباد

235			234	
250000/-	500	عبدالصمد خان پشاور	106800/-	356 محمد علی لاہور
250000/-	500	طیبہ افتخار پشاور	106800/-	356 عبدالستار شاہ اسلام آباد
480000/-	600	سید غلام مصطفیٰ شاہ ٹھٹھہ	81600/-	356 جعفر بٹ لاہور
250000/-	500	سرفراز عباس مہدی شیخوپورہ	106800/-	272 حاجی شاہ زمان آفریدی
250000/-	500	جاوید اختر خٹک کرک	89768/-	356 ارشاد علی لاڑکانہ
250000/-	500	رحیم دو خان کوہاٹ	89768/-	272 طارق سہیل لاڑکانہ
250000/-	500	انجاز احمد کوہاٹ	106800/-	356 ڈاکٹر جلال الدین فیصل آباد
60000/-	200	سکندر علی لاڑکانہ	480000/-	600 سید عبدالغفور شاہ ایم این اے چترال
60000/-	200	محمد سجاد اوکاڑہ	48000/-	600 ڈاکٹر ذوالفقار برک بہاولپور
60000/-	200	محمد اشرف گجرات	250000/-	500 شہادت علی خان ایم این اے فیصل آباد
60000/-	200	خولجہ نصیر راولپنڈی	480000/-	600 چودھری نور احمد اسلام آباد
60000/-	200	مرزا نصیر محمود گجرات	106800/-	356 بابا عبدالحق راولپنڈی
60000/-	200	احمد یار ساجد گوندل گجرات	106800/-	356 زاہد حسین گوجرہ
60000/-	200	غلام مصطفیٰ راولپنڈی	480000/-	600 ظہیر احمد اسلام آباد
60000/-	200	محمد ریاض گجرات	480000/-	600 زینب خاتون کراچی
60000/-	200	محمد قاسم اسلام آباد	480000/-	600 بریگیڈیئر حامد نواز لاہور
60000/-	200	محمد افضل گجرات	480000/-	600 ملک فضل حسین گوجرانوالہ
60000/-	200	غلام نسیم آزاد اسلام آباد	480000/-	600 حاجی عبدالمبین ڈی آئی خان
60000/-	200	فقیر محمد نذیر خیرپور	480000/-	600 اسلم لونہ برانوالہ
60000/-	200	عبدالوحید خیرپور	480000/-	600 خان محمد بروہی اسلام آباد
60000/-	200	ایم ابراہیم خیرپور	250000/-	500 ولی محمد خان مانسہرہ
60000/-	200	عتیاز احمد رانجھا گجرات	275000/-	500 ڈاکٹر منظم رشید راولپنڈی
60000/-	200	محمد الیاس خان ملتان	250000/-	500 ارشد سمیع خان چیف آف پروٹوکول

237			236		
60000/-	200	سجاد حسین (سیالکوٹ)	60000/-	200	بشارت محمود گجرات
250000/-	500	محمد یونس (ایبٹ آباد)	250000/-	500	بیگم شہزادہ محمد سلیمان ایم پی اے چترال
117480/-	356	طارق حسین صدیقی (راولپنڈی)	60000/-	200	آغا محمد اقبال راولپنڈی
117480/-	356	نفیس احمد نجمی (راولپنڈی)	106800/-	352	اسرار شاہ لاہور
530/-	138	سید ثار حسین بخاری (راولپنڈی)	106800/-	352	امجد صوفیان ملتان
480000/-	392	محمد ہاشم خان لونی سنٹر (بلوچستان)	30895/-	167	ریاض شاہ لاہور
60000/-	200	امتیاز علی خان راولپنڈی	60000/-	200	محمد انور بیگ راولپنڈی
275000/-	500	ملک نیاز احمد جھکڑ ایم این اے لیہ	60000/-	600	آغا محمد احمد خان راولپنڈی
89000/-	356	عتیق احمد لاہور	60000/-	200	محمد اشرف راولپنڈی
81600/-	272	بابا عبدالرشید راولپنڈی	60000/-	200	محمد اکرم خان راولپنڈی
81600/-	272	ریحانہ ملک راولپنڈی	60000/-	200	سید زاہد عباس راولپنڈی
81600/-	500	ڈاکٹر شاہد خلیل	60000/-	200	محمد یعقوب چیمہ لاہور
25000/-	272	سکینہ بی بی راولپنڈی	60000/-	200	محمد اقبال راولپنڈی
81600/-	272	خان محمد حسین آزاد لاہور	60000/-	200	آفتاب احمد خان (رحیم یار خان)
81600/-	272	جہانگیر احمد خان لاہور	60000/-	200	غلام شبیر (بھکر)
480000/-	600	محمد سفر داد سندھ	60000/-	200	عمر حیات (لاہور)
81600/-	272	عبدالحمید نیازی بھکر	60000/-	200	طارق محمود (اسلام آباد)
81600/-	272	منیر احمد شیخو پورہ	60000/-	200	غلام مرتضیٰ (خیر پور)
81600/-	272	محمد رمضان جانباز ڈی آئی خان	480000/-	600	عطیہ جاوید (اسلام آباد)
81600/-	272	آغا محمد نوید لاہور	60000/-	200	ظہور احمد ملک (میانوالی)
81600/-	356	راطل خان لاہور	60000/-	200	سید سرفراز حسین شاہ (راولپنڈی)
81600/-	272	نواز ربانی لاہور	60000/-	200	چودھری شاہد (گوجرانوالہ)
81600/-	272	اشفاق احمد قاضی راولپنڈی	60000/-	200	محمد چراغ پہلوان (گوجرانوالہ)

239			238		
65860/-	356	غلام رسول ڈسٹرکٹ ساہیوال	81600/-	272	چودھری محمد رفیق گوجرانوالہ
65860/-	356	محمد منیر ساہیوال	89000/-	356	شیر احمد گلگت
37000/-	200	نذیر بلوچ بھکر	89000/-	356	محمد اسلم لاہور
37000/-	200	طارق خورشید لاہور	89000/-	356	سلطان خان کوہاٹ
37000/-	200	ملک سرور حسین لاہور	81600/-	272	طارق محمود ڈار گوجرانوالہ
37000/-	200	کامران رضوی اسلام آباد	66000/-	200	بیگم پیرس جان اسلام آباد
37000/-	200	گل محمد گوجرانوالہ	81600/-	272	بیگم شمیم نیازی لاہور
37000/-	200	محمد انجاز بھٹی لاہور	48000/-	600	ڈاکٹر شیر افگن نیازی ایم این اے اسلام آباد
37000/-	200	حمید منظور لاہور	81600/-	272	معروف جان اسلام آباد
250000/-	200	حبیب الرحمن پشاور کینٹ	81600/-	272	محمد بشیر کوڑیا نوالہ فیصل آباد
250000/-	200	فرحت حسین	81600/-	139	مسعود سعید راولپنڈی
250000/-	500	سردار حیدر زمان خان ایبٹ آباد	25700/-	1000	میر رحم بیگ کینٹ ڈویژن
66000/-	200	جمیل عباسی اسلام آباد	250000/-	500	بیگم حسن نواب اسلام آباد
250000/-	500	ارباب ایم ایوب جان پشاور	92500/-	31111	رابعہ طاہر لاہور
250000/-	500	فیض محمد خان پشاور	57553/-	500	معصومہ نرجس ملتان
250000/-	500	فتح اللہ خان ڈی آئی خان	92500/-	611	جسٹس چودھری لاہور
250000/-	500	سیمتہ پرویز راولپنڈی	113035/-	200	غلام محمد مبین اسلام آباد
250000/-	500	محمد افسر خان ایم پی اے مانسہرہ	180070/-	1022	غلام سرور چیمہ وزارت دفاع
250000/-	500	فقیر الدین ایم پی اے پشاور	250000/-	500	فریدہ سید اسلام آباد
250000/-	500	نور جہان پشاور	11700/-	138	ولیم جوزف
250000/-	500	ولی محمد خان مانسہرہ	106800/-	356	میجر جنرل (ر) خان مردان
250000/-	500	عبدالرشید	113035/-	611	ملک رفیق کھرا ایم پی اے
250000/-	500	جاوید اکبر ایم پی اے ملتان	65860/-	356	بابا محمد شریف ساہیوال

250000/-	500	کیپٹن عثمان زکریا	250000/-	500	نصیر خان ایم پی اے
250000/-	500	لیفٹیننٹ کمانڈر شاگر والی	250000/-	500	سید مسعود کوثر پشاور
250000/-	500	لیڈر اقبال	250000/-	500	عصمت اللہ
480000/-	600	شہناز بیگم لاہور	250000/-	500	محمد ایوب
106800/-	356	مہراب خان	250000/-	500	ظہیر مردان
275000/-	500	سید فاروق حیدر	250000/-	500	رضی خان ماتان ایجنسی
106800/-	356	پرویز حفیظ اسلام آباد	123832/-	500	عباس قریشی
106800/-	500	جاوید اقبال اسلام آباد	250000/-	500	بابر نسیم خان ایم پی اے مانسہرہ
81900/-	272	شگفتہ اقبال اسلام آباد	250000/-	500	سردار عنایت اللہ ایم پی اے پشاور
480000/-	600	شبیر اللہ سکھر	250000/-	500	امان اللہ ڈی آئی خان
480000/-	600	الطاف الرحمن	250000/-	500	سردار حمید گل ایبٹ آباد
480000/-	600	سعیدہ	250000/-	500	عامر زیب خان سوات
480000/-	600	ارجمند سکھر	250000/-	500	شہزادہ مانسہرہ
528000/-	600	عشرف فاطمہ لاہور	250000/-	500	شیر محمد کوہستان
528000/-	600	محمد صدیق بہاولنگر	250000/-	500	خواجه محمد ہوتی مردان
480000/-	600	نگہت اسلام راولپنڈی	250000/-	500	شیر مردان
528000/-	600	سلیم فاروقی اسلام آباد	250000/-	500	سعید حسین کوہستان
106800/-	356	اللہ دتہ راولپنڈی	250000/-	500	لیاقت علی سوات
81600/-	272	فضل حسین شاہ لاہور	250000/-	500	سید محمد منیر شاہ ایم پی اے پشاور
81600/-	272	غلام رسول انصاری فیصل آباد	250000/-	500	محمد اعظم آفریدی ایم پی اے پشاور
81600/-	272	محمد خالد راولپنڈی	250000/-	500	فتح محمد خان ایم پی اے مانسہرہ
86800/-	356	جام ممتاز حسین شاہ سکھرا	189070/-	1022	فاطمہ تھر پارکر
89760/-	272	فردوس بیگم لاہور کینٹ	189070/-	1022	ثریا بیگم حیدر آباد

243			242		
81600/-	272	محمد اسلم لاہور	81600/-	272	مہر محمد یوسف چاند گجرات
81600/-	272	خورشید بیگم لاہور	81600/-	272	نذیر بیگم انک
81600/-	272	غلام مصطفیٰ نواب شاہ	81600/-	272	شیر زاد مردان
528000/-	600	سعید احمد خان فیصل آباد	81600/-	272	شوکت گوجرانوالہ
81600/-	272	دین محمد لاہور	81600/-	272	سید باقر حسین بخاری لاہور
81600/-	272	شہناز بھٹی اسلام آباد	81600/-	272	ملک ناظم لاہور
81600/-	272	عبد الغفور گوجرانوالہ	81600/-	272	مریم عابد راولپنڈی
81600/-	272	رابعہ کوثر جاوید	81600/-	272	اختر علی اسلام آباد
81600/-	272	زبیدہ خانم کراچی	81600/-	272	حمید بی بی قصور
81600/-	272	شاہ نواز بھٹی لاہور	81600/-	272	شریف حسین انصاری اسلام آباد
81600/-	272	شیخ ضیا الرحمن اوکاڑہ	81600/-	272	محمد بشارت راولپنڈی
81600/-	272	گلزار بیگم راولپنڈی	81600/-	272	محمد نسیم کشمیری لاہور
117480/-	356	رشید میر راولپنڈی	81600/-	272	لیاقت عمر دین اسلام آباد
81600/-	272	آصف نسیم راتھور راولپنڈی	81600/-	272	اشفاق کولاجی کراچی
81600/-	272	محمد بابر شجاع راولپنڈی	81600/-	272	سید محمد ثار نقوی ڈی آئی خان
81600/-	272	عبدالرؤف لاہور	81600/-	272	علی گل نواب شاہ
81600/-	272	مس روبینہ اختر اسلام آباد	81600/-	272	غلام مصطفیٰ میمن جیکب آباد
81600/-	272	سیف اللہ ڈی آئی جی	81600/-	272	اقتدار علی شاہ راولپنڈی
81600/-	272	مبارک شاہ ڈی آئی جی	81600/-	272	محمد حسین اسلام آباد
250000/-	500	علی گوہر خیر پور	81600/-	272	محمد اختر شاہین راولپنڈی
250000/-	500	غلام علی خیر پور	81600/-	272	محمد انیس راولپنڈی
81600/-	272	محمد امین اسلام آباد	81600/-	272	کوثر علی راولپنڈی
33300/-	111	شہزادہ احمد اسلام آباد	117840/-	356	آصف محمود خان سرگودھا

245			244		
81600/-	272	ایم شفیق لاہور	81600/-	272	محمد شریف چودھری لاہور
81600/-	272	عبدالوحید بنوں	81600/-	272	عزیز بیگم لاہور
81600/-	272	غلام فاطمہ فیصل آباد	81600/-	272	سید دلدار حسین سیالکوٹ
81600/-	272	عبدالقادر ملتان	480000/-	600	قمر الدین منگی کراچی
81600/-	272	رفعت ممتاز لاہور	81600/-	272	جاوید حفیظ لاہور
81600/-	272	عارف رضامردان	81600/-	272	ظفر علی ملک لاہور
81600/-	272	مسٹر محمد اصغر سیالکوٹ	81600/-	272	مس ساجدہ اشرف لاہور
81600/-	272	سید عبدالوحید بخاری سیالکوٹ	81600/-	272	محمد یونس لاہور
81600/-	272	ملک اللہ دتہ ملتان	81600/-	272	رانا عیش بہادر لاہور
66000/-	200	مسٹر حفیظہ بیگم سیالکوٹ	81600/-	272	بابو عبدالحمید راولپنڈی
81600/-	272	مسٹر علی اصغر کیانی راولپنڈی	81600/-	272	محمد سعید اختر ڈی آئی جی
81600/-	272	حاجی محمد افضل گوجرانوالہ	81600/-	272	غلام حسین آفریدی راولپنڈی
81600/-	272	مسٹر شاہد چوہان رحیم یار خان	81600/-	272	تاجدار صدیقی کراچی
81600/-	272	مسٹر محمد ریاض باجوہ لاہور	81600/-	272	میاں افضل حسین گوجرانوالہ
81600/-	272	مسٹر شاہد معین لاہور	81600/-	272	چودھری علی محمد لاہور
81600/-	272	مسٹر قدیر بخش رحیم یار خان	81600/-	272	عبدالسلام بٹ راولپنڈی
81600/-	272	مسٹر طالب حسین ملتان	81600/-	272	محمد حسین ملک لاہور
106800/-	356	مسٹر غلام شبیر (یو کے)	81600/-	272	ایم اشرف بٹ راولپنڈی
81600/-	272	مسٹر مسکین حسین شاہ لاہور	81600/-	272	نسیم مظہر لاہور
250000/-	500	مسٹر سرور شکر لاہور	81600/-	272	سراج اکرم لاہور
81600/-	272	آغا محمد مبین لاہور	81600/-	272	ایم اقبال راولپنڈی
81600/-	272	مسٹر محمد طاہر پشاور	81600/-	272	اعجاز ملک مہران لاہور
106800/-	356	مسٹر عثمان فتح گجرات	81600/-	272	حشمت بی بی راولپنڈی

250000/-	1000	جیلہ پارکر	81600/-	272	افضل ساہیوال
30895/-	167	نسیم اقبال لاہور	81600/-	272	مسٹر آصف شبیر راولپنڈی
30895/-	167	عبدالرزاق باجوہ رحیم یار خان	37000/-	200	مسٹر اقبال پرویز مسیح فیصل آباد
30895/-	167	زبیر شاہ گوجرانوالہ	250000/-	500	میاں ناظم الدین
30895/-	167	محمد صادق لاہور کینٹ	106800/-	356	عبدالرحمان اسلام آباد
37000/-	200	مفتی محمد شفیع گجرات	106800/-	356	زمان بٹ لاہور
37000/-	200	نعیم اختر وارثی راولپنڈی	250000/-	500	نصیر محمد شاہ کراچی
37000/-	200	زاہد محمود بٹ سیالکوٹ	250000/-	500	رانا باقی اسلام آباد
37000/-	200	عابد حسین سیالکوٹ	250000/-	500	صغیرہ اختر اسلام آباد
130013/-	277	ندیم احمد کراچی	480000/-	600	محمد الیاس لاہور
30895/-	167	محمد بوٹا کھوکھر لاہور	66000/-	600	غلام فاطمہ اسلام آباد
30895/-	167	رانا فرحت ملہی سیالکوٹ	123334/-	66667	زبیدہ نیازی راولپنڈی
30895/-	167	محمد اعظم بٹ فیصل آباد	123334/-	66667	یاسمین مظہر
30895/-	167	سلیم عباس ڈسکہ	37000/-	200	محمد شفیع راولپنڈی
30895	167	ملک عتیق الرحمن ڈسکہ	37000/-	200	خان محمد بلوچ راولپنڈی
25530/-	138	ملک انور بھٹی سیالکوٹ	37000/-	200	حمید اصغر راولپنڈی
25530/-	138	راجہ اللہ داد راولپنڈی	37000/-	200	مسعود اقبال خان لاہور
25530/-	138	صابر عباسی راولپنڈی	37000/-	200	محمد آصف جاوید سیالکوٹ
30895/-	167	ایف ایم شہزاد لاہور	37000/-	200	منورا احسان عاصم بھٹی گوجرانوالہ
37000/-	200	محمد الطاف قریشی لاہور	37000/-	200	عبدالقیوم راولپنڈی
37000/-	200	محمد امین فیصل آباد	130013/-	277	کراچی
25530/-	138	محمد اعظم بھٹی سیالکوٹ	131750/-	527	خالد احمد کراچی
37000/-	200	حامد سعید پیار راولپنڈی	125000/-	500	محمد علی حیدر آباد

249			248		
25530/-	138	امجد انور غوری سیالکوٹ	250000/-	500	انور کمال خان بنوں
25530/-	138	محمد اصغر سیالکوٹ	166665/-	666	محمد حیات اللہ خان لاہور
37000/-	200	طلعت محمود سیالکوٹ	185555/-	1003	ایم مسیح الدین
30895/-	167	صادق سجاد قریشی سیالکوٹ	65860/-	356	کلثوم جی حیدر اسلام آباد
30895/-	167	محمد سعید قریشی سیالکوٹ	30895/-	167	نادرہ بی بی لاہور
37000/-	200	محمد اشرف علی خان راولپنڈی	30895/-	167	اشرف سیال بھکر
37000/-	200	اقبال معظم لاہور	30895/-	167	جمیلہ بیگم راولپنڈی
37000/-	200	محمد منشا لاہور	30895/-	167	محمد حنیف گوجوانوالہ
37000/-	200	محمد جہانگیر لاہور	30895/-	167	نسرین اختر اوکاڑہ
25530/-	138	امجد حسین الیاس امجد سیالکوٹ	30895/-	167	شیلار خسانہ بہاولپور
30895/-	167	طلعت محمود سیالکوٹ	30895/-	167	آسیہ بیگم بہاولپور
30895/-	167	احمد چودھری لاہور	30895/-	167	عنایت کھوکھر گوجوانولہ
37000/-	200	عطا محمد بھکر	30895/-	167	شہناز اختر لالہ موسیٰ
37000/-	200	حافظ نصرت الدین رحیم یار خان	30834/-	167	صغیرہ بی بی اوکاڑہ
37000/-	200	محمد حسین منو بہاولپور	49014/-	167	ناصر احمد شیخ اسلام آباد
37000/-	200	محمد طاہر سیالکوٹ	92500/-	167	محمد ارشد
81600/-	272	چاچا غلام رسول لاہور	30834/-	167	معراج بی بی
(بشکریہ: روزنامہ پاکستان اسلام آباد جون 1996ء)			172667/-	167	عمر آفریدی پشاور
قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں اور سینٹ کے کل ارکان کی تعداد 787 بنتی ہے۔ ان میں			37000/-	500	ارشاد محمود سیالکوٹ
سے زیادہ تر افراد کروڑ پتی یا ارب پتی ہیں کیونکہ آج کل سیاسی جماعت کے اخراجات			30895/-	167	محمد یونس سیالکوٹ
برداشت کرنا۔ الیکشن کے دوران ہزاروں لوگوں کو کھانا کھلانا، اپنی لاتعداد گاڑیوں کو استعمال			37000/-	200	محمد ریاض ساجد راولپنڈی
کرنا یا کرایہ پر لینا۔ ان کے پٹرول کے اخراجات، پوسٹروں، بینروں وغیرہ کے اخراجات			37000/-	200	اورنگزیب ظفر راولپنڈی
لگائے جائیں تو ہر آدمی کو الیکشن لڑنے کے لیے 20 لاکھ سے 2 کروڑ روپے درکار ہے۔ ان			25530/-	138	امجد ہاشمی قریشی (سیالکوٹ)

787 افراد میں سے مذہبی جماعتوں کے چند افراد یا درمیانہ طبقہ کے 27 افراد کو چھوڑ بھی دیں تو 760 ممبران اس قابل ہیں کہ وہ دو لاکھ روپے فی کس انکم ٹیکس ادا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

یعنی یہ 760 افراد اگر 200000 روپے سالانہ ٹیکس ادا کریں تو یہ رقم 15 کروڑ 20 لاکھ روپے بنتی ہے۔ اسی طرح سے ان 760 سیٹوں پر ہارنے والے 760 افراد بھی یقیناً کروڑ پتی افراد سے کم نہیں ہوں گے۔ وہ بھی اتنا ہی ٹیکس دیں تو سالانہ مزید 15 کروڑ 20 لاکھ کی رقم بنتی ہے۔ یعنی $1520 = 760 + 760$ افراد ہارنے اور جیتنے والے ہی ٹیکس ادا کریں تو سالانہ میں کروڑ چالیس لاکھ روپے کے ٹیکس اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ کہ ہارنے والے افراد بھی سابقہ ایم این اے یا وزیر سفیر رہے ہیں اور صرف 50-60 لاکھ مالیت کا ایک پلاٹ ہی انہیں کروڑ پتیوں کی لائن میں کھڑا کر سکتا ہے۔

اگر سیاست سے وابستہ افراد میں سے صرف 3000 افراد ہی دو لاکھ ٹیکس دیں تو سالانہ ٹیکس 60 کروڑ روپے بنتا ہے۔ اگر ان لوگوں نے پچھلے دس سال سے یہ ٹیکس نہیں دیا تو 60 کروڑ $10 = 60$ ارب روپے سیاست سے وابستہ لوگوں نے 10 سال میں ٹیکس چوری کی ہے۔ کیونکہ اکثر لوگوں نے کروڑوں اربوں کے قرضے لئے ہوئے ہیں یا اتنی ہی مالیت کی جائیدادوں کے مالک ہیں۔ لہذا اتنا ٹیکس دینے کی وہ ہر طرح سے اہلیت رکھتے ہیں۔

اسی طرح سے ملک میں سیاست سے وابستہ دیگر افراد جن میں میونسپل کارپوریشنوں کے سابق میئر، ڈپٹی میئر، کونسلر، سیاسی جماعتوں کے صوبائی، ڈویژنل اور ضلعی عہدیدار آتے ہیں اور ان کی تعداد 10000 لگائی جائے اور ان سے اوسطاً 40000 روپیہ سالانہ ٹیکس وصول کیا جائے تو یہ رقم 40 کروڑ روپیہ بنتی ہے اگر ان لوگوں نے بھی پچھلے دس سال میں یہ ٹیکس ادا نہ کیا تو یہ رقم 4 ارب روپے بنتی ہے یعنی صرف سیاست سے وابستہ افراد نے ہی دس سال میں صرف انکم ٹیکس کی مد میں ہی دس ارب روپے ادا نہیں کئے یا ٹیکس کی چوری کی ہے۔

گزشتہ 5 انتخابات میں پنجاب اسمبلی سے 989 ارکان منتخب ہوئے لیکن ٹیکس صرف 103 افراد نے دیا۔

سندھ اسمبلی سے 15 انتخابات میں 429 رکن منتخب ہوئے ٹیکس صرف 93-94ء کے دوران 33 افراد نے دیا۔

سرحد اسمبلی میں گزشتہ 15 انتخابات میں منتخب ہونے والے 340 ارکان میں سے صرف 60 نے ٹیکس دیا۔

بلوچستان سے منتخب ہونے والے 160 ارکان (4 انتخابات میں) میں سے صرف 2 نے ٹیکس دیا۔ ان سیاست دانوں کے ٹیکس دینے کے اعداد و شمار ملاحظہ کریں تو نہایت دلچسپ صورتحال سامنے آئے گی۔ 1993ء کے عام انتخابات میں ملک بھر سے منتخب ہونے والے 825 ارکان میں سے مالی سال 93-94ء کے دوران 159 سابق اور موجودہ ارکان نے انکم ٹیکس کی مد میں کل 38 لاکھ 484 سو 81 روپے جمع کرائے جبکہ 666 افراد کی آمدنی اتنی نہیں تھی کہ ٹیکس اس پر لاگو ہوتا۔

ماہوار تنخواہ 1725 روپے لینے والا ملازم 158 روپے ٹیکس ادا کرتا ہے۔

2190 1814 روپے ٹیکس ادا کرتا ہے۔

5085 6988 روپے ٹیکس ادا کرتا ہے۔

10900 27200 روپے ٹیکس ادا کرتا ہے۔

اسمبلی کے ہر رکن نے اوسطاً چار ہزار سات سو آٹھ روپے ٹیکس دیا۔ 1985ء میں

404 منتخب ارکان میں سے 22 افراد نے ٹیکس دیا۔

1988 میں 207 ارکان میں سے 36 افراد نے ٹیکس دیا۔

1990 میں 207 ارکان میں سے 41 افراد نے ٹیکس دیا۔

1993 میں 207 ارکان میں سے 60 افراد نے ٹیکس دیا۔

رانا شوکت محمود چیئر مین NIRC (93-94ء) 56560 روپے

بے نظیر بھٹو (93-94ء) 19916 روپے

(اعداد و شمار سنٹرل بورڈ آف ریونیو)

ٹیکس ادا کیا

نام رکن اسمبلی

4901	محمد نور خان
1572	سردار ممتاز خان
4520	چودھری الطاف حسین مرحوم سابق گورنر
2305	احسان الحق پراچہ وزیر خزانہ
5623	ملک محمد نعیم خان
510	شیر افکن نیازی وفاقی وزیر
5611	رانا زاہد تو صیف
5257	دلدار چیمہ
175637	چودھری محمد نذیر (مرحوم)
60997	شاہد نذیر
1720	محمد اکرم انصاری
33912	نثار اکبر خان
22352	چودھری شیر علی
4100	احمد سعید اعوان سابق وفاقی وزیر
10860	میاں امجد یسین
8580	مہر عبد الرشید
5600	چودھری محمد اشفاق
17309	رائے صلاح الدین
149797	چودھری احمد مختار سابق وفاقی وزیر

بشکریہ: (روزنامہ پاکستان اسلام آباد جون 1996ء)

(روزنامہ جنگ پبلیشنگ ایڈیشن 1996ء)

18650	سید ظفر علی شاہ
464	غلام احمد بلور
1953	آفتاب احمد شیر پاؤ
2620	حاجی محمد یونس الہی
1000	خان بہادر خان
2851	سردار علی خان
1400	میاں مظفر شاہ
4800	حاجی محمد یعقوب
63	نوابزادہ عبدالغفور خان
859	رحمان اللہ
480	سردار مہتاب احمد خان
43234	اسلم خان خٹک
5081	امان اللہ خان جدون
306	گوہر ایوب خان
10385	راجہ سکندر زمان خان
7400	سید قاسم شاہ
13292	سید عباس شاہ
33306	میاں گل اورنگ زیب
2596	حاجی یاروز خان
1762	راجہ شاہد ظفر
2116	چودھری نثار علی
10811	ملک محمد اسلم
17373	ملک لعل خان
49745	لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ ملک عبد المجید

”غریب“ سیاست دان

نام	کتنا ٹیکس ادا کیا
سابق وزیراعظم نواز شریف	2680 روپے
میاں عباس شریف	80343 روپے
سابق وزیراعظم غلام مصطفیٰ جتوئی	224822 روپے
آصف علی زرداری	17732 روپے
سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو	7864 روپے
آفتاب شیرپاؤ (سابق وزیراعلیٰ سرحد)	1953 روپے
گوہر ایوب خان سابق وزیر و سپیکر (ارب پتی)	306 روپے
جنرل فضل حق مرحوم (ارب پتی)	1203 روپے
شیر افغن نیازی سابق وفاقی وزیر	510 روپے
میاں شہباز شریف کروڑ ارب پتی	897 روپے
خواجہ طارق رحیم سابق گورنر پنجاب کروڑ ارب پتی	19635 روپے
شاہد نذیر (ایم این اے) ارب پتی	60997 روپے
یسین ونو مسلم لیگی وزیر خزانہ	2731 روپے
وسیم سجاد چیئر مین سینٹ	15478 روپے
سینیٹر چودھری شجاعت حسین ارب پتی (90-91)	17213 روپے

ٹیکس نہ دینے والے لوگ

سابق صدر مملکت فاروق احمد لغاری
سابق وزیراعظم بلخ شیر مزاری
سابق وزیراعلیٰ سندھ سید عبداللہ شاہ
سابق وزیراعلیٰ پنجاب منظور احمد وٹو
سابق وزیراعلیٰ سرحد پیر صابر شاہ
سابق وزیراعلیٰ بلوچستان اکبر بگتی ذوالفقار مگسی
سابق وزیراعلیٰ سرحد ارباب محمد جہانگیر
پاکستان کے سب سے بڑے ٹرانسپورٹر گل حمید روکڑی
خان عبدالولی خان
سابق وفاقی وزیر خالد احمد کھرل
سابق ایم این اے اور وزیر مسلم لیگ شاہد خاقان عباسی
سابق وزیر خارجہ سردار آصف احمد علی
اگر کسی کے پاس صرف زرعی زمین ہے تو اس پر انکم ٹیکس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ صدر
اور وزیراعظم کی تنخواہیں بھی ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔

اعداد و شمار جنگ پیشل ایڈیشن 1996

61941 روپے	شیخ محمد رشید
20000 روپے	آفتاب احمد خان
20149 روپے	عقیل دولتانہ
9934 روپے	میجر ریٹائرڈ محمد رفیق صفدر
93715 روپے	میاں عبدالستار لالیکا
23032 روپے	چودھری جعفر اقبال گجر
2905 روپے	سردار غلام محمد خان مہار
1276 روپے	آفتاب شعبان میرانی
224822 روپے	غلام مصطفیٰ جتوئی سابق نگران وزیراعظم
17732 روپے	آصف علی زرداری
11500 روپے	حاکم علی زرداری
7864 روپے	بیگم نصرت بھٹو
3929 روپے	آفتاب احمد شیخ
15980 روپے	قاضی اسد عابد
5487 روپے	عبدالستار بچانی
24920 روپے	ذوالفقار علی مرزا
2093 روپے	حاجی محمد بخش جمالی
446520 روپے	میاں اعجاز اے شفیع
10380 روپے	دوست محمد فیضی
2608 روپے	محمد عثمان افسر
250 روپے	غلام محمد چشتی
252 روپے	عبدالعزیز میمن

2926 روپے	پرویز الہی (1993-94)
17700 روپے	سینٹر شیخ رفیق احمد (1993-94)
300 روپے	ملک قاسم مرحوم (1990-91)
	سابق چیئرمین انٹی کرپشن کمیٹی
135059 روپے	وزیر اعلیٰ سرحد میر افضل خاں مرحوم (93-94)
17213 روپے	چودھری شجاعت حسین
109 روپے	حاجی محمد اصغر
2000 روپے	عمر حیات لالیکا
26200 روپے	خواجه محمد آصف
26200 روپے	میاں محمد شفیع
20490 روپے	چودھری عبدالستار
2065 روپے	راؤ خضر حیات خان
20343 روپے	میاں عباس شریف
53311 روپے	چودھری اعتر از احسن
2330 روپے	محمد اسحاق ڈار (ارب پتی)
2680 روپے	میاں محمد نواز شریف (ارب پتی)
897 روپے	میاں شہباز شریف (ارب پتی)
9920 روپے	طارق بانڈے
19635 روپے	خواجه طارق رحیم (ارب پتی)
2731 روپے	محمد حسین طاہر
2731 روپے	میاں یسین وٹو
1380 روپے	محمد فاروق ستار
1720 روپے	حاجی محمد بوٹا

ٹیکس ادا نہ کرنے والے

ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق قومی اسمبلی کے ارکان جو ٹیکس ادا نہیں کرتے رہے۔

درج ذیل ہیں۔

ارباب محمد جہانگیر خان	چودھری انور علی چیمہ
مولانا گوہر رحمن	رائے محمد اسلم
قاضی مولانا فضل اللہ	امان اللہ خان
عبدالحق خان	شہادت علی خان بلوچ
مولوی نعت اللہ	میاں ناصر علی خان
یعقوب خان	ملک نور حیات نون
مولانا شبیر احمد	محمد عبداللہ غازی
حاجی نادر شاہ	چودھری عبدالصبور خان
فرید احمد جدون	محبوب احمد خان
حاجی جاوید اقبال	محمد الیاس احمد
حاجی گل خطاب	محمد خان جونیجو (مرحوم)
سردار محمد یوسف خان	غلام مصطفیٰ خان باجوہ
نوابزادہ صلاح الدین	امان اللہ خان شہانی
حاجی محمد ایوب خان	سردارزادہ محمد شاہ
علم زیب خان	میاں زاہد سرفراز

ملک سعید احمد	مولانا محمد رحمت اللہ
مولانا فضل الرحمن	سید عامر حسین
مولوی محمد امین	سید ظفر عباس
محمد صابر شاہ	سید اسد حیات شاہ
مولوی علی اکبر	خان محمد عارف خان
خداداد خان	حافظ محمد اعظم
غلام الدین	قاری ایثار القاسمی
خالق داد خان	محمد انور خان بلوچ
شہزادہ گرمائی خان	سید فیصل حیات
میاں گل اورنگزیب	صاحبزادہ محمد نذیر
محمد فضل خان	محمد حنیف انصاری
عبدامین خان	خالد احمد کھرل
فضل رازق	چودھری اسد الرحمن
محبوب الرحمن	عبدالستار
فتح محمد خان	ایم حمزہ
مولانا عبدالرحیم	حاجی محمد اسحاق
شہزادہ محی الدین	محمد شفیق چودھری
صاحبزادہ فتح اللہ	حامد ناصر چٹھہ
نجم الدین	کرئل غلام سرور چیمہ
محمد عنایت الرحمن	چودھری بشیر ننداوا
منظفر خان	چودھری مہدی حسین بھٹی
احمد حسن	افضل حسین تارڑ
محمد حنیف خان	ملک فضل حسین
قد رگل	عارف حسین

فضل منان
ذوالفقار علی
سید یوسف حسین
خانزادہ محمد سعید
عمرالدین بنگش
لیسین گل غازی
سعید جمال
خیال شاہ
ارسلان خان
محمد جمال
ملک نادر خان
جہانگیر خان
عبدالقیوم خان
حاجی علی جان
حاجی لعل کریم
عبدالستار خان
حاجی محمد شاہ
محمد ایوب خان
ملک وارث خان
گل شیر
ملک اسلم خان
ملک معین خان
ورشیر

غازی محمد عبداللہ
چودھری محمد اصغر
چودھری عبداللہ ورک
رانا نذیر احمد
مخدوم سید علی رضا
چودھری اعجاز احمد
محمد اشرف وڑائچ (مرحوم)
عبدالستار
نوابزادہ غفصفر گل
چودھری تجمل حسین
پیر محمد اشرف
سید منظور حسین شاہ
اقبال احمد خان
ظفر اللہ تارڑ
ناصر اقبال
چودھری ممتاز احمد تارڑ
روحیل اصغر
نذر محمد گوندل
لیاقت بلوچ
میاں محمد آصف
چودھری اختر علی
امیر حسین
سید افتخار الحسن شاہ

حاجی محمد نواز کھوکھر
رجہ پرویز خان
شاہد خاقان عباسی
محمد خاقان عباسی
رجہ محمد ظہیر
آفتاب احمد شیخ
ملک اللہ یار خان
سردار منصور حیات خان
رجہ محمد افضل خان
نوابزادہ اقبال مہدی
رجہ محمد افسر
غلام حسین چیمہ
نوابزادہ مظہر علی
لیاقت حیات بدرانا
چودھری قادر بخش
احمد ضیاء الرحمن ملک
حاجی محمد جاوید اقبال چیمہ
میاں عبدالرؤف
جہانگیر بدر
سرفراز احمد
میاں محمد منیر
میاں محمد عثمان
مہر ذوالفقار علی بابو

چودھری نذیر احمد خان
خورشید عالم
حافظ سلمان
چودھری محمد سرور خان
الحاج حامد نواز خان
سردار آصف احمد علی
احسن اقبال
محمد اشفاق تاج
چودھری انور عزیز
سردار عبدالحمید
ہمایوں اختر
محمد یسین انصاری
معین الدین
رانا تنویر حسین
میاں عبدالوحید
میاں عمر حیات
سید منظور حسین شاہ
سردار عاشق مزاری
عبدالقیوم جتوئی
ذوالفقار برقی
میاں غلام محمد مانیکا
نوابزادہ نصر اللہ خان
میاں سلطان محمد قلی

وزیر علی بھٹی
برگیدیر (ر) افتخار بشیر
جاوید گھر کی
عاشق علی ڈیال
معراج خالد
محمد منصور
نثار احمد پنوں
حاجی مندرج
چودھری نذیر احمد ورک
مشتاق احمد اعوان
عارف اعوان
ذکر اللہ ورک
غیم حسین چھٹہ
نواب محمد خضر
اے بشیر خان بھٹی
اے منصب علی خان
اے رشید خان
ساجزادہ خضر حیات
ندا اکرم خان
ندا احمد
مردار طالب حسین
انا محمد حیات خان
وودھری محمد سرور خان

غلام محمد فخر کھر
مصطفیٰ کھر
میاں محمد اعظم
سجاد حیدر
ملک نیاز احمد جھکڑ
سید خورشید احمد
محمد جہانگیر خان
صاحبزادہ فیض الحسن
شہزادہ سعید الرشید
نوابزادہ صلاح الدین عباسی
فاروق اعظم ملک
تسلیم نواز گردیزی
میاں ریاض حسین پیرزادہ
میاں نور حسین
سید محمد اصغر شاہ
سید ممتاز عالم
محمد احمد شاہ
خان میاں ممتاز احمد
عبدالستار الیکا
علی اکبر مظہر وینس
عبد الغفور چودھری
سید احمد عالم انور
مخدوم شہاب الدین

سردار عاشق ڈوگر
معین الدین لکھوئی
شفاعت احمد خان
راؤ سکندر اقبال
میاں محمد زمان
رائے اسلم کھرل
سید سجاد حیدر
سید فخر امام
راؤ قیصر علی
میاں منظور احمد وٹو
راؤ محمد افضل
قمر الزمان شاہ
ثناء اللہ بولدہ
یوسف رضا گیلانی
جاوید ہاشمی
حامد سعید کاظمی
ریاض حسین قریشی
حامد رضا گیلانی
محمد طاہر رشید
تنویر الحسن شاہ
مختار احمد اعوان
فیرالدین انصاری
رانا ممتاز خان نون

263
حاجی سیف اللہ خان
میاں عبدالخالق
مخدوم امداد الدین
سید احمد محمود
انیس شبیر احمد
مخدوم زادہ حسین محمود
سید خورشید احمد شاہ
علی حسن منگی
اسلام الدین شیخ
جام سیف اللہ خان
فخر عبدالحق
سردار نور محمد لنڈ
آغا طارق خان
الہی بخش سومرو
احمد نواز جھیکرائی
مہر الطاف خان بھائیو
آغا عطاء محمد خان
سردار فہیم خان
مہر میرانی خان
رحیم بخش سومرو
سید علی اصغر شاہ
حاجی رحمت اللہ
غلام مصطفیٰ خان

حاجی حیات اللہ
محمد صدیق کانبجو
مرزا نصیر بیگ
سید جاوید علی شاہ
رانانا تاج احمد
عبدالرحمن وابلہ
راناشوکت حیات
حاجی اقبال ہراج
محمد نواز خان
سیاں ریاض احمد دولتانہ
میر محمد اسلم بودلہ
غلام حیدر وائیں مرحوم
حاجی نذیر احمد
وزیر شکور خان
نوار الحق رائے
نواب غلام معین الدین
غلام فرید کاٹھیا
دودھری محمد اشرف
سز شہناز جاوید
اے محمد نواز خان
یاں امجد جوسیہ
جہ شاہد سعید
یاں غلام محمد احمد

دل مراد جمالی
سید پرویز علی شاہ
پیر عبدالقادر شاہ
شاہ محمد
مخدوم امین فہیم
انصاری
کنور نوید
وصی ظفر ندوی
نوید قمر
قاضی عبدالجید عابد
مخدوم خلیق الزمان
عبداللہ ہالی پوتا
سید قربان علی شاہ
نواب یوسف تالپور
رئیس خیر محمد
پیر گوہر راشدی
جام معشوق علی
شیر نواز جونیجو
احمد خان میمن
امیر حیدر کاظمی
محمد آفاق خان
سید سلیم الحق
زوہیر اکرم ندیم

میاں ذوالفقار علی
راؤ محمد ہاشم خان
میاں محمود احمد خان
غلام مجتبیٰ غازی
میاں نور محمد بھابھہ
میاں نواز خان
میاں محمد مرتضیٰ
اکبر علی بھٹی
غلام فرید میرانی
قربان علی میرانی
شاہد مہدی نسیم
محمد جہانگیر خان
خولجہ کمال الدین منور
سردار منصور احمد خان لغاری
سردار فاروق احمد خان لغاری
رانانا نعیم محمود
بلخ شیر مزاری
ہمایوں اختر (ارب پتی)
نوابزادہ نصر اللہ خان
غلام محمد مانیکا اور مصطفیٰ کھر سابق وفاقی وزیر و گورنر پنجاب
یوسف رضا گیلانی
معراج خالد
مشاق اعوان سابق سینئر وزیر پنجاب

کنور خالد یونس
محمد رفیق عیسائی
حنیف طیب
پروفیسر این ڈی خان
محمود خان اچکزئی
میر نبی بخش کھوسہ
حافظ حسین احمد
میر باز محمد خان
وزیر احمد جوگیزئی
سردار یار محمد خان
میر طارق حسین گامی
نواب اکبر خان بکٹی
سلیم اکبر خان بکٹی
میر ظفر اللہ خان جمالی
مولوی عبدالغفور مہدی
جام اکبر لاسی
جام محمد یوسف

نویڈ قمر سینئر سابق وزیر خزانہ
سابق وزیر اعلیٰ سندھ قائم علی شاہ
سابق وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر

اہم شخصیات جنہوں نے ٹیکس ادا نہیں کیا

ان میں محمد اجمل خٹک، خان عبدالولی خان، سید افتخار گیلانی، مولانا فضل الرحمن، محمد نواز کھوکھر، خاقان عباسی، ملک خدا بخش، ثوانہ، مولانا عبدالستار نیازی، ایم حمزہ حامد ناصر چٹھہ، کرنل (ر) غلام سرور چیمہ، چودھری اختر علی، حافظ سلمان بٹ، سردار آصف احمد علی، احسن اقبال، ہمایوں اختر، معراج خالد، مشتاق اعوان، سید سجاد حیدر، منظور احمد وٹو، سید فخر امام، جاوید ہاشمی، حامد رضا گیلانی، مختار احمد اعوان، صدیق کانبجو، غلام حیدر وائیں (مرحوم)، شاہ محمود قریشی، اکبر علی بھٹی، نواز ابراہیم نصر اللہ خان، مصطفیٰ کھر، تسنیم نواز گردیزی، مخدوم شہاب الدین، حاجی سیف اللہ خان، الہی بخش سومرو، مخدوم امین فہیم، نوید قمر نواب، یوسف تالپور، حاجی حنیف طیب، پروفیسر این ڈی خان، زین نورانی، محمد خان اچکزئی، حافظ حسین احمد، نواب اکبر بگٹی، میر ظفر اللہ جمالی، میر غلام اکبر لاسی، منظر علی رانجھا، فوزیہ معراج، عامر سلطان چیمہ، گل حمید روکڑی، مولانا منظور احمد شاہ نواز، چیمہ ریاض فہیانہ، خوش اختر سبحانی، سرفراز نواز، چودھری افضل چن، بیگم فرحت خواجہ سلمان تاثیر، جہانگیر بدر، میاں یوسف صلاح الدین، سہیل ضیاء بٹ، پرویز صالح، سید ناظم حسین شاہ، ارشد خان لودھی، طارق بشیر چیمہ، سردار نصر اللہ دریشک، منظور احمد موہل، عبدالقادر شاہین، عبد الرحمن کھر، آفتاب شعبان میرانی، غلام مرتضیٰ جتوئی، میر اعجاز احمد تالپور، ممتاز علی بھٹو، ارباب، جہانگیر، بیگم نسیم ولی خان، ہمایوں سیف اللہ، نواب سلیم بگٹی، میر نبی بخش کھوسہ، محمد اسلم ریسانی اور میر ناصر مینگل شامل ہیں۔

رسول جتوئی، غلام مرتضیٰ خان جتوئی، منظور حسین وس، ممتاز علی بھٹو، مہر اللہ بخش، سید علی

جن اخبارات سے مدد لی گئی

روزنامہ جنگ لاہور، کراچی، راولپنڈی - روزنامہ نوائے وقت لاہور، راولپنڈی
روزنامہ پاکستان لاہور، اسلام آباد - روزنامہ خبریں لاہور، اسلام آباد، ملتان - روزنامہ قومی
اخبار کراچی - روزنامہ عوام کراچی - روزنامہ انتخاب کراچی - روزنامہ دن لاہور، راولپنڈی
ہفت روزہ وجوہ، ہفت روزہ تکبیر کراچی، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور



نواز شریف نے ولی خان اور اجمل خٹک کو

کیا فائدے پہنچائے

معزول وزیراعظم نواز شریف نے وزیراعلیٰ پنجاب کی حیثیت سے ہوائی جہاز پر پارٹی کو جو فائدہ پہنچایا اس سے ایک طرف قومی خزانے کو نقصان ہوا تو دوسری طرف حق داروں کی حق تلفی ہوئی۔

اجمل خٹک کی سفارش پر میاں نواز شریف نے وزیراعلیٰ پنجاب کی حیثیت سے مندرجہ

ذیل افراد کو پلاٹ الاٹ کئے۔ (ماہنامہ بنیاد کراچی)

سلیم اختر کیانی	1 کنال لاہور	محمد علی	1 کنال لاہور
حسن	1 کنال لاہور	عبدالغفار	
عبدالمجید	=	منیر احمد	
منظور حسین	=	محمد آصف	
شریف حسن	=	محمد شریف	
محمد بشیر	=	شریانی	

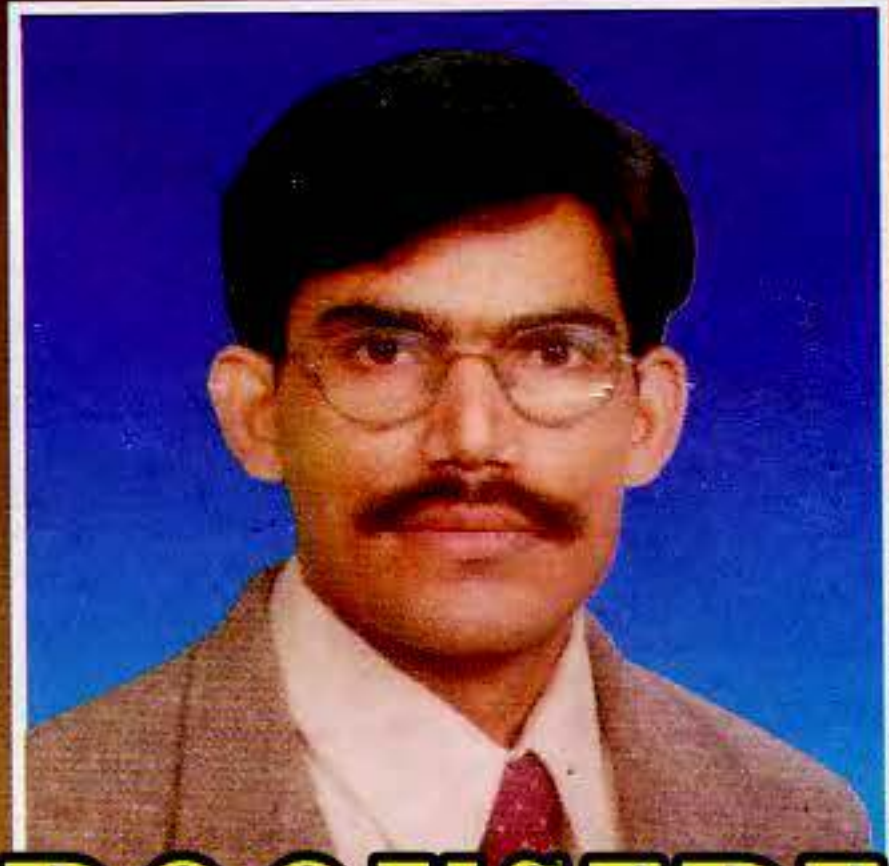
مردان شاہ اللہ نبی بخش، لیاقت علی جتوئی، الال بخش، منصور محمد عثمان سومرو اور عبدالقادر بنیس ٹیکس نہ دینے والے چند اہم ارکان میں ملک گل زمان تیمور خان جوگیزئی، محمد یوسف خان کرار، مہر طارق مسعود کتھران، میر باز محمد خان کتھران، ملا فیض اللہ اخوندزادہ، مولوی محمد اسحاق، عبدالوصی، جام میر غلام قادر، نواز ابراہیم سلیم اللہ بگتی، میر تاج محمد جمالی، کھوسہ محمد صادق عمرانی، سید محمد ہاشم، ذوالفقار علی گسی، محمد اسلم ریسانی، سردار ثناء اللہ زہری، میر محمد ناصر مینگل اور سردار محمد صالح خان شامل ہیں۔

الہور	مولا نا جعفر قاسمی	الہور	نہنب بی بی
=	عبدالمجیب رضوان	=	نسیم شاہد
=	روحی عزیز	=	نیاز احمد
=	عبدالعزیز	=	محمد عتیق اسلم
=	فرزانہ بیگم	=	ہادی حسن رضوی
الہور	محمد اسلم	=	منظور احمد
=	محمد رفیق	الہور	سرفراز احمد
=	محمد افضل	=	محمد بشیر خان
=	محمد طالب نذر	=	عبدالحمید
ملتان	مقبول علی	=	منیر احمد
راولپنڈی	محمد جاوید	=	اللہ رکھا
الہور	محمد خلیل	=	شاہد فیضان
گجرات	رزاق جنجوعہ	=	زابدہ پروین
گوجرانوالہ	محمد یونس	الہور	نعیم الاسلام
گوجرانوالہ	ایس عبدالملک	=	شیخ زاہد منظور
انڈسٹری پلاٹ الہور	محمد الطاف بٹ	=	مصری بیگم
الہور	حاجی طیب	=	شہناز بیگم
الہور	اصغر علی شاہ	=	خدیجہ بی بی
الہور	ذوالفقار علی	الہور	محمد اسلم
نوشاب	ندیم حسین	=	غلام محمد
سرگودھا	علی مقسود	=	احمد عزیز ملک
ماتان	عارف علی	الہور	محمد رفیق
ماتان	نور ماہ	الہور	محمد حسین
سی	محمد اسلم	برہان	محمد اخلاق

=	محمد نعیم	=	آمنہ بی بی
=	نصرت سلطانہ	=	شیخ مقبول
=	راجہ محمد صدیق	=	رشیدہ نسرین
=	نصرت جاوید	=	خالد محمود
=	مختار احمد	=	خالد حسین
=	قربان علی	=	کرامت علی
=	نادر عباس	=	ڈاکٹر عباس ڈوسل
=	ذکیہ شاہ	=	مرحبا کمپنی
=	احمد سعید چودھری	=	سپرٹنڈنٹ افسر
=	خادم حسین	=	بی آئی اے
الہور	ذوالفقار	الہور	اعجاز حسین شاہ
الہور	حمیدہ بی بی	الہور	شہزادہ شہزاد
الہور	تصدق حسین	الہور	محمد اشرف
الہور	یونس صابر	الہور	محمد رفیق
الہور	بشیر حسین	الہور	توحید احمد
الہور	سناوت علی	الہور	ذکیہ لطیف
الہور	اعجاز انور	الہور	محمد اکرم
الہور	الطاف حسین	=	عبدالقیوم
الہور	شاہدہ پروین	=	اکرم نوید
=	زاہدہ صدیقی	=	محمد فاروق
=	ممتاز رانا	=	منیر حسین
=	عنایت اللہ	=	شجاع الرحمن
=	رشیدہ خانم	=	جاوید مہتاب
=	محمد ارشاد	=	نسیم خالق

گندم سکیٹڈل، سردار مہتاب خان عباسی کو سزا

احتساب عدالت نے گندم سکیٹڈل کا فیصلہ سناتے ہوئے سرحد کے سابق وزیر اعلیٰ سردار مہتاب خان عباسی اور سابق سیکرٹری خوراک جاوید عالم خانزادہ کو گندم کی خرید و فروخت میں گھپلوں پر 14 سال قید سخت اور دو کروڑ روپے جرمانے کی سزا سنائی۔ جرمانے کی عدم ادائیگی کی صورت میں مجرموں کو مزید تین تین سال قید بھگتنا ہوگی۔ مقدمہ کے ایک اور ملزم ٹھیکیدار طلحہ احمد کو سات سال قید اور 8 کروڑ جرمانہ کی سزا سنائی گئی جبکہ سرحد کے سابق وزیر خوراک غفور خان جدون جو مقدمہ میں وعدہ معاف گواہ بن گئے تھے، کو عدالت نے بری کرنے کا حکم دیا تاہم مقدمہ کے چاروں ملزموں کو کسی بھی سرکاری یا عوامی عہدے کے لیے 21 سال تک نااہل قرار دے دیا گیا۔ احتساب عدالت کے جج فرخ لطیف سے مقدمہ کا فیصلہ سننے کے بعد سردار مہتاب نے کہا کہ یہ فیصلہ مس کیرج آف جسٹس ہے۔ یہ کوئی نیا فیصلہ نہیں، ایسے فیصلے پہلے بھی ہوئے ہیں اور ہمیں اس کی توقع تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ ملک میں جو نظام چل رہا ہے وہ خلاف قدرت ہے۔ اس لیے یہ زیادہ دیر نہیں چل سکے گا۔ غفور جدون کے بارے انہوں نے کہا کہ اس نے جھوٹ بولا۔ انڈیا میں احتساب عدالت میں سکیٹڈل کا فیصلہ سنائے جانے کے روز یعنی 31 اگست 2000ء کو سیورٹی کے غیر معمولی انتظامات کیے گئے تھے۔ اس موقع پر ملزمان کے رشتہ دار اور مسلم لیگی رہنما بھی عدالت میں موجود تھے۔ صوبہ سرحد کے سابق سیکرٹری خوراک اور گندم سکیٹڈل کے ملزم جاوید عالم خانزادہ چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کیساتھ کاکول اکیڈمی میں دو سال بیچ میٹ رہے۔ احتساب بیورو کے چیف پراسیکیوٹر فاروق آدم نے فیصلے سے دو روز قبل عدالت کے رجسٹرار راجہ محمد شفیق کے دفتر میں جاوید عالم سے ایک گھنٹہ تک مذاکرات کیے۔ مذاکرات کے دوران ان کے چچا معطل رکن پنجاب اسمبلی تاج محمد خانزادہ بھی موجود تھے۔ مذاکرات میں فاروق آدم خان نے سابق سیکرٹری خوراک سے سرکاری خزانے کو نقصان پہنچانے پر نیب کے تخمینے کے مطابق دس کروڑ روپے سرکاری خزانے میں جمع کرانے کو کہا جس پر سابق سیکرٹری خوراک اور ان کے چچا نے نیب حکام کو ساڑھے پانچ کروڑ روپے کی پیشکش کی۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جو عوام کے سچے نمائندے کہااتے ہیں اور عوامی عہدوں پر بیٹھ کر افتتاح کرتے ہیں، خطاب کرتے ہیں، نعرے لگواتے ہیں اور بدعنوانی کا ایسا گند ڈالتے ہیں کہ اسکی بدبو آنیوالی نسلوں کو بھی طویل عرصہ تک بے ہوش کر دیتی ہے۔



PDFBOOKSFREE.PK

معززین کے مقدس مشن کی کہانی

یہ درد میں ڈوبی اور خون میں بھیگی ہوئی ایک چیخ ہے اور چیخ کا کوئی روایتی راگ نہیں ہوتا، چیخ کے اپنے ہی اوزان، پیمانے اور معیار ہوتے ہیں اور اس کتاب کے مصنف نے اس چیخ کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے

چیخ — جو چودہ اگست 1947 سے لیکر آج تک اس سرزمین کی فضاؤں پر محیط ہے جسے ایک اسلامی فلاحی مملکت بننا تھا..... پاکستان جسے چند مخصوص طبقات نے حلوائی کی دوکان سمجھ کر اس پہ اپنے خاندان کی فاتحہ شروع کر دی اور لوٹ مار کا یہ سفر آج تک اسی طمطراق سے جاری ہے ”آوپاکستان لوٹیں“

”معززین“ کے اسی ”مقدس مشن“ کی ادھوری داستان ہے کہ پوری کی تفصیلات تو شاید فرشتوں کو بھی میسر نہ ہوں

حسن نثار

25 ستمبر 2000ء

راتہ غوڑو نو کسے بنگری شرنگوی

PDFBOOKSFREE.PK

اظہار

رات غور و نو

کنے

بگری شریکوی

اظہار اللہ اعظم

ٲول حقونہ، دشاعر ٲحق کٲر محفوظ دی

د کتاب نوم	_____ راتۂ غوب و نو کٲر بٲگری شرٲنگوی
لیکونکۂ	_____ اظہار اللہ، اظہار
صفحات	_____ ۱۷۲
شمیر	_____ ۵۰۰ (ٲنچۂ سوۂ)
کال	_____ جنوری ۱۹۹۸ء
ترتیب او	_____ آزاد ہشنغرۂ (ٲنتو خانگۂ ٲینور یونیورسٹی)
نظر ثانی	_____ شاہین یونیرۂ (اسلامیہ کالج ٲینور)
کتابت	_____ ارشاد خان (ٲنتو اکیڈمی ٲینور)
ٲریس	_____ سلیمان ٲرنٲرز بابو حیدر روڈ ٲینور
قیمت	_____ ۸۰ روٲی

درک

* یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر یازار ٲینور
* سعید بک بنک ٲینور صدر

تہرون

دَخیل

والد صیب پروفیسر انعام اللہ، جان قیس

او دَخیل

والد عہترے

یہ نومو نو دچا د شخصیت و پے چہ

نما د جنت ساہ کالے دی

اظہار

په خپل فکر څرگندایږم

وخت چې څنگه ځي په وړاندې ځي. نو ورسره د ژوند تقاضې
هم گړې په گړې بدلیږي. او د ژوند د بدلیدونکو تقاضو
شعور لرو ته ساتنې وایي. او د وخت د تقاضو په رڼا کې بدلیدنکي
ادب ته جدید ادب ویلې شي. د ژوند د بدلیدو سره او د نوي
نوي تقاضو سره د اشنا کیدو دغه عمل به تر هغه روان وي. تر
څو چې د کائنات د څیړنې او لټون نه بنیاد لاس نه دې اخیستې. او
چې دغه عمل روان وي. نو ادب چې د ژوند ترجمان یا عکاس دې
دا به هم وخت په وخت نوي کيږي، بدلیږي. او نوي نوي تجربه
به پکښې کيږي. نوي نوي رجحانات او نوي نوي اصناف به ورته
راځي ته کيږي. بیا هر ژبه او د هغه ادبیات دا په خپله لمن کې راځي
کوي او رانغاړي او دغسې د ژبو ادبیات پراخه کيږي. لکه څنگه چې
ویلي شي چې ژوند په خپله هم یوه تجربه ده. هم دغه رنگ ادب
هم په خپله یوه تجربه ده. او بیا هم د ژوند او ادب په تجربو کې
نوي نوي تجربه کيږي. او نوې ادب پاره او نوې "تجزیې"
را میدان ته کيږي. پښتو ژبه او ادب ته د جاپانې ژبې نه د هائیکو
را تله یا راکو هم یوه تجربه ده. دا وخت چې شاعران په پښتو ژبه

کٺڻي هائيڪو يڪي او ويري هينڊي يڪي - په دغه شاعرانو کٺڻي هينڊي
 اظهار الله اظهار نوم هم ويري جوت دے - اظهار الله اظهار
 غزل شاعر دے - او زما دامعوي ده - چي اظهار غزل په شعر
 خومره زه پوهينم - دومره په ويري کم خلق هغه يه نر دے وي او
 پوهينم به چي - اظهار شاعري دهغه د سڄلو احساساتو او جذباتو
 ترجمانه هم ده - اود خارج د واقعاتو د اثر او وارداتو عکاسه هم - هغه
 چي دغه احساساتو او واقعاتو له د لفظ کومه ژبه ورکړي ده - نو هم
 هغه د دے ادراک لري - ځکه چي زه هغه ته يو باشعوره شاعر وایم -
 شاعري کول يو فن دے - خو په خپله شاعري پوهيدل اود لفظ معنی
 مفهوم او باريکي په فکر کٺي ساتل علم دے - شاعري ويري شاعران
 کوي - خو د لفظ استعمال په علم او هنر ويري کم شاعران پوهينم
 د اظهار د پوهې د پنځي هر لفظ استعمال پوره صحيح ځائ ته رسي -
 او په دغه لفظونو کٺي ورته د خپل فکر د گټو لو کمال حاصل دے -
 او هغه د لفظونو د مختلفو رنگونو په لټون کٺي هم دے - د يو لفظ نه
 ئے د ويريو رنگونو د خورولو کوششونه هم کړي دي - او بيا خاص
 کر په هائيڪو کٺي؛ چي هائيڪوده هم د تصور او احساساتو تصوير له
 رنگ ورکول - او په لږو لفظونو کٺي داسي منظر رابښکل، چي په شا
 ئي لويه موضوع پرته وي -

ما چي تراوسه د اظهار الله اظهار يکله خومره هائيڪو کټلے دي يا
 ئي اور ميدلې دي - په هغه کٺي ما يو خور وور رنگ، يوه معنی او يوه
 زړه پوري موضوع بيا موندے ده - اود هغه په رڼا کٺي زه دا

خيال قائم ٿي شمع - ڇي دهغه ددے ڪتاب هر يوه هائيگو به به
 تول پوره فن پاره او بي بها ادبي ملغلره وي - اودا به به پڻ پڻستو
 ادبياتو ڪنهي يوه درنه اضافو هم وي - زما ٿولي جذبي او پير زوڻي
 د اظهار سره ملگري دي اود هغه هر ڪاميابي او هر ڪو ٿي قدم
 زما د نه اواز دے - ڇي زه د ژوند د ترجمان ادب پامته داره بنده
 او اظهار د ژوندي ادب د تقاضو نه باخبره فنڪار دے.

په مينه

عبدالله شوق

۲۵ / ۱۲ / ۹۷

د ادب کمپیوټر

هایکو

هایکو د پښتو شاعرۍ ذاتی صنف نه دے. بلکه
 خه موده آگاهو د دنیا د نورو ژبو او ادبیاتو په شان
 پښتو ژبه هم د نظم دغه صنف د جاپان د ادب نه د
 انگریزی او اردو ژبه او ادب په ذریعہ راخپل کړے دے.
 خپلوی کول او بیا خپلوی پالل د پښتنو په رنگ د پښتو
 ژبه هم مزاج او روایت پاتے شوے دے. دغه وجه ده
 چه د پښتو ادب گڼ اصناف د عربی، فارسی، انگریزی
 او اردو په لار چه د پښتو درشل ته راغلل نو ورته نه
 صرف پښتو ژبه په روڼ تندي هرکله اووے. بلکه
 دا سره ئی خپل کړی دی. لکه چه څنگه پښتانه پردی خور
 نور کورته را واده کړی او بیا ئی په عزت او ناموس د
 خپل سر قریبانی ته هم په هسکه غړی ولاړ وی.
 بهر حال د "هایکو" بنیادی هیولا د نن نه تقریباً
 څلور سوه کاله آگاهو د جاپان په زمکه را وزینیده. په

اول اول کټنې هايځود "هايځائی" په شکل کټنې ځان رښتګند کړو. "هايځائی" يو اوږد نظم وو. چه ابتداء به، ې يو مشر او قادر الکلامه شاعر د مطلع نه کوله. دغه مطلع ته به "هوځو" وييلي کيدل. د "هوځو" ارکان به عموماً ۵ - ۷ - ۵ وو. وروستو به بيا "هايځائی" ګڼو شاعرانو په شريکه سرته رسولې. د "هايځائی" د شعرونو شمير به عام طور سره ۳۶، ۵۰، او يا ۱۰۰ ته اورسيدلو.

د وخت د تيريدو او د ژوند د نوې غوښتنو سره ورو ورو "هوځو" د اوږدو نظمونو "هايځائی" د قيد نه آزادي اومونده. او د "هايځو" په يو نوي صنف سره ې خپله پيژندګلو شروع کړه. بيخي دا سره لکه چه غزل د قصيدې د تشبيباته رابيل کړې شو. او بيا ې د يو ځانګړي صنف په حيث په مشرقي ادب کټنې دا سره نوم پيدا کړو. چه مثال ې نشي موندلې.

البت، په "هايځائی" او قصيده کټنې بنيادي فرق دادې. چه قصيده به د يو شاعر د تخليقي زړه چاودون نتيجه، او د يو خاص فني تسلسل آيينه وه. ولې "هايځائی" به د مختلفو او ګڼ شميره ذهنونو د سوچ عکاسي کوله. چه د تاثر وحدت او د تسلسل يو والې به، په کټنې ډير په ګرانه موندلې کيدې شو. او اکثر به د "هايځائی"

لوستونکی په اجزاؤ کښه د فکر کولو په عمل کښه له خپله ځانه بیل شو.

لنډه داچه په "هایځکافي" کښه د گڼو مزاجونو گڼون او متفرق ذهنونو د موجودگي سره سره د نظم او بندوالي د دغه نظم د تاثر او يو والي (وحدت) گڼو وکړو. نو باشو (۱۶۹۵ - ۱۶۵۵ء) چه دخپل وخت نوميا لې شاعر گڼل کيدو. د "هایځکافي" وړمبني ارکان د ۵ - ۷ - ۵ په ترتيب سره رابيل کړل. او "هایځکو" له ې د يو ځانگړي او تخليقي صنف حيثيت ورکړو. چه د يو تخليقي کار د يو ځانته سوچ اکافي وگرځيده. البته دومره ده چه د باشو "هایځکو" که يو اړخ ته د اولسو چپو د پايندۍ نامه وه. نو بل اړخ ته له د ۷ پايندۍ نه دختو ۷ کولو تجربه هم وه.

تر د ۷ پورې چه باشو دخپل مرگ نه وړاندې کومه "هایځکو" تخليق کړې وه. دهغه چپ هم د اولسو نه تجاوز کوي.

د غبره د "هایځکو" د تيکنیکي او موضوعاتي پرمختگ لارې پرانستل شوې. په سرمسر کښې "هایځکو" د فطرت او ثقافت د رنگونو ميله کښې د انسان د داخلي احساساتو د تصوير کشي يوفن وگرځيدو.

تر د ۷ پورې چه د مقام او د وخت د قيد خيال په کښه

هم بنيادی او ڪنڀر شيو. دا هم حقيقت دے ڇه، جاپانيان
ترننه، پورے د ”هايڪو“ سره يو وضاحتی نوٽ هم يڪي
ڇه، ڊاڪٽر اوڪوم ڪنڀر ڪنڀر شيو.

د موضوعاتو د تنوع او د تيڪنيڪ د رنگا رنگي باوجود
د هايڪو داخلي صفتون د ترميم او اضافو سره هم
زيات تر هغه دي.

بهر حال ماسالوڪاشيڪي (۱۹۰۲ - ۱۸۲۴ء) ڇه، د
”جديد هايڪو“ مؤيد ڪنڀر شيو. او ڀه، خيل ذات ڪنڀر
يو ادبي تحريڪ دے. دا خبره ڀه، ڊاڪٽر ڇه، مونڙ ”هايڪو“
له، د يوجو ڪري شيو او مسلط ڪري شيو ”چوڪاتي“ او
”اسلوب“ ڀه، مقامي سطح د ابلاغ غنڊ ته، ڪو و. هڪ ڇه،
مونڙ د جذبه ڀه، صداقت د احساس ڀه، رفعت او لوڀتيا
او د غيڙ ڀه، پنڀو رويو يقين ڪرو. ده اعلان وڪرو ڇه،
مونڙ د ”هايڪو“ استعمال او مرسته دهر هغه ڇا او ڙبه
ڊپاره روا او بنه، ڪنڀر ڇه، له، دے سره ئي طبيعت سمون خوري.
هايڪو د ادب حصه ده. او ادب د فن، د ادب د
ٽولون، لوڀي مقصد د بنياد او بنڪلا زين وول دي. نو
د هايڪو مقصد هم د ادب دغه مقصد تر لاسه ڪول دي.
انساني ژوند د نيڪي، بدئي، بنڪلا، بد رنگي د ٽولو
اڀونون، جوڙ دے. هڪه نو حسن ڀه، يو اڀر ڪنڀر نه،
دي لٽول پڪار.

دغه رنگ هائيڪو يوطرف ته دخاص موضوعاتوله
 قيدنه آزاده شوه - نوبل پله، ې دحان سره د"تيکنیکی"
 "هيټي" (۱۹۰۳) تجربو امکانات او انکشافات هم راوړل.
 د پورتنی وضاحتونو مقصد که يوطرف ته دهايکو
 په پس منظر سرسری رڼا اچول وو - نوبل اړخ ته د
 پښتو د ادبي بنیاد پرستو ناقدانو او شاعرانو داغلط فهمی
 هم لرې کول دیر ضروری ښکاري چه گڼي که هائيکو
 د اولس چپو یاد ۵ - ۷ - ۵ په هیئت او ترتیب کښه اوتنه
 لیکلې شي - نو هغه ته به هائيکو نشي ویلای. او حقیقت
 دا ده چه دا "صنف" د کومې خاورې پیداوار ده. هغوی
 هم دا په ناروا تخلیقي جبرته بغاوت کوي. او جمدود
 هائيکو دپاره مرگ گڼي. نو بیا آخر د هینو ښاغلیو پښتنو
 ناقدانو د دغه انترها پسندی بلکه بے حایه ضد او جهالت
 خه جواز پیدا کیدای شي.

دا رښتیا دی - چه هائيکو د دنیا په کومه زمکه هم
 قدم ایښه ده. نو د هماغه خاورې وږه، آب و هوا او
 رنگونه ې په حان کښه خاڼه کړي دي. که انگریزی ادب
 ده که هسپانوی که جرمني که پرتگالی که اطالوی او
 که فرانسیسی هر خاڼه کښه هائيکو د علاقې د مزاج او
 ثقافت سره حان بدل کړې ده. نو بیا خه وجه ده
 چه په پښتو ژبه کښه د خاڼا هائيکو ده - ۷ - ۵

په ترتيب سره راوړلې شي. ځكه چه دا عمل يو طرفته
دهايكو د ارتقاء په لار كې خنډ كېږي. نو بل خوا د
”پښتو ادب“ د پرمختگ لار هم نيسي.

او د پښتنو د تهذيبي رويو تصوير كشي په كې هم
د پښتو ادب په گرانه كېږي. لهذا دا خبره لازمي ده. چه پښتو
ژبه او ادب د د خپل فطرت او روايت مطابق هايكو خپل
كړي. ځكه چه پښتو يو آزاده او خود مختاره ژبه ده.

د پښتو ژبه او جاپاني ژبه په فطرت كې د زمكه او
آسمان فرق دى. لكه د جاپاني قام د جاپاني ژبه هر حرف
متحرك وي. ساكن او جامد لفظونه په كې نه وي. مطلب
دا چه هر حرف هله يو ځانله سيلبل دى. ولې پښتو ژبه كې
متحرك توري شته نو جامد او ساكن توري پكې هم شته. لهذا
كوم توازن چه د جاپاني ژبه په يك كې موندلې شي. د پښتو
په گرانه په پښتو كې راتلې شي. چه تر دې دا خبره جوتيږي
چه پښتو ژبه د خپلو خويونو ته پرېښودلې شي. مفا
خبره ده كه د جاپاني او پښتو ژبو په اصواتو او رويو كې
اختلاف شته. نو بيا ځنې گران او محترم ناقدان ولې د جاپاني
هايكو يو خاص او غير معروف شكل قبلولو باندې زور وركوي
او حال دا دې چه د آوازونو او لفظونو تحرك او جمود په
خپله دا غوښتنه كوي. چه بعضي د هايكو اداسه دې په
غير فطري مشابهت نابلكه د علاقې په تهذيب او موسمونو

په بدلون ، آب و هوا ، ماحول او ثقافت ولاړه وي .

دا حقيقت د دے که يو ميمه ديو پښتون سره واده کولو نه
روستو خپل زاړه عادتونه او معمولات بدل نه کړي . او د
ستر او پردے په بنايست باندے حان بنايسته نه کړي
نو په پوه پښتنه معاشره کيږ د هغه د اوسيد و امکان هم
نه پاته کيږي . هم دغه رنگ پښتو ادب ته هر راتلونکي
صنف به د پښتنو د ذوق او رواياتو پابندي ضرور کوي . گني
نود هغه د بقاء هيڅ صورت به راپيدا نشي .

د دے وينا هرگز دا مطلب نه دے چه گني خاخوا
د دے د هايکو په جنس کيږ جيري بدلون راوستل شي .
مقصد صرف د ويره دے چه په دا سر هنر مند شي د دے دا
صنف خپل کړ د شي . چه بيا د پردی کيدو کم از کم
افسوس خو نه وي .

اوس که چرے د ۵ - ۷ په ترتيب او فارموله پښتو
کيږ " هايکو " وليکل شي . نو يوه مهمه به ورته وييل
مناسب وي . ولے چه د شعريت او موسيقيت دکي په سبب
به دا حافظه ته نه منتقل کيږي . نتيجه به دا وي چه د دے
په ذريعه به په معاشره کيږ هيڅ انقلاب نه راځي . بلکه
دا عمل به پخپله منقلب شي . دا هم ممکنه ده چه د خني
خلکو مزاج دغه ذکر شوع ترتيب قبول هم کړي . نو لکه
په دغه انداز هم قدغن نه دي لگول پکار . او نو د تجربا باقی

عمل جاری ساتل پکاردی - دا سلسلہ بہ رو رو یوے داتے
مرحلے تہ ور اورسی - چہ دتقابل او تجزے پینے بہ پخپلہ
دنبہ او بد فیصلے صادرے کری۔

حُنی ناقدانو بہ پښتو ژبہ کینے بہ درے براہِ مصرعو
کینے دہایکو لیکو مرستہ کرے دہ - د دوی دعویٰ دہ - چہ
دا انداز د پښتنو ذوق او حافظہ دواہہ نہ بہ آسانہ قبلوی
البتہ بہ دے سلسلہ کینے زیات تر بہ مختصر بحر ونو کینے
هایکو لہ درواج ورکولو سفارش شوے دے - چہ اختلاف
ورسره کیدے شی - او اتفاق ورسره ہم۔

دنہونے بہ توگہ د اسماعیل گوہر صیب دا ہایکو بہ
دے سلسلہ کینے وړاندے کیدے شی :

چا راتہ وے چہ د سپرلی موسم کینے

هغه تر لرے گرخی سا چوپے

حُکہ پتری کینے ھے شرشم اوکرل (بحوالہ مسکا)

زما بہ خیال د ہایکو دیارہ ہم دا بحر زیات موزون دے

بہ اردو ژبہ کینے ہم دے سرہ مماثل بحر "نفاعلاتن مفاعِلن

فعلن" دے چہ حُنی پوهانو د ہایکو دیارہ لازمی تہا کله دے۔

ولے ددے مطلب دا ہم نہ دے گنی چہ ہم دفعہ بحر بہ ہمیشہ

دیارہ متعین او خاص وی۔ البتہ دومرہ دہ - کہ د بنیائست او

بنکلا زینون لہ دے نہ سیوا بہ نورو بحر ونو کینے دومرہ بہ

نہ انداز کینے نہ کینے ی۔ نو بیا دحسن "ماہیت" تہ نقصان نہ

دی رسول پکار۔ گنی نو ھیسے د ژوند او ادب په سنجیده
تجربو قدغن لگول ژوند او ادب د ښایستو نوښت، د څیرومه
ساتلو سازش یا ناپوهی ده۔

البته ځنی ناقدان د هایکو په دره برابر و مصرعو دا
اعتراض هم کوی چه، د هایکو نه بلکه دره مصرین نظم
ماهی، یا قلاقی ده۔ چه د اکاهو نه زمونږ په ادب کښه
را روانه ده۔ د دغه اعتراض پر وجهه جواب خو دا ده چه
داخو دیره ښه خبره ده۔ چه هایکو مونږ سره په داسه
شکل کښه موجوده ده۔ چه د پښتنو ترجمانی ته کوله۔ پاته
شوه د نوم د بدلیدو خبره نو ھیس په نوم بدلیدو خو
”صنف“ نه بدلینی۔ گنی که غزل ته رباعی او یو شل
نوهغه په غزل نه وی څه ؟

دوهم جواب دا ده چه ھیس خو هایکو دره مصرین
نظم دے۔ خود تکنیک په اعتبار سره د ھاغ قدیم نظم
نه یو ځانته جدا حیثیت لری۔ په هایکو کښه د موضوعاتو
د تنوع باوجود د څارځی ماحول او انسان د داخلی ماحول داسه
مربوط تعلق وی۔ چه د هایکو په تصویرونو داخل خارج
شی۔ او خارج داخل۔ بله خبره دا ده چه نه صرف د هایکو
آخري مصرعه کلاؤمکس وی۔ بلکه د رومبني دوو مصرعو
تجدیدی اړخونو خپلولو سره سره د ژوند د منظرونو
انتشار ته وحدت او یو والی هم وربښی۔ د دغه سره سره

ہائیکو عام طور سرے یو علامتی او استعاراتی صنف ہم دے۔
 او حال دادے چہ دا قول خصلتوںہ، پہ قدیم درے مصرین
 نظمونو کینے پہ اجزاؤ کینے خو موند لے شی۔ خو کلی وحدت
 ورتہ، حاصل نہ دے۔ او پہ ہائیکو کینے پہ پورہ منصوبہ،
 بندی دغہ، خیزونہ، فطرت سرے ہم آہنگ کو لے شی۔ نو
 حکہ، خود ادعوئی بے حایہ، نہ دے۔ چہ ہائیکو درے مصرین
 نظم دے۔ ولے ہر درے مصرین نظم ہائیکو نشی کیدے۔

البتہ ددے ہر حصہ، باوجود دا ہم حقیقت دے۔ چہ د
 ہائیکو ہیئت ہر حائے کینے اختلافی را روان دے۔ دا اختلاف
 صرف دپستو ژبے سرے خاص نہ دے۔ البتہ کہ د ہائیکو
 داخلی کیفیت او باطنی کرہ ورہ پہ نظر کینے اوساتیلے شی نو
 ہائیکو تہ، بہ د درے مصرین نظم ویلو ہیٹج جواز پیدا نشی۔
 دے سلسلہ کینے کہ دا اویٹیلے شی۔ نو مناسب بہ وی۔ چہ
 ہائیکو دیو خاص تکنیک نوم دے۔ حکہ چہ د دنیا دھرے ژبے
 ادب د ہائیکو ساخت، او خارجی جو سے کینے دخیل ماحول د
 تقاضو ترغیہ، بدلون خو راوستیلے شی۔ ولے بنیادی تکنیک
 نے پخیل حائے ساقیلے دے۔ (البتہ، د ہائیکو د تکنیک ارتقاء
 یوحانتہ، موضوع دے) حکہ، خود عالمی ادب د مطالعے نہ،
 پس پہ خارجی سطح د ہائیکو گنہ شکونہ او ہیئتوںہ، نے
 تہ راہی۔ پہ دے کینے یو مصرینہ ہائیکو، دودہ مصرینہ
 ہائیکو، او خاص کرد درے مصرینہ ہائیکو د ہیئت او

ساختیاتی اختلاف باوجود عام مقبولیت ترلاسه کرے دے۔
دے ہائے کینے د عالی ادب نہ، ذکر شوی قسمونو د
ہائیگو نمونے وپاندے کو لے شی۔۔

(۱) یومصرینہ ہائیگو : ترجمہ :
یولولکئی دہ چہ، پہ پارکنگ راکوزینہی گورہ
(ایکیسنز روتیلہ)
دیا، مثلاً : ترجمہ :

باران پہ ہرہ کرکئی
(کورڈن دین سوویل)
(۲) دود مصرینہ ہائیگو : ترجمہ :

”دجنوری روجہ تاریخ دے
د دے گوتے لا تراوسہ یخ دینہ
(باب بولرمین)

(۳) درے مصرینہ ہائیگو : ترجمہ :
”دا د سحر خاموشی

خود خرابشونو مینہ کینے شور کوی نن
یوہ یوازے پانہ

(جے ہلیو پیکٹ)

”سینے د پیغلے دلاسونو سرہ ہم پورہ شی

داسے بنکارینہی گنی

پہ یو پردہ باندے کلونہ راکو کینہی رژی

(روہ ویلموٹ)

د ذکر شوؤ مثالونو نه، د حقیقت دا ولاړینې چه هائیگو
یو داخلي صنف دے. چه دخپل اظهار دپاره د قالب یا د چوکاچ
خوښه پخپله کوی.

بهر تقریر د هائیگو خارجي ساخت تعیین تر نه، پوره د
ذوق د اختلاف او تجربو د انحراف په زد کینه را روان دے. البته
دومره ده چه هر څه دخپلو نفسیاتو ترخه، د هائیگو په
ماهیت کینه ځانگړی رنگونه ځائے کړی دی.

ځنی رجعت پرست معتزین دا هم وایي چه د ټپه په
موجودگي کینه د هائیگو هیڅ ضرورت نشته. ځکه چه کوم
مقصد د هائیگو دے. هاغه مقصد ټپه، ښه، په تفصیل
سره پوره کوی. خو دغه ښاغلی د سوچ نه کوی چه
ټپه که څومره د پښتو ادب سرمایه ده. ولې دا هم حقیقت
دے چه د ټپه شاعر معلوم نه دے. بلکه دا خبره زیاته
مناسبه ده چه ټپه شاعر وړکوی. بل طرف ته هائیگو
خپل یو تاریخ او پس منظر لري. او شاعر وړنی نا بلکه را
ژوند د کوی. د ټپه شاعر ورک وی. او د هائیگو شاعر ژوند
او معلوم وی.

دوی ښه خبره دا ده چه ټپه په پښتو ادب کینه د ښځو
صنف گنل کېږي. او ښکاره خبره ده. چه هائیگو د ښځو
سره خاص صنف نه دے. دا بیله خبره ده. چه ښځو هم
هائیگو لیکل شي.

دریځې خبره داده چې ټپه کيږه لا تر اوسه هيڅ نوږه
تجربه نه ده شوې. او نه د دې خبرې امکان شته. بل
طرف ته هايکوډ ابتداء نه راواخله تر نن پورې دگنيډو
علي تجربه نه راتيره شوې ده. او راتيرينې. مطلب دا
چې د ژوند د تقاضو سره قدم په قدم ټول شي.

خلورم حقيقت داده چې د ټپه روايت په مزه مزه
ختمينې. لگيا دے. او هايکوډ دنيا په هره لويه او وړه
ژبه کيږه برايه رواج موي.

پنځمه خبره داده چې ټپه صرف علاقاي يا پښتو
ادب متاثره کړې دے. او هايکو په آفاقي تناظر کيږه دنيا
هره ژبه، ادب او طبقه سترگه ځان ته را پرولې دي. او
بالغرض که چرې د دغه بناغلو د اقتراض هم او منل شي چې
کښې د ټپه په موجودگي کيږه د هايکو هيڅ ضرورت نه پاته
کيږي. نو بيا به دا هم منو چې د ټپه د جامعيت ترخه په
پښتو ادب کيږه د غزل، مثنوي، اژاد او معرعي نظم او نورو
گنيډو اصنافو هم هيڅ ضرورت نشته. چې مطلب به دا وي
چې پښتو ژبه او ادب د وخت د تقاضو سره په لاره نشي
تله. او يا پښتو ژبه تنگ نظره او په ځان مينه ده. او
پښتانه بد ذوقه او د ترقي دشمنان دي. حالانکه دا به
نه ده. که چرې دا حقيقت وي چې د ژبه په پرمختگ او
ارتقاء کيږه د ضرورت مطابق د نورو ژبو د لفظونو قبلولو

سرء سرء دنوی منفونو قبلول هم بنیادی کردار لو بوی
 نو بیا ولے زمونن حُنی متعصب، یا ضدیان نقادان د پرھنگ
 پہ دے سفر کجے بے دُخ، و جہ خندان لچوی۔ زما پہ
 خیال داسے عناصر نہ د پستو ژبے خواخوږی دی۔ او
 نہ د پستو دوستان کیدے شی۔

پاتے شوء دا خبرء چہ پہ پستو ادب کجے دھایکو
 خہ مستقبل دے ۛ نو بنہ پہ دعویٰ سرء دا ویلے کیدے
 شی چہ راتلونکے زمانہ پہ پستو ادب کجے دھایکو زمانہ
 ده۔ حکم چہ پہ دومرء لبء مودہ کجے دھایکو پہ پستو
 کجے حُانت، یو بنہ مقام جوت کرے دے۔

پہ قومرء وخت کجے چہ یو نسل خیل طبعی بلوغت
 هم نہ شی رسیدلے۔ دا دعویٰ محض یو بے حایہ مبالغہ یا
 جذباتی قیندک نہ دے۔ حکم چہ پہ تیر و خوکلونو کجے
 پہ پستو ژبہ کجے دھایکو مستقل مجموع شائع شوے دی
 او بنہ پہ قندی سرء لگیا دی شائع کینی۔ چہ حُانت یو
 خیل رنگ او پیژمند کلوی کوی۔ داد هاغو دھایکو نہ علاوہ
 دی۔ کوے چہ شعری مجموع کجے پہ متفرق صورتونو
 کجے موندلے کینی۔

اسماعیل گوهر، هایون میاد، فیض السوهاب،
 عامر گمریانے او پہ تیرء تیرء د زبیر حشرت لیکلے دھایکو
 دنوے تجربو د انگازو تسلسل دے۔ کہ چرے دھایکو پہ پستو

ادب کچر ناخوبنه، صنف وی - نو دومره اہمیت بہ، نئے
نہ، موندلو۔

پنستو کچر دھائیگو د روینانہ، مستقبل دویم دلیل د
ہائیگو اختصار، سادگی، نفسیاتی منہ او جامعیت دے۔ دن
نسل د خپلے بقایہ، منہ کچر داسے راگیر دے چہ، هر هاغه څیز نہ
تینستہ کوی۔ کوم چہ، د منزل دلارو ټیندک جوړپینی۔

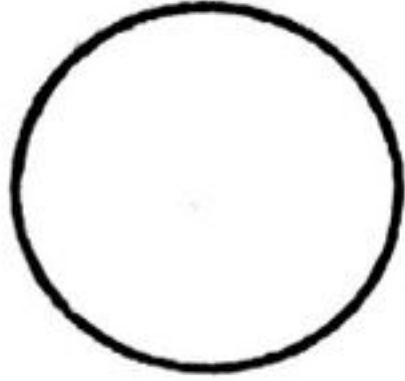
پہ، دے ساینسی دور کچر هغوی د ادب د اوږدو صنفونو
تفصیلی مطالعہ ته، نہ، سازینی - اوچونکہ، ادب ہم د ژوند د پلرہ
ضروری گنہی۔ ځکه، خوداسے صنف لوستل غواړی - چہ، پہ، لږ
وخت کچر ورلہ، دیر څہ، ورکړی - او هائیگو یقیناً چہ داسے صنف
دے۔ د کالجونو او یونیورسټو پہ، ادبی غونډو کچر د دے خبرہ
مشاهدہ ہم شو دے دے۔ چہ، دن نسل د ادب د نور وځانگو پہ،
نسبت د هائیگو طرف ته، زیات رجحان لری۔ لندہ، داچہ، نہ،
صرف هائیگو د جدید نسل د نفسیاتی رویو، او ذہنی انگازو د
ترجہانی حق ادا کوی - بلکه د خپلے ښکلا او معنویت له کبله نو دے
نسل د دغه صنف لوستو ته، زیات رامت دے۔ گنی چہ پہ دے
مصرف دور کچر هائیگو د ادب نو د کمپیو ټرایژ د صنف دے
چہ، ادب ہم دے او کمپیو ټرهم، بلکه، د ادب کمپیو ټر -

پہ، دیر درناوی

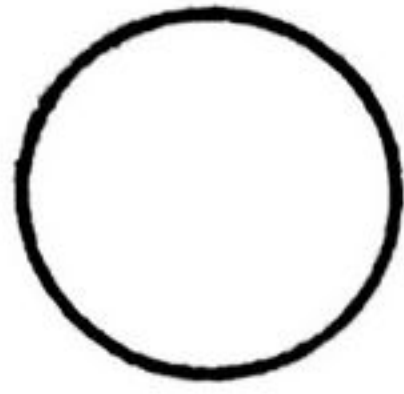
اظہار الله، اظہار

دیکچرار اردو ځانگہ

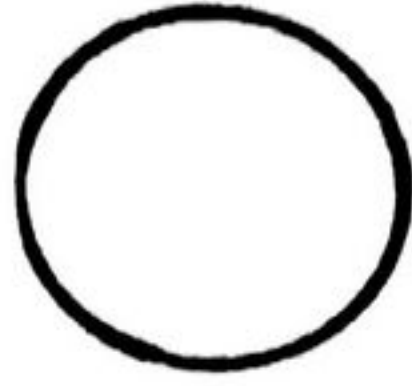
اسلامیہ کالج پشینور ۱۲/۱۰/۹۰



عقل پرست ہم لیونی دی گئی
ربنا! دلیل دے د خدا یئی دغا دے
چہ محمد دے پیغمبر کرو زموون



بے عقیدے چہ عقیدتِ مِ نشی
دا نہ چہ زہ پیغمبران نہ منم
خو محمد نہ پس نبی نشتہ دے

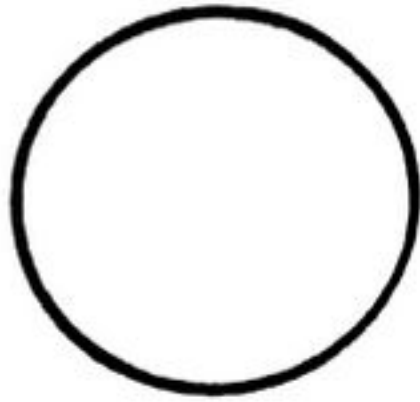


چہ حادثے م د ژوند ون سترے کری

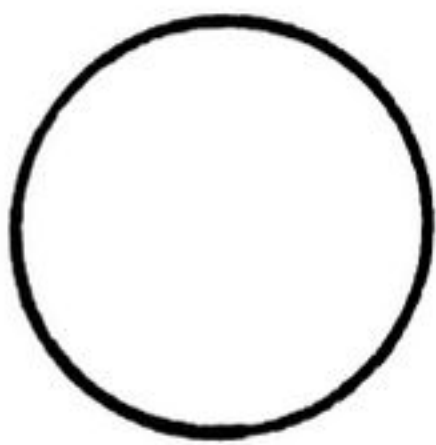
ماپہ یوہ خندا سپرے سپرے کری

زما د مور غیرہ جنت دے زما

ستا پڻ، ڇنڪل باند ۽ ۽ سر اڀرڻ و
 زڻ لڻ، غمونو ۽ پڙو ۽ اودڻ ووم
 وائي، زما د خوب تعبير به، ڇڻ و

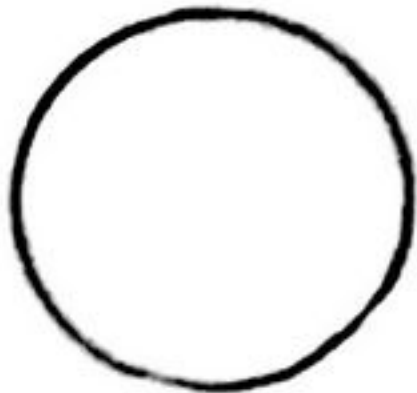


پڻ، نيم، شپ، ڪنڊ د مصر، ميرمن
 وائي، راحه، ڇڻ، تماش لڻ ورشو
 د غره پڻ، سر باند ۽ ڇوڪ اور بلوي

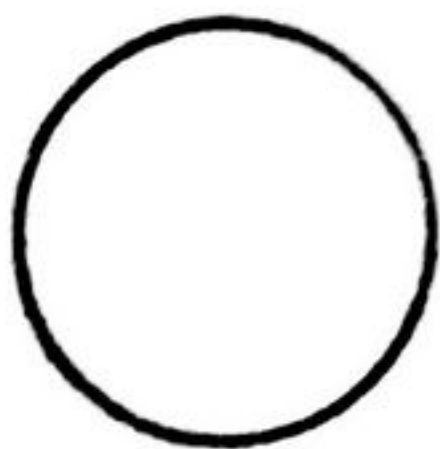


يو ليونئي ده د گودر پڻ، غار
 د ملاقات پڻ، انتظار انتظار
 ڊڪ د اوبو منگي ڪري ڊر ۽ ڊر ۽

سارے دو بیڑی د ماحول تیار کئے
منہ زہر بہ دے هوا غواہی خو
زلفے کسی کرہ چہ دا شپہ درو کے شی

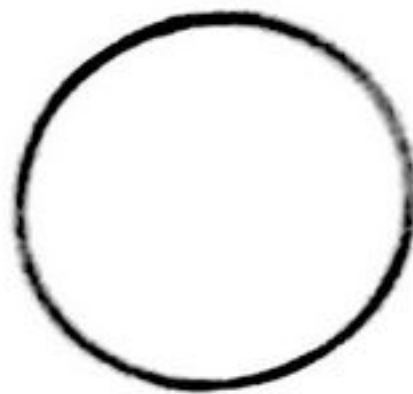


ویرینہ مہ خواہیہ خیال وی پکار
ورونہ پورے کرہ دیوے جئے کرہ
غلہ راگر شوی دی بیدارہ اوسہ

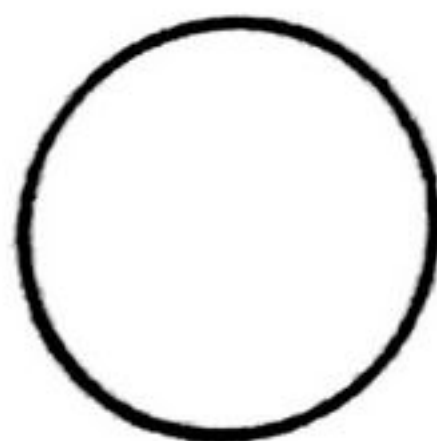


کے دے وارو نو ہیٹ بہ نہ شہ
دا خو شیرینے قاتہ بنہ پتہ دہ
پلار شی پلندر چہ کلہ مور میرہ شی

غم دے نہ ماتہ ہول غموند کرہ ہیر
 زہ نہ بارہ نہ تختیم شیرین
 او د فاوے د لامندے شبہ سوہ زما

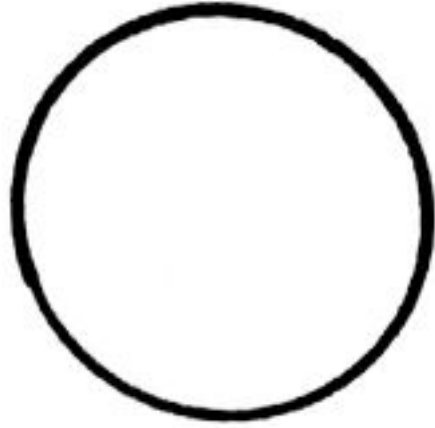


ماتہ ویرینہ ما بے غمہ اوسہ
 زہ چہ ماشوم ووم او تیارہ بہ شولہ
 اور اوری بہ مے بکرے کرلے

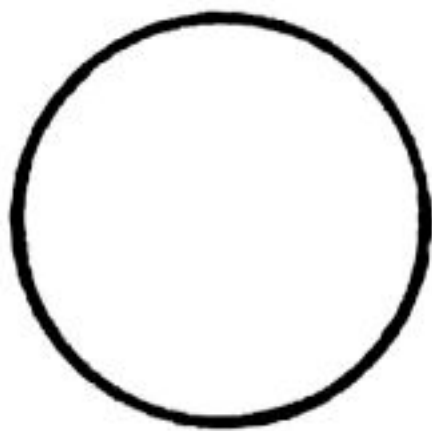


دیر قسموند وفا اوخوری خو
 چہ یو ساعت نہ سترگے ہم پتہ کرہ
 نو د رقیب غوب نہ خبرہ اوری

چینے تہ کوزہ شی لوندہ خُشتہ شی
 مستہ د سرہ لوپتہ لرے کبری
 وائی پہ تہول کلی دے اور پورے شی

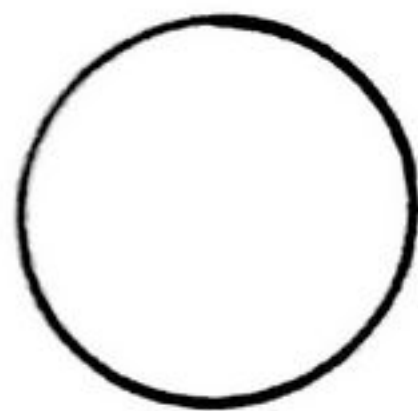


مانہ تیوس مہ کوہ او بیہ سوزے
 دے ستا پہ غارہ د چکلونو امیل
 تہولہ مرئی مے د ازغو دکے دہ

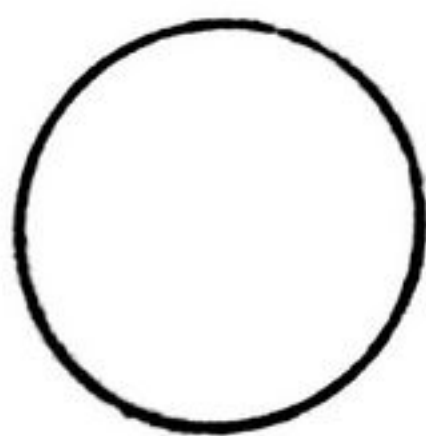


زما پہ سر بہ خنگہ سیورے کوی
 ہیر چہ ہم ورتہ جوختین مہ نو
 د سروے اوندہ د چو دکے شی

چہ د جذبو پہ، ژبہ نہ پوهیږي
هغوئي ته، اوښکې ټټول داسې وی
لکه پندو ته، چہ کسويږي ډه

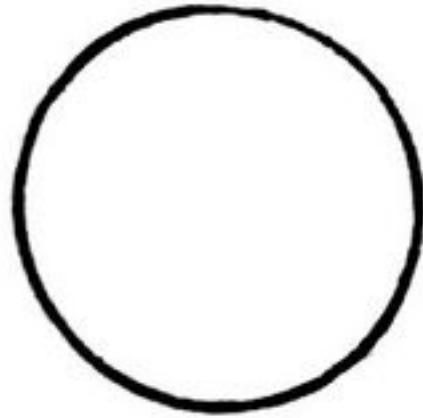


زړه ډه په خټلے باندے را اوځي مرمه
په داسې سيمه باندے شرق پريوځه
د باز په حاله کښه د مار پځي دی

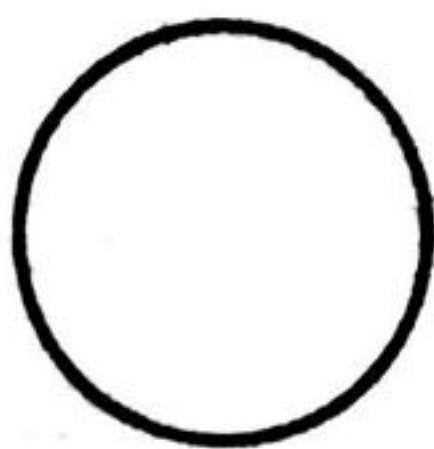


بنه ده چہ واوړو د يو بل خبره
که د الفت نه هنکامه جوړه شوه
په کښه به وروک شي آوازونه زمونږ

مینہ جو رہم د پوندانہ قیصہ دہ
منزل تہ بنہ ورسیدلے یمہ
خو راتہ لار کجہ حادثہ پینہ شی

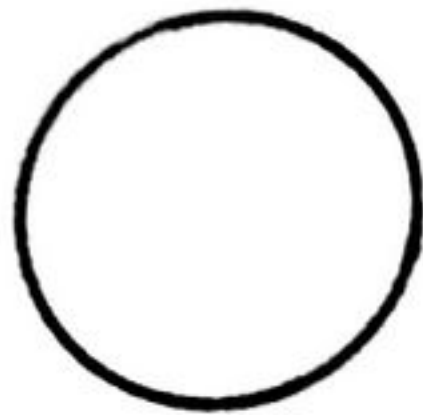


ورشہ د کلی لیونئی تہ وایہ
د لاس میچنے لب پہ خیال گر حوہ
چہ د قسمت کر بنے ترے ورانے نہ شی

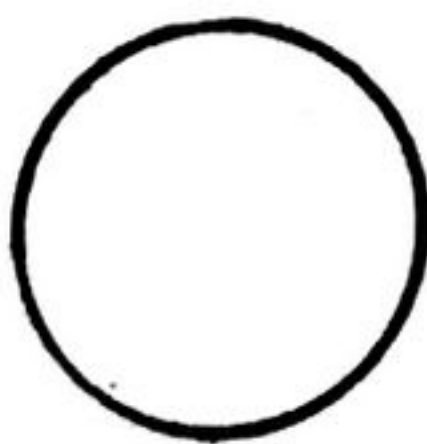


چہ تے پہ نرمو مرمینو لاسو
رالہ قمیص کجہ تنہی تک وھلہ
د خوشحالی نہ ہر گدیوان خیرے کرو

د تور لاندی د سیند چپے وروکے شه،
 د لیونئی نه، ښه پیزار لاهو کرل
 ژاپی اوس ځی په ارگوډی کلی ته،

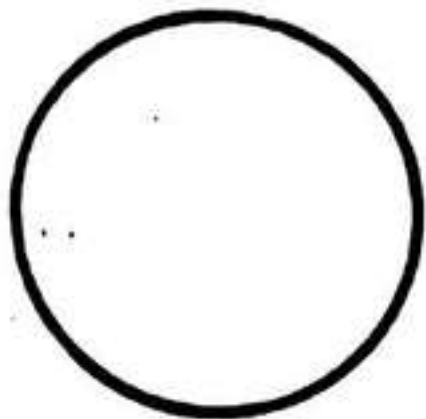


ته د ملل جامه، کپړه ځان پتوے
 خوچه ښه غین کپړه لږه هم خوله شه
 نوهر اندام دے د کابل میوه شه

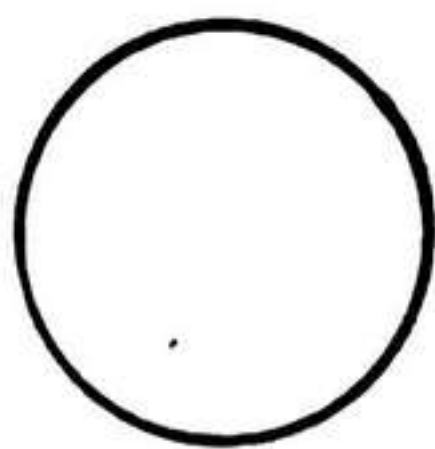


بے دځه سوال، به دے خپله راکړله
 اوس ښه خبره ته هم غوږ نه، نیسه
 زما دا وازه خپله دے خوښه ده شه

د پیغلټوب سپرلی زمونږ کلي ته
 عیرونه تیر شو څو را اړوی نه
 ځان په جیندی لاهو کوی جینکئی

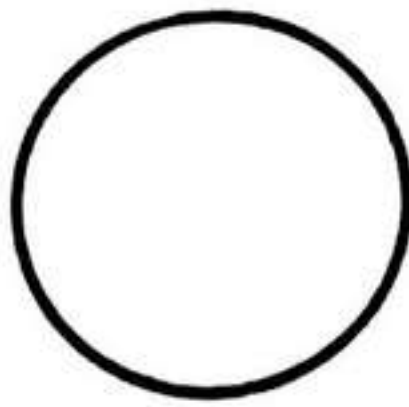


د محبت پاڅه لوظونه اوکړی
 او داسه چل ول کینه قیسه ورانه شی
 لکه تیار فصل بلئی اووهی

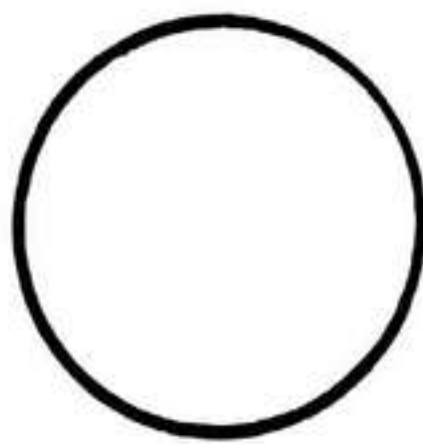


بازار ته قله ما وے چه څه به کوی
 هر یو دکان ته ښه دنده کړو سر
 زما تصویر له ښه یو فریم خوښ کړلو

شوق د لوستوبه په پوره څنگه شي
چې تره والي د کله، نه اخله
نو لیونې رالې کتاب او شلوی

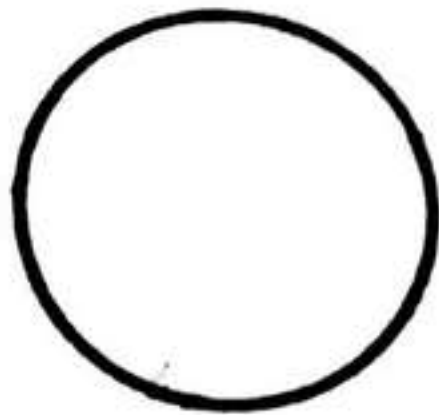


خه ته په گوري نه، خبره کوی
وايي چې څومره بدل شوه ته
او په البم کي تصويرونه گوري

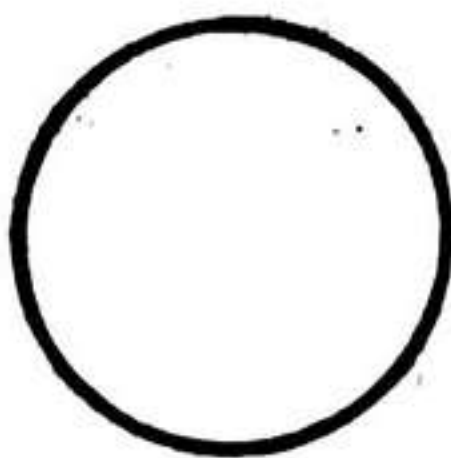


يو لامبوزن څو طوفاني سيمه ده
دوب چرت، نشو د يو بل د لاسه
دا به گودره گريدل نه، دی

ویئل دے مرہ بہ شمعہ شپہ درنہ دہ
خہ بہ وحشت بہ سترکے تا پتہ کرے
بہ بہانہ بہ راتر غارہ و تے

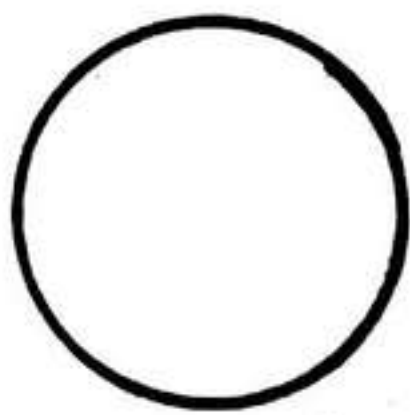


بہ ما بہ خہ تیرین ی سوچ اوکرہ لب
چہ انگیتہی قدرے ہم تہ بلوم
د ژمی شپہ دی او یواخہ یمہ

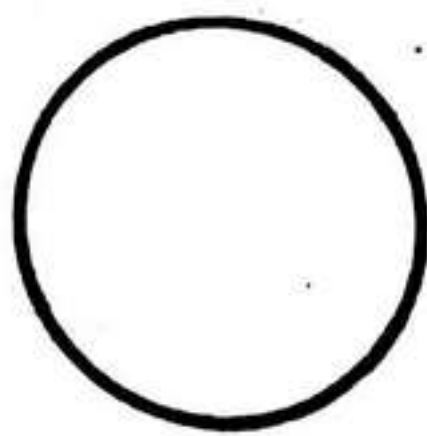


خدا کے شتہ زمونہ مستقبل بہ خہ وی
د قام سپین بیری چہ بہ سرد ورو
پاسی بہ خیلو کبیر جنگونہ کوی

چینہ کینہ لب د چینارونو پہ شا
پیغلے چہ پاسی لو لکئی رانیسی
ویم کہ قتلیم د اختر میلہ کینہ

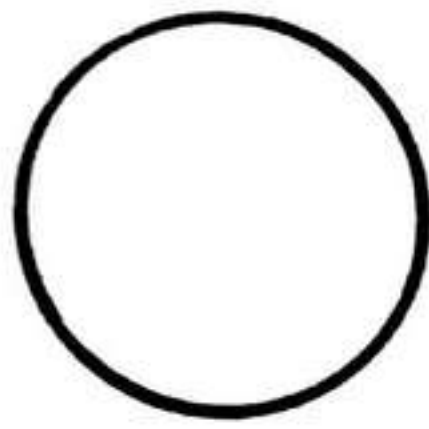


راتہ نامہ د رقیب مہ اخلہ
د گورمکی بانگیانو نوغ ورمک شہ
چہ گروکو چرگوتہ خانگوتہ وہی

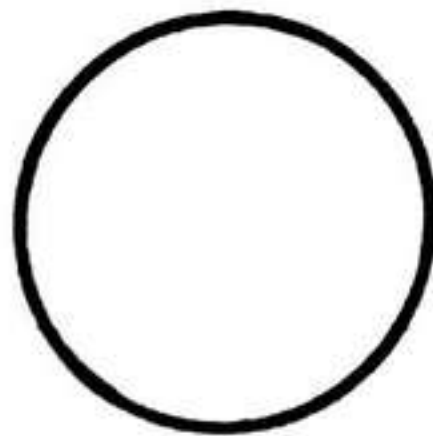


دیرچہ مہ حان تہ پہ کتو سترے کپی
د کلونو شپول کینہ پتا کپی لہما
وائی راخہ چہ پتا پتو نپے وکرو

د پیغلو کئی ناوے شوخی اووینہ
ساده خاوند ته ئے په جنگ کینه ویل
هه خوانی مرگ شه زه د مور کره حم

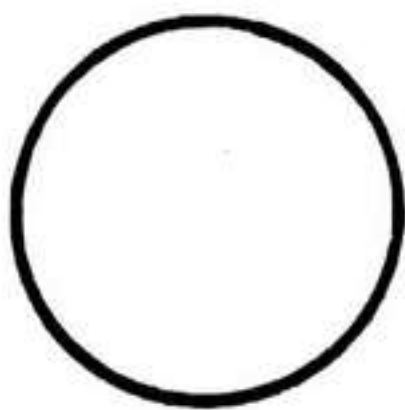


د چلو خانگه د کیکر او نو کینه
داسه خورے دی لکه شه اووایم
غم چه زه شتکه په خندا بد لوم

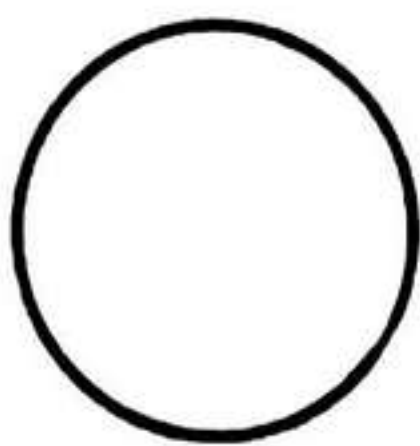


زما د داسه ژوند نه ویره اوشوه
دا خو قسم دے د قیامت نخبیه دی
میانده زامنوته دعا نه کوی

دی مو ریلو ته تیار فصلونه
کرمی سیوا ده خو مُلا ته وایه
چه د باران سوالونه لا نه کوی

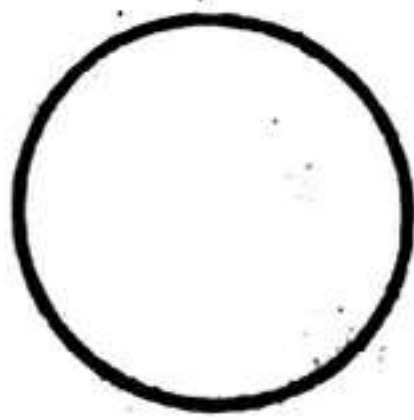


منم شیرینه تا کینه زور دے بلا
خو هوښیاران یوه خبره کوی
چاسره فکر اړمول ښه نه دی

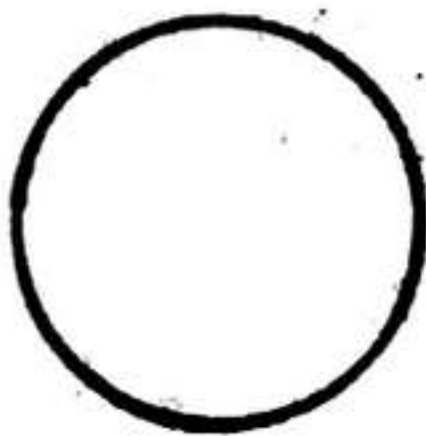


تپوس زما د لیونۍ مه کوه
خو چه د ښکلو تصویرونه گورم
دنگه غږې لکه خامار پجه کړې

دوه میټان چه وی هُتکل کټر روان
او شی ناخاپ، هوفانونو کټر هکیر
نو چه تر غارہ نشی هه به کوی

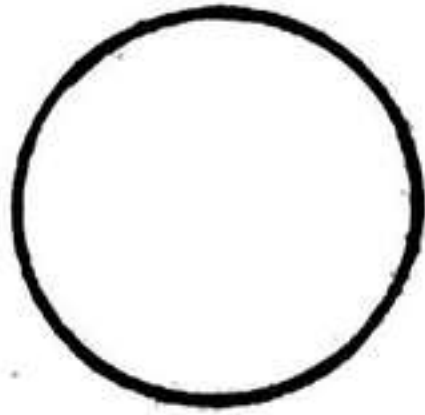


چه بے دیرہ موده پس اولیدم
نو بے اختیارہ بے گریوان خیرہ کرو
لارہ بنادی ورته ماتم جوړہ شوه

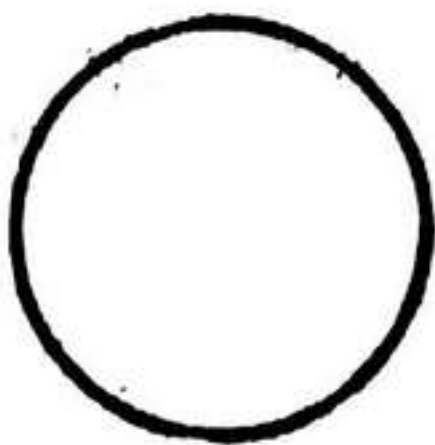


د گودر غارہ یو په دوه کړی حسن
هکله مدام هلتہ د مستو پیغلو
په ترخ کټر دوه منگی خلور منگی شی

ماتہ چہ وائیٹ پہ خہ نہ پوھینے
منم شیرینے خوچہ دوارہ شو یو
ستا تجربے بہ تجربے شی زما

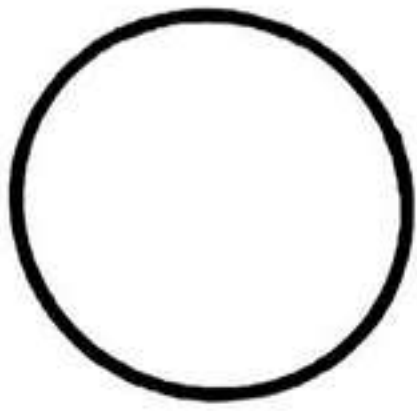


وائی د مینے نہ غ نہ اہوم
خو زمانہ دیرہ خرابہ دہ او
پہ سوچ کینے لاپہ شی رومال تاوہ وی

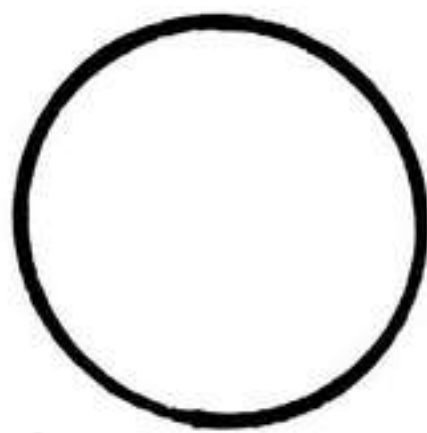


ماتہ داخیل تندے معلوم دے کنہ
شیہ کہ پہ ما راغلہ شیرینے زما
اور اورکی بہ لہ حنکل نہ اوھی

بیا ئے بانہرہ دسترگو پورہ نہ شو
سر ئے زما پہ سینہ کینسو دلو
قاتل پہ خیلہ خود کشی اوکرلہ

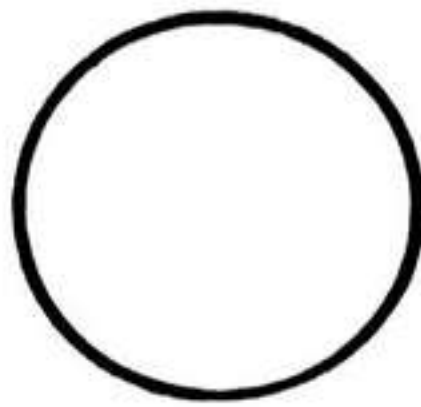


اوبیکے ئے توے کرے پہ سلگو ئے ویل
دھرے بیکے جینئی فال گورے تہ
بیا بہ پہ پکنک باندے نہ راخمہ

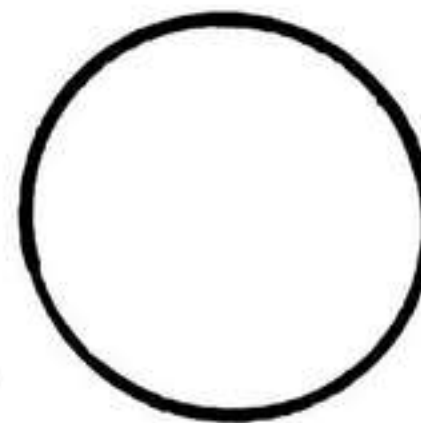


مستہ بے فکرہ پہ ساحل ناستہ وی
خو سمندر کینے چہ غور خٹنگ اووینی
وائی زہ ستا د لاسہ غرقہ شومہ

نور یہ لہ مرگہ ماپہ خہ ویرہ وے
 پہ ماخو تندر ہافہ دم پریوتہ
 چہ دے لہ سرہ لوپتہ پورتہ شوہ

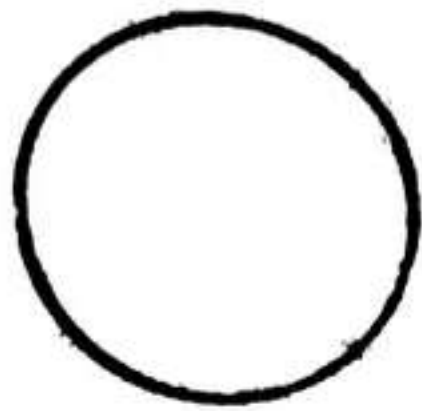


لاخہ خبرے سپینے شوی نہ دی
 کہ خفہ کینے نہ شیرینے زما
 بیا بہ پہ قا باندے جرگہ اوکرمہ

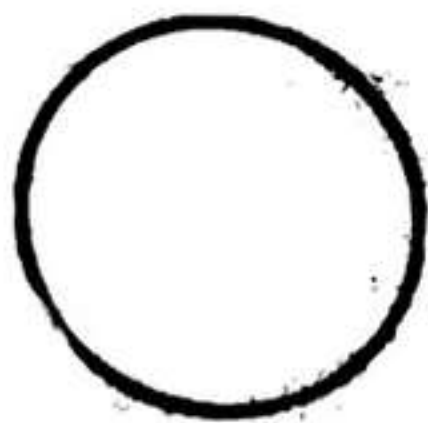


بیاچہ تور سروکپہ سرتور سرونہ
 مندرے دی شور او ہنگامہ جوپہ دہ
 کلی کپہ سپی لیونی شوی دی خہ

شیرینے قا لاختہ لیدلے نہ دی
شی پہ خیل حان پکیر ستومانہ سرے
میتہ بیخی د پشکال غرمہ دہ



وائی کویردن خو ماتیدلے ہم شی
اوس ہم لاهیٹ تلے راغلے نہ دی
لاخو زہ قاتہ وادہ شوے نہ یم

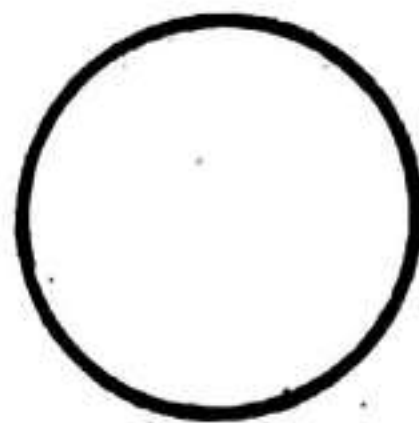


لاس م پہ سر کیندی شیرینہ وائی
اوخوڑہ قسم چہ بے لہ مانہ بہ اوس
د عزیزانو کرہ شپہ نہ کوے

خنگه، تیرینی شپه او ورک د ژوند
لیونئی شه به درته وایمه اوس
دا د بازار د چوک خبره نه ده

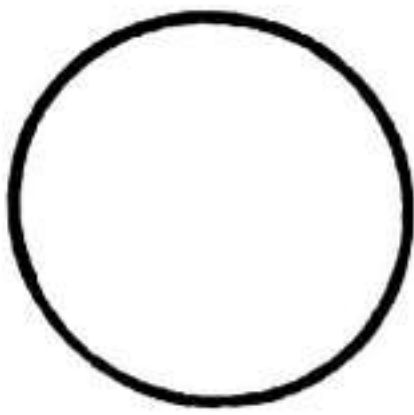


واي زه مينه مينه نه پيژنم
ستا که دا خيال وی چه واده کوښه
بياد بابا سره خبره اوکړه

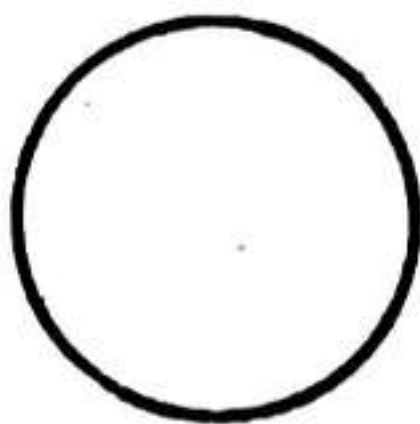


نور په برباد زړه کښه م پاته شه دی
لاچه پرته تنه د ژړا غورځوے
په ادیره کښه جواړی مې کوه

تہ لا غرور پہ، خہ خبرہ کوئے
ستا د پریکری سہو کی نہ ملے
زما د بریتو سو کے ہم لوئے دی

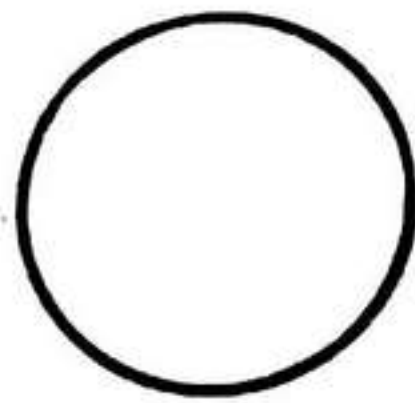


شیرینے دا د پستنو سیمہ دہ
سترگو کینے مہ وایہ ذرہ حالونہ
د کور خبرے شوک بہر نہ کوی

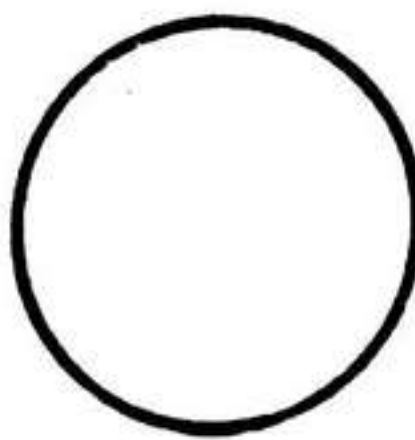


راتہ شیرینے پہ سلگو کینے ویل
پہ تا د مور شودہ حرام شہ کہ تا
زما د خور سرہ وادہ اونہ کپرو

د قربانی خاوع خونہ یمہ زک
تہ چہ د کلی ہرے پیغل سرہ
زما یہ سر باندے شرطونہ ترے

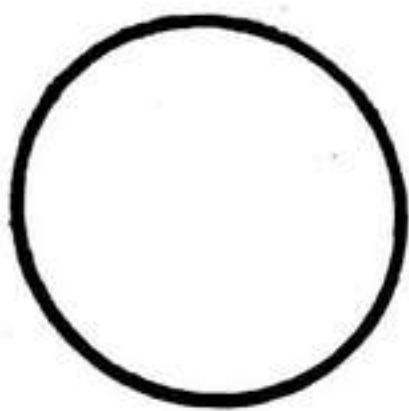


د پیغلتوب ورخ وریادے شولے
چہ عے زما د شاعرئی کتاب کینہ
نن د رامبیل کلونہ اوچ اولیدل

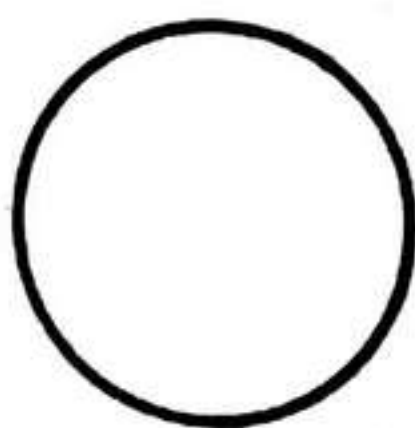


د ژمی شپہ چہ د نیمئی نہ واوڑی
شمع چاپیرہ پہ زیارت بیلے کپی
وائی د کونہو دے اللہ آسره شی

چہ حوصلہ بندہ شی ساء م اوہی
 اوخاندی وائی زبہ دے جمع کرہ
 خہ دہ خو تندہ دہ بس ماتہ بہ شی

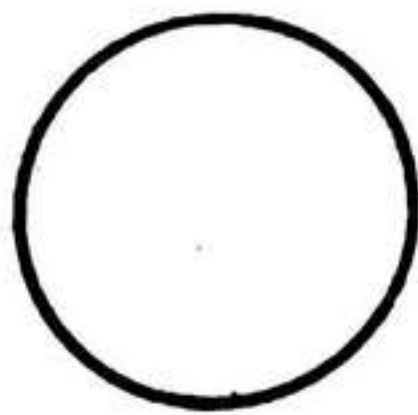


چہ ئے پہ سرہ غرمہ لیدو لخمہ
 نو، یو سیلاب پرے شی رامات دخولو
 خو لیونئی ماتہ بیوزے وہی

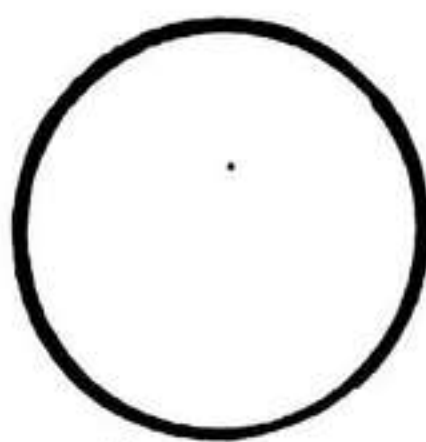


زلف پرانیزہ مہ حلال بہ شہ
 لا د مابنام تیاری خورہ نہ دہ او
 وینی تھنیں د شفق د زبہ نہ

خدا ئے شتہ دھر یو شی مقام پیترنم
کورم ہم شتہ دے خوشیرینے زما
زہ پہ حجرہ کینے مرزان ساقمہ

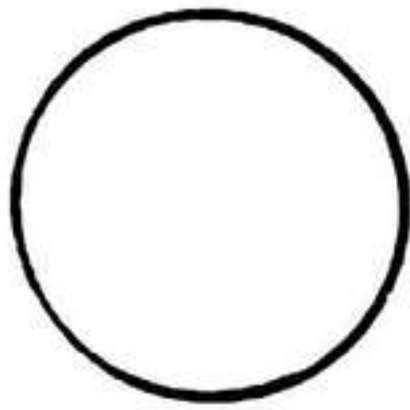


د بشکو غم ہم د عشرت نامہ دہ
د کل پہ عجب باندے چہ اوٹھینری
اوشکونہ پرخہ د سحر سازہ شی

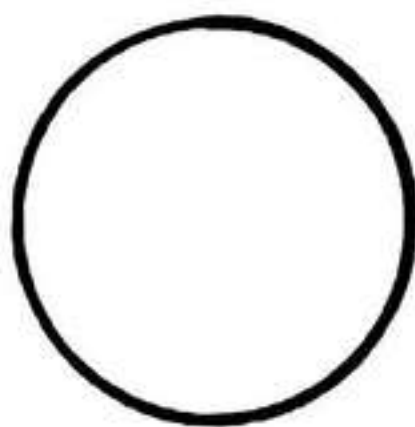


غلے شہ شپہ دہ لتوی موخلق
دا کل درے بہ دے آواز شیرینے
بیرتہ پہ وروستو باندے اوتنبوی

راغچہ، اے اوہنکو کینے خوارہ وارہ شی
چہ، خاٹکی خاٹکی پہ، سینو پر یوہی
مچائی د شاتو گبینو نہ، اوخوری

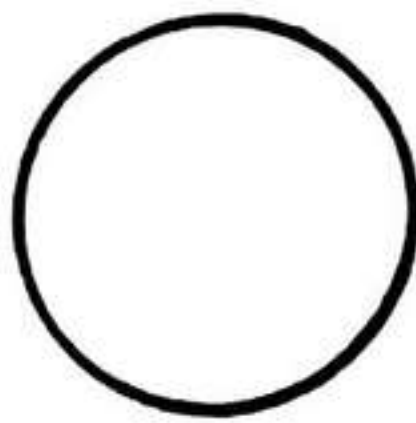


شپہ کہ لہ دے نہ نورہ ہم درنہ شی
د لیونئی زہہ کینے تیارہ نہ راہی
بانہہ اے ہول اور اورکی پاخوی

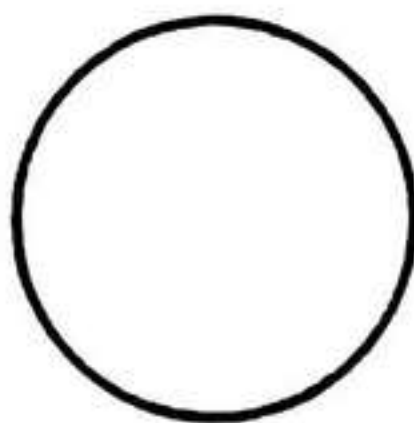


ویم چہ دا خیلہ خیلہ م ماتہ کرہ
ما وے نکرینے زما خوبشہ نہ دی
نو لیونئی پہ ژرندہ اور پورے کرہ

وائی چہ سپین م سر کبیر او لگیدہ
 لاس م پہ غور اندے او گورہ نن
 چہ د وادہ کر بنہ پہ کبیر دہ کہ نہ

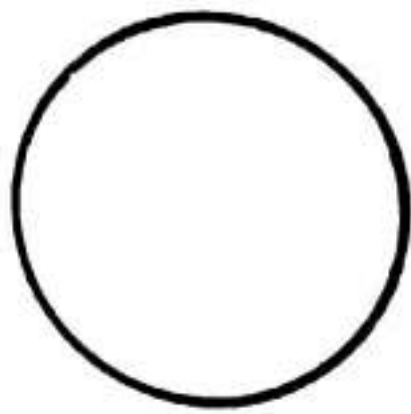


ویئل کے مینہ دے پہ شرق اولیہ
 درلہ جارو راشہ جانانہ زما
 زہ دے لہ کور کلی نہ اوویستمہ

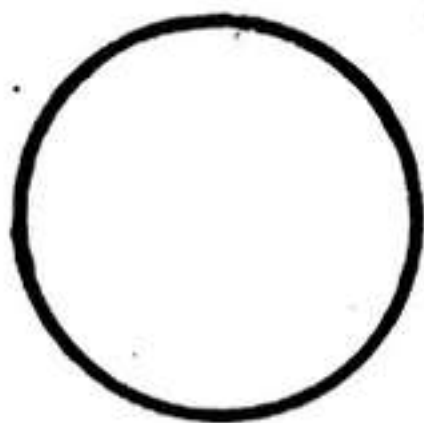


آواز بہ ٹنگہ د شپیلی پورتہ شی
 وی پہ دے پسرے بے خیالہ روان
 سر لہ تنہ نہ د شپونکی پریوٹی

دا خو یو حانتہ مسئلہ دہ کھلے
قابو چہ نہ شہ نو بیکل دے کرہ
زما پہ نیت بہ گورے شک نہ کوے

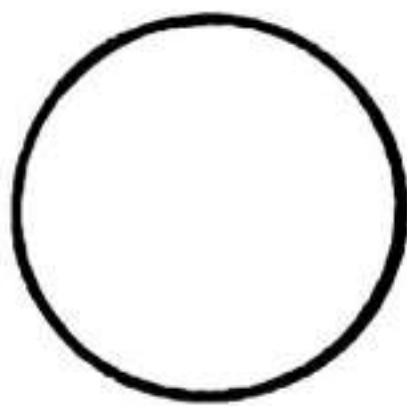


ویئل ئے نورخہ درتہ ویہ نہ خو
دچا راغلے درلہ راشہ کھلے
پہ ما دے شپہ کرہ او تہ کور اودہ وے

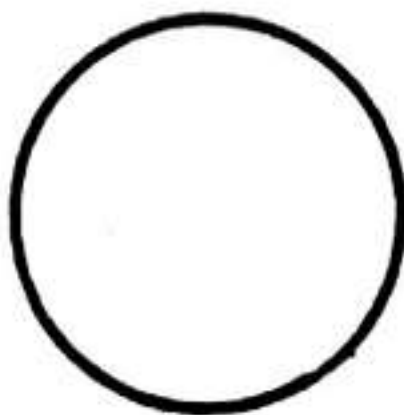


د مینے دا ادا بہ ہیرہ نہ کرہ
راشی دُرشل کینے راتہ "قا" اوکری او
پیغلہ پہ حان پسر تمبہ پورے کرہ

زمون د کلي په سکنه مابنای
پورته چه نه شی نغرو نه لوگی
وی تر سحره انگولا د ورو

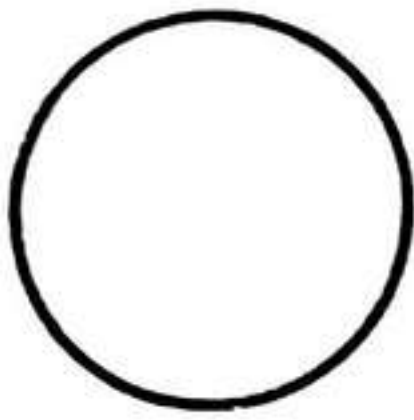


ما ورته اووے خومره بنکله تے
ویل تے دے کنږه خوڅه شک نشته خو
ستا په خبره اعتبار نه کوم

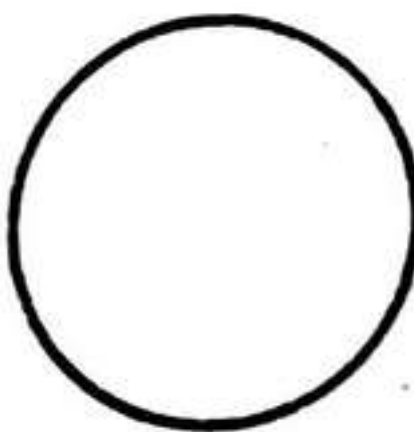


خومره مو قام په ترقی دے روان
پیغل ، ځلې د شپه خوبونه ، نه کږی
په وی - سی - آر باند ښه کوری

زما نزلہ دے پرے بیخی ماتہ کرہ
خو زہ چہ نہ یم نو د چم لیونئی
د مرچکو لوگی بہ چاتہ کوئے ؟

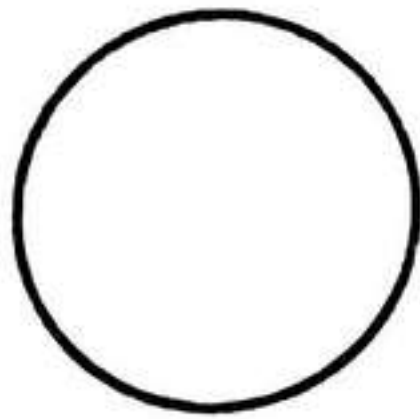


ریبہ ، گیا شیرینہ ہیٹہ نشہ دے
تپوس زما د زندگی مہ کوہ
اوس بہ پہ لور باندے چاچئی زخمی کرہ

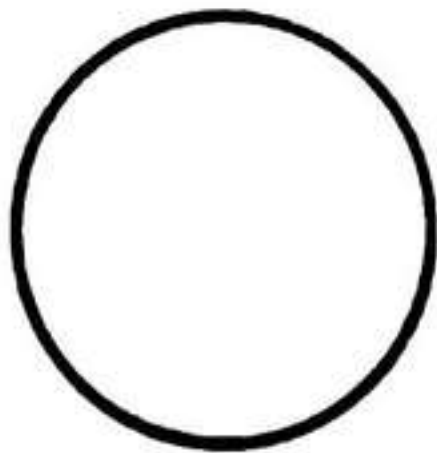


ویلے حان ہیرے د لوہے وڑنے
تالہ پولاو د کوئے راوہمہ اوس
پلار دے ہم ساگ سرہ سوکرک اوخیرہ

زما راتلو ترے ہسے لار کرہ خطا
پیوے ئے داسے لہ کھٹو پرافستو
لکہ ماران چہ ٹنگہ پت غورخوی

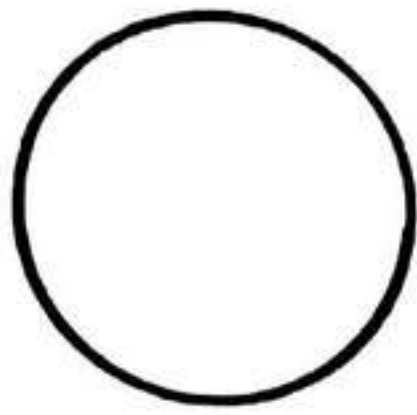


زما ستائے ئے دماغ کرہ خراب
ہسے خو ہم وہ پہ تریکو ہوسے
اوس ئے لا پنبو کنبہ گونگر وکان اوتہل

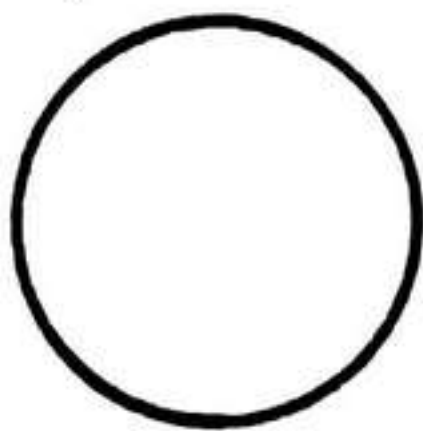


وہ خیرہ چہ پرے بار وی ہفہ
خہ بہ زما دبدن بار اوزغی
ملا ئے نری وہ غیرگہ ماتہ شولہ

وئیل ئے مالہ نو لکئی اونیسے
خوچہ مئین ئے سر پہ مندرہ کرلو
نو لیونئی ورپسے سپی خوشی کرل

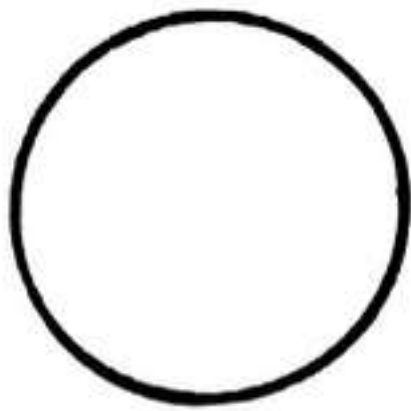


داسے فریب ستا د ثرا اوخوہم
خوک چہ د بنار حمام کبیر غسل کوئی
او سر د لاندے پہ صابون پر یوخی

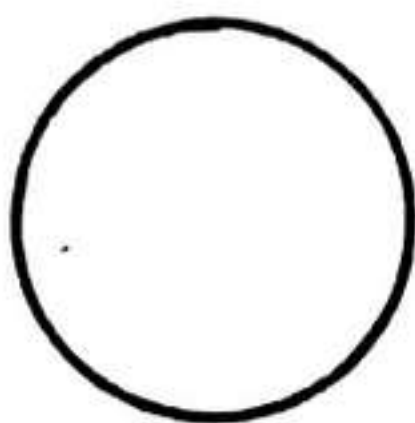


بیا را روان دے جوہے قحط پہ وطن
گورہ وایٹھ پہ آسمان خورہ وی
ٹھاٹھکے باران قدرے ترے ہم اونہ ٹھی

چه د اوښانو په اوږده قافلـ
طوفان راكوځي د هار غرمه كښـ
نو د صحرانـ مقبره جوړه شي

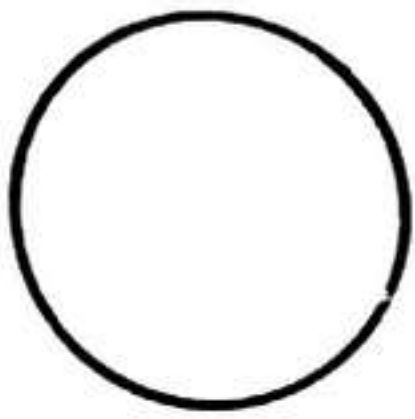


كونډه د بل واده په حق كښـ نه وه
چه مـ زما جگـ شمله اوليده
ويـل مـ كور لـ دروازه بدلوم

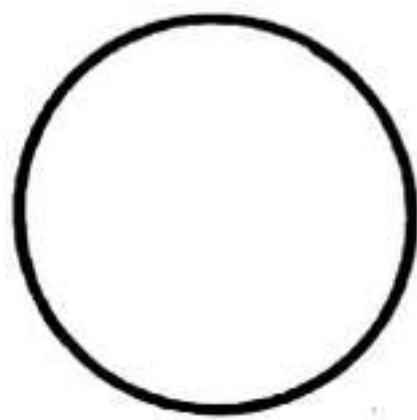


ستا دلاسه داسـ بـ وخته وـ چه
كه بودي چه سره جوړه كړي په تن
او د سپين سر نه لوپته لرـ كړي

خدا ئے شتہ چہ مانہ خہ قصور شو دے
یوہ جینئی دہ زہ ئے نہ پیش نم
وائی پہ تا یاندے م پور پورے دے

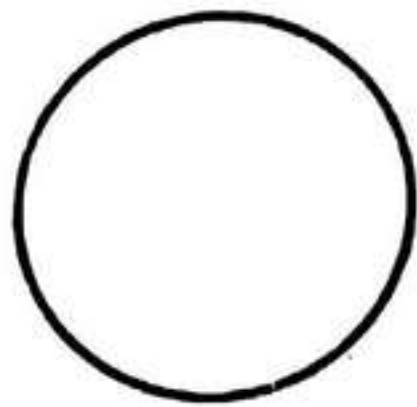


د ژوند صحر کینے د احساس غرمہ کینے
داسے خہ گورے اونے ہم شتہ دے چہ
د مسافرو پہ سر اور وروی

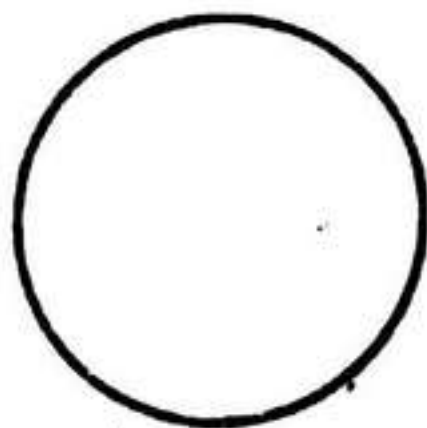


دا ددے چم بنکلو تہ بنہ پتہ دہ
زہ پہ خندا دھوکہ کیدے نہ شہ
حکہ خو گوئی پہ تندی راوی

په دغه لار چه پيښه اوتنه كړې بيا
هېر نه ستا د فريونو ژړا
زمونږ د شكو كوركي لاهو كړي

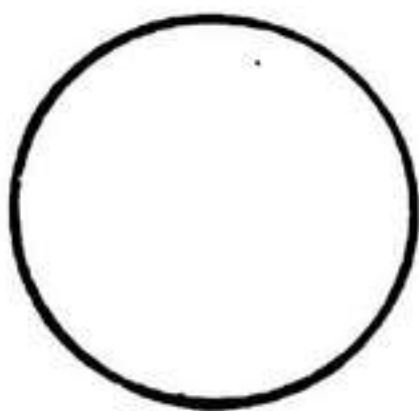


خه به د زړه زخمونه ورشي زما
لږ چه د ژوند د درده ساه اخلمه
د محبت خپسه كيني په ما

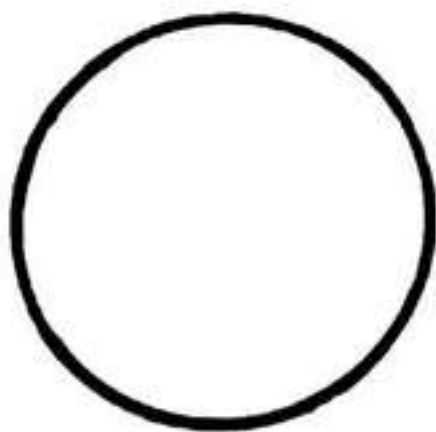


وينه م اوسوزي خو تا يادوم
يم په مثال لكه د كلي غريب
تل چه په قرضو خيراتونه كوي

نو زه به سترگه څنگه پتو ک
 شپه چه پخه شی لیونی اووایی
 مال به خوب راشی خوته اوده شه

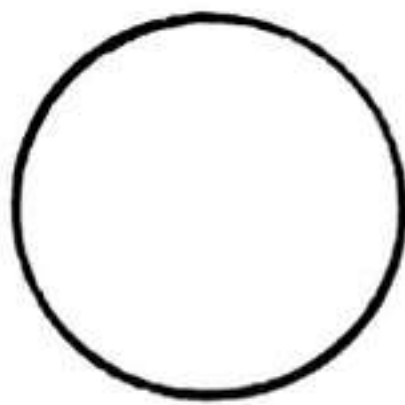


همه به وړاندے نه اودرین مه خو
 راپسے سپی غایي به هره لاره
 ژوند د اوبسانو قافله ده زما

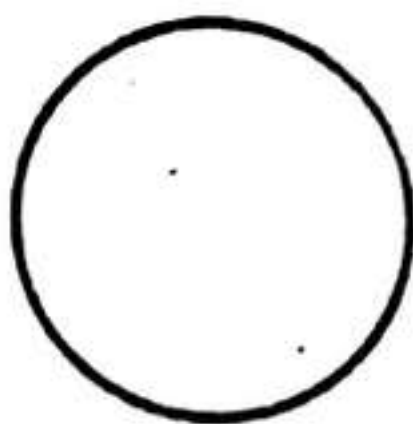


خدا ئے شته چه ساگ ترینه سیلئی اوپے وو
 خه به خوارو ئے راته دومره اووے
 راشه صبا م د گودی واده دے

واڻي حجره ڪٽڻ دے ياران يادوى
 پاسه جولي دے ڪرل دڪور ڪٽونه
 زه دے د لنگو په رابنکو سترے ڪرم

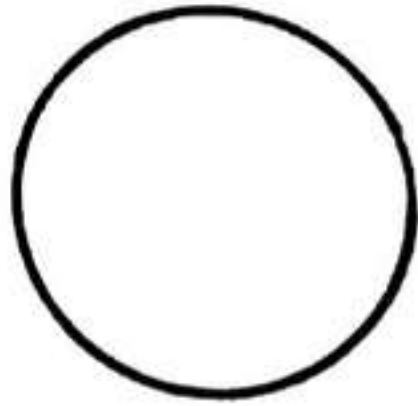


وايٽم چه ڇه به وي انجام د مينه
 نو ليونئي خله ڪٽڻ چوينگم واچوى
 راته بس خاندې پوڪنڙي ماتوى

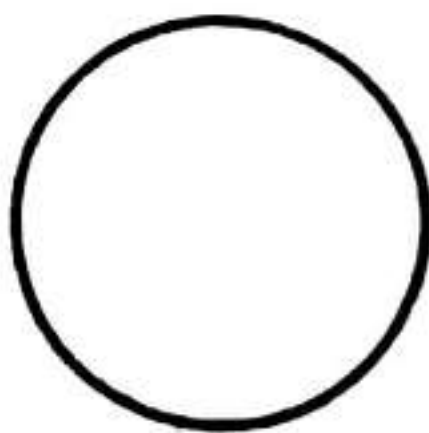


لايٽيرى ڪٽڻ چه لوستنه ڪوى
 او په مضمون ڪٽڻ م تعريف اووينى
 اوفاندې پانڙه د ڪتاب واروى

خُوانہ مالک د خیلے خو بنے ئے خو
بیا بہ دا بریت ہم تاوولے نہ شے
رب دے د بنیئے لاس تہ مہ کینسنوہ

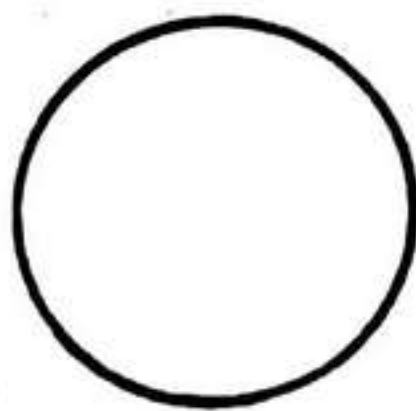


وائی راتلو باندے دے تنگہ نہ یم
خو چہ کوخہ کینر میلمانہ اووینی
مور م د پلار سرہ غویل واچوی

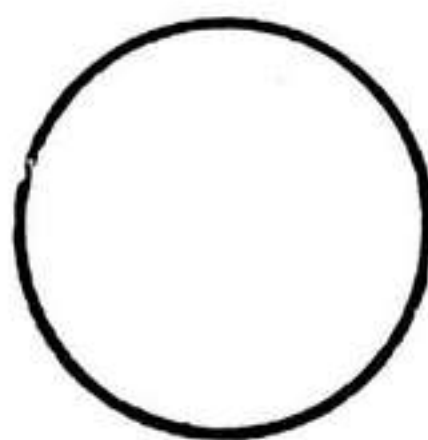


راتہ ئے مور اووے تیوس مہ کوہ
اوس خو پہ پلار باندے ہم سرگرخوی
توبہ ، توبہ هاغہ "ماشومہ" توبہ

کوی خبرے لیونئی د عقل
وائی بابا م ہیر ہم خرخوی
راخہ چہ اوتختو لہ دے وطنہ

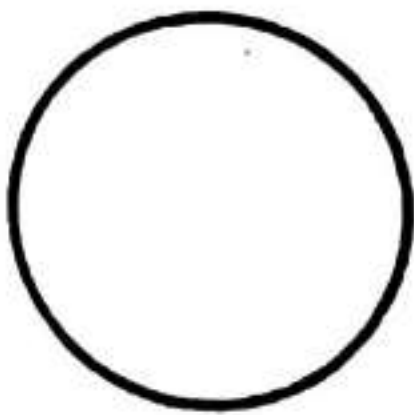


درتہ م وے راخہ چہ مینہ اوکرو
پندرے پے سرکرو دخشاک ویلے
تہ د مہرے گیارے خبرے کوے

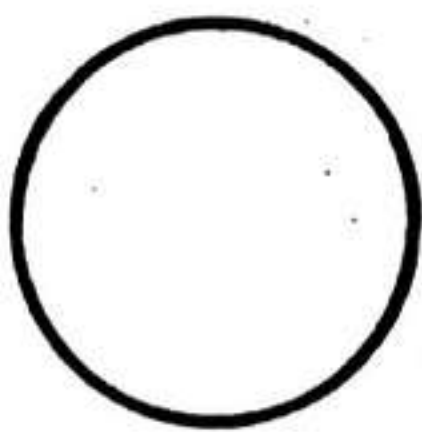


د ٲیل لیمپ رنہا دے تہ مہ شہ
خو اوس چہ شپہ کبیرہ کتاب اودہ شہ
مادتہ دے هاغہ شوگیرے یادے شہ

ورتہ م اووے خو بہ سِل لہ د بنار
وے ئے کہ وروک شو وایہ بیا بہ خہ وی
ما وے خیرہ دے رشتیا اوکھلہ

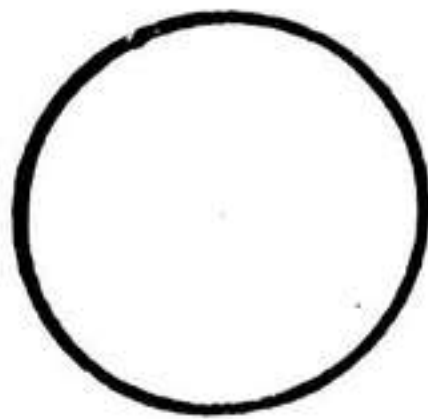


ہرہ خیرہ دے پہ کھل بدلہ.....
خود پیرس د بنار بلبلہ ئے متہ.....
”اوسوری (Sory) زہ دومرہ ایروانہ نہایمہ

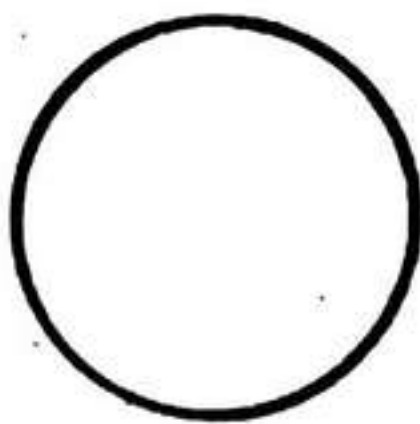


پہ زہہ دے داسے سورے کرے یمہ
اوس آیتنے تہ ورکتلے نہ شم
ہسے نہ جور ترینہ اویدہ یا نہرہ شہ

دومره د ژوند سره رشته ده زما
ماته چاپیر چه شی کلونه د رنگ
په تیر سپرلی پس ارمان کوومه

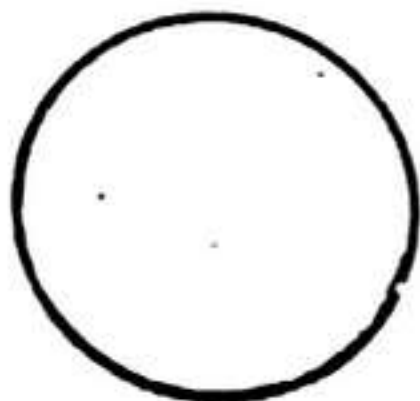


منه دا کار د بارانونه نه ده
چه سره غرمه پرے وروی اورو نه
تنده به هله د محرا ماته شی

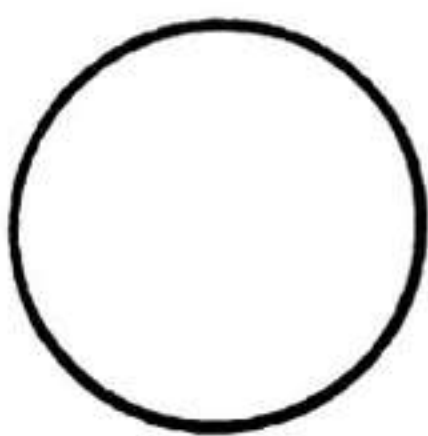


دومره معصومه ده زه خه اووایم
چه ترے پخپله هم خطا اوشی خو
زر به په ما باندے تهمت پورے کړی

گهراڻه په دے کښه د خفگان څه دی لا
 حُک، ستایم مازیگر دے د گودر
 مات، د هانگ کانگ د تهذيب پته ده

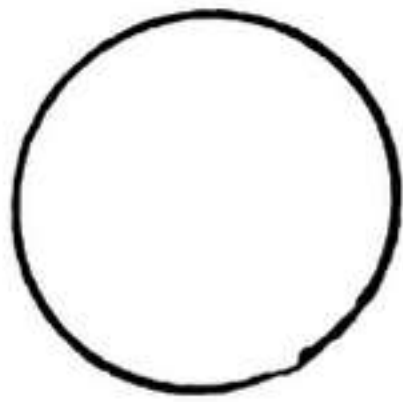


راسره غم شوچه څه چل خوشته دے
 ډیر په زارۍ او منتونو وائی
 راوړه ایملی گنی نو خاوره خورمه

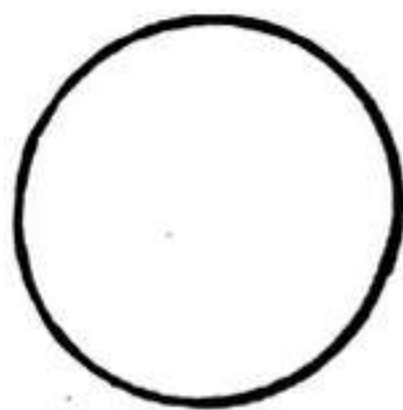


په یو قدم کښه داسه چال کړی بدل
 چه بیاد قینسته لار د هم نه مومم
 مینه د ښکلول د شطرنج لوبه ده

زمونينہ داسے نصیبونہ چرتہ
نمر دے راختہ دیاران خاٹکی دی
جانان تہ وایہ دگیدر وادہ دے

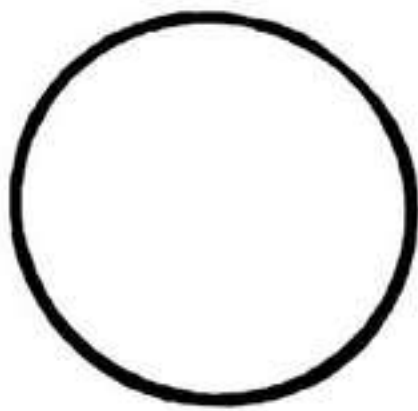


داسے سیلئی را آلو تیل دہ چہ
پیغلے اوہ دے زلفے ساقلے نہ شہ
پیوی اوس کلی کینہ خوک نہ جوہوی

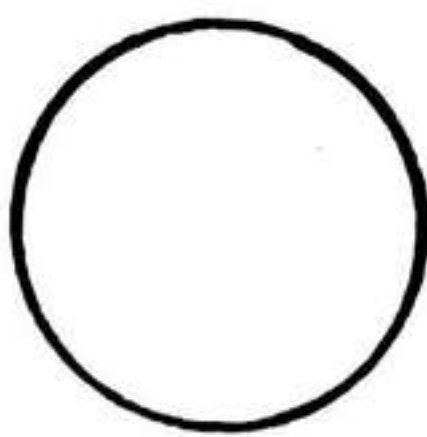


وائی خفہ دے پہ وادہ نہ یمہ
افسوس پہ دے راخی چہ ستا بنکھ م
دے چیتے برابر ہم نہ دہ

منم ہیٹ کار ورسره نہ لرم خو
دا جینکئی چہ پہ ہان اوتوکی نو
لاہے زما پہ خلہ کینہ ہم اوچے شی

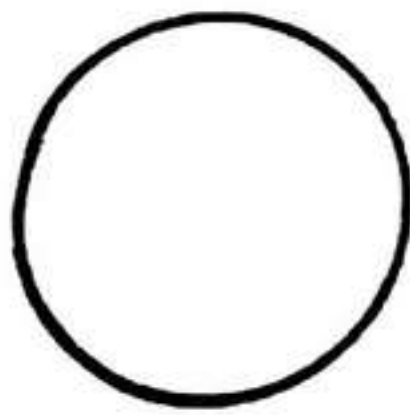


راتہ یادیزی نہ چہ چل خہ ووخو
زہ لا ماشوم ووم چہ زمونن کلی کینہ
خلق لہ کورہ تختیدل لہ ویرے

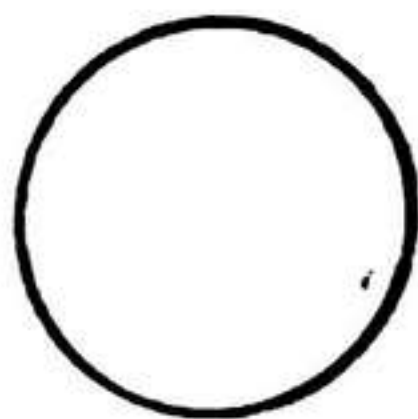


د پشکال د بارانونو فریب
دومره قسم دے دھوکہ کرے نہ ووم
خو ستا ژہا راباندے لوبے اوکرے

د اوږی تاؤ کبتر چہ پاخہ شی غنم
د کلی خلق پہ غوبل اختہ شی
مونږہ د یو بل پہ څنکل اودہ یو

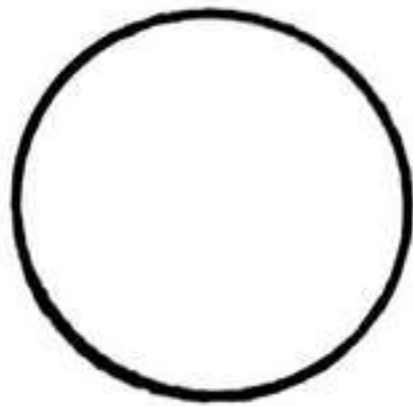


سم لہ سحر راسرہ شر واچوی
خو چہ د شپہ پورہ یوہ بجہ شی
وائی راخہ چہ دواپہ روغہ اوکرو

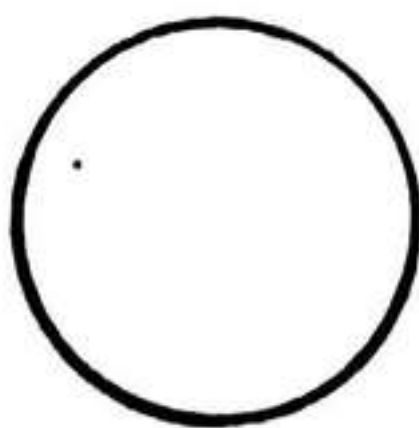


ما ئے شل ځلہ میلمستیا کړے وه
چہ ئے بنکلے ته یوہ ورځ ورغلم
ویل ئے څوک ئے زہ دے نہ پیشتم

تہ شوی د بنار پہ ہنگامو کینے وروکہ
اوس د چینی شور او شنہا شیرینے
مانہ پہ نیمہ شپہ کینے خوب تختوی

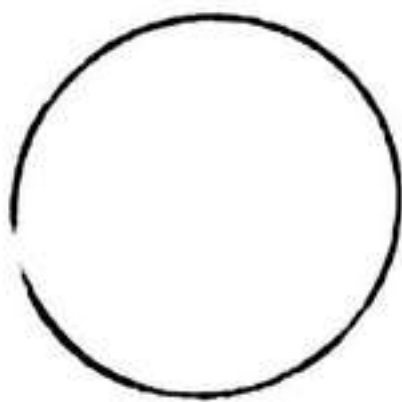


تہ چہ پہ سرہ جو رہ کینے اوخاندے نو
ہیر د ہان سرہ دا سوچ کومہ
د چا غریب کور بہ وراں شوی وی نن

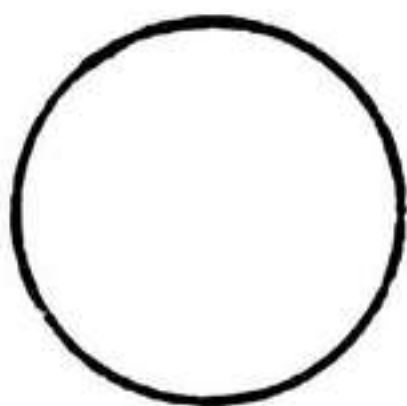


ژاپہ مہ بیابہ دے مدام ژاپہ
ماتے کشتی چہ لہ او بو د کے شی
نو دوبیدو کینے عہ شک پاتے وی

دواڻه لاسوټه رانه هم پريکړه خو
که ليونئ زما د گوتو نڅينه
ستا د خوانئ سپرلي بنسټه نه کړي

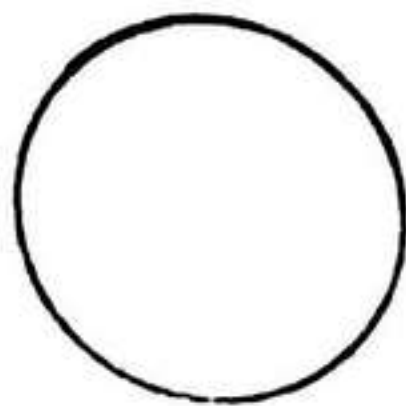


ياد م شي سيل له دبحرين متلي وو
چه ۽ وعده د محبت کوله
د سيند په سر بوږ بوږکي ماته شوه

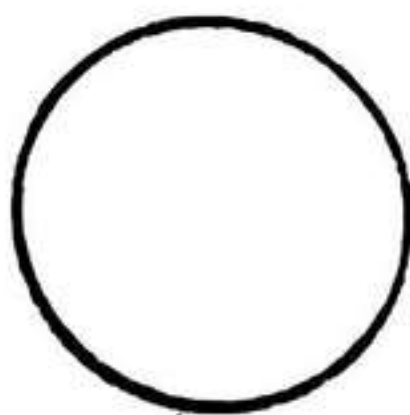


د ديدن لږ ۽ بهانه خو نه دي
واي په حان به زه پيريان رولم
بيا به د پير بابا چکر اووهر

دا بے رخی دے بے غرض نہ دہ
حُان دے راونغبستلو خیر خو دے وی
بیا دے حُہ دام راتہ خور کرے دے حُہ؟

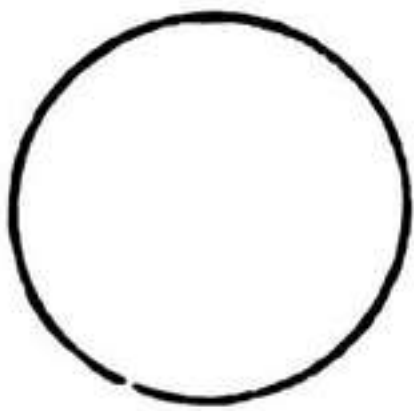


د انتظار شپہ چہ پرے بنہ او بدہ شی
نو دو نکاچہ تہ د انگنہ راو وھی
ستورو تہ گوری او رباب غزوی

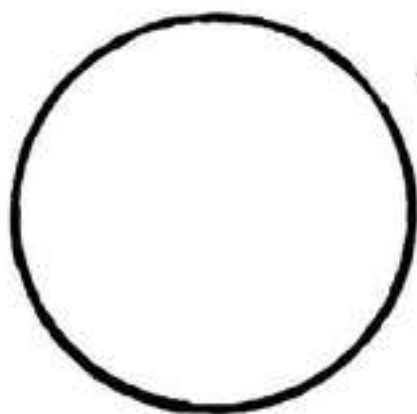


شیرینے ہر وختہ مستی مہ کوہ
ستا چہ پہ لچو کینہہ بنگری شہ نگینہی
زما لہ سترگو نہ خوبونہ یوسی

ناوے نن خیل خاوند ژرہ، ویلے
 وړاندے به، ټوله ورځ کوټه کښه ووناست
 او اوس په نیمه شپه به کوره اوځی

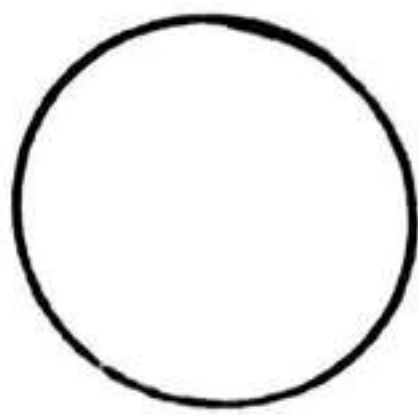


پردی وطن ته څوک په خوښه نه ځی
 شیرینه اوښکو ته دے بند او تره
 چه د باران اوبه ورانے اونه کړی

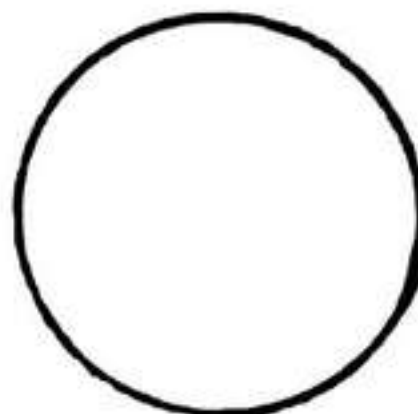


فطرت په خپله موسیقار دے د ژوند
 چه طاووسان سر په گډا اووینم
 ویم که څنګل کښه څوک ستار غږوی

یوے کاسیرے خیل آشنا تہ ویل
 اے کہ زما قاسرہ مینہ نہ وی
 زک دے پہ خیل خاوند طلاقہ شہ

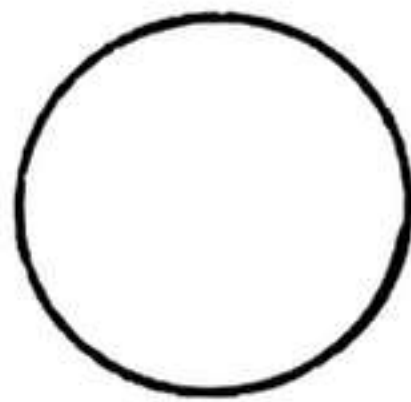


چہ اودہ کینم راپریوخی پہ ما
 دا د چینار وونہ بلا درنہ دہ
 ما خوئے ہرہ شپہ پیریان ویروی

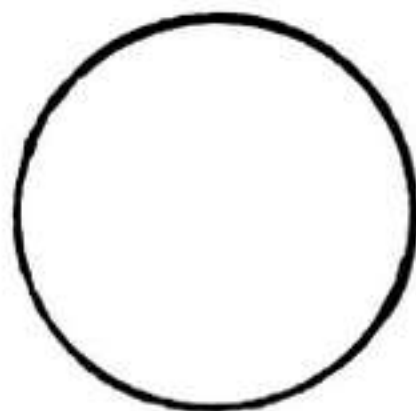


سحر د دنکے پیغلوکئی لباس کینہ
 دغرا لہ سرہ یو چینہ را اوخی
 چہ ورنزدے شہ خاماران وی پہ کینہ

چہ ماسپینین کور کنبے یواٹے شی نو
مستہ پہ حان پسے تمبہ پورے کبری
راتہ نخرے پہ دیوالونو کوی

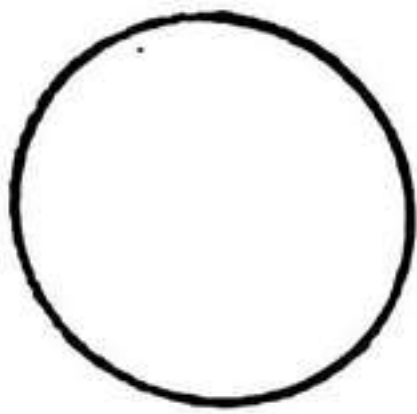


جذباقی کینہ مہ زما لیونئی
مینے دے داسے کور او کد کرم لکے
طوفان چہ لار کنبے قافلہ گیرہ کبری

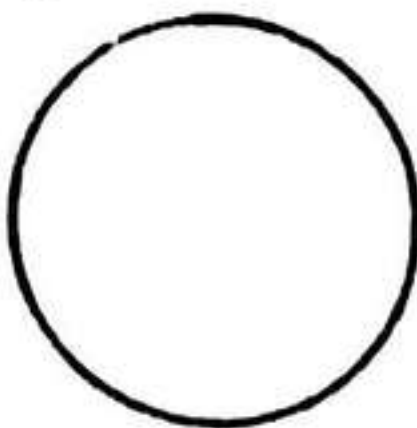


باران دے خاٹکی خاٹکی نہ ورینی
بنہ پہ شیبو دے شی رانبکے شیرینے
چہ مونن دیو بل نہ لوگی لوگی شو

شیرینے سربہ درلہ خہ خوب دُم
تہ چہ اوس راشتہ زلزلے نہ راہی
داسے بنکارینہی چہ خوافی تیرہ شوہ

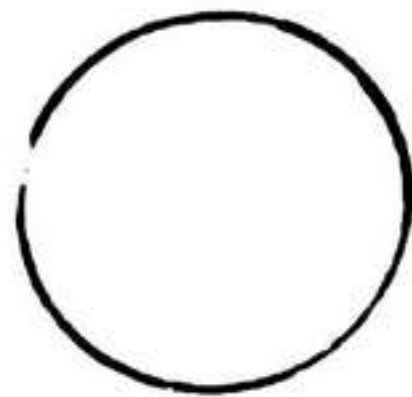


خیلے تہ توکلے لارے نہ راہی بیا
ستاد اوقاتو راتہ پتہ نہ وہ
اوس کہ ستومانہ شمنو خہ بہ اوشی

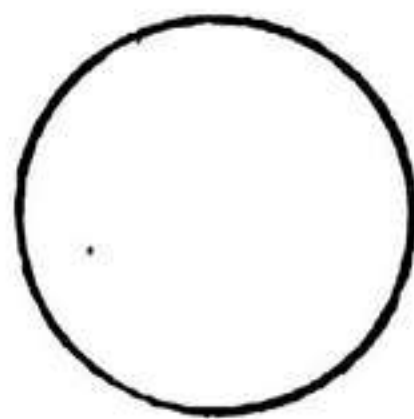


مات شہ دینار دجونو تور لاسونہ
زما د کلی پاغوندی پیغلے چہ
پاس د بلئی پہ سر سپیا کے تپی

خوښه ده خپله ده خو ياد اولره
رشته چه جوړه د پردو سره شي
نو خاخوا په کښه سترونه شي مات

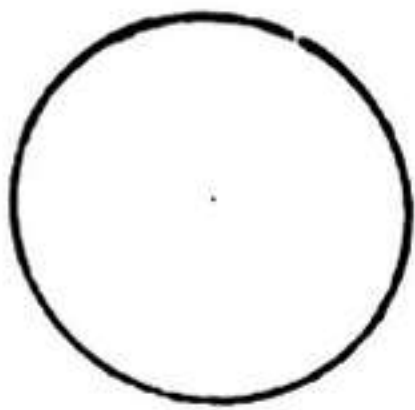


دا خو انصاف نه ده شيرينه زما
ته چه زما خبره نه مني نو
ما سره هم حساب کتاب مه کوه

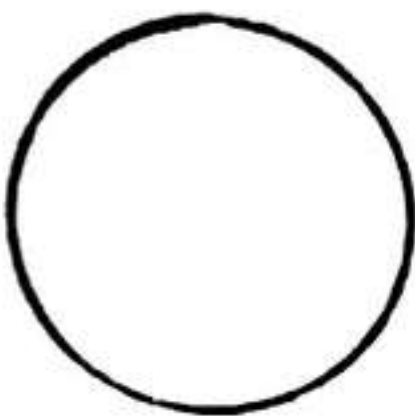


نور م له خپله خانه مه بيلوه
د کوم يو کورچه ديوالونه نه وي
نو تما مي شپه په کښه غله ديره وي

میں یہ دے وطن کبے ہوقہ نہ دہ
د غرہ یہ سوکہ چہ شوک نیمہ شپہ کبے
پاسی لہ خوبہ ، اورکی رانیسی

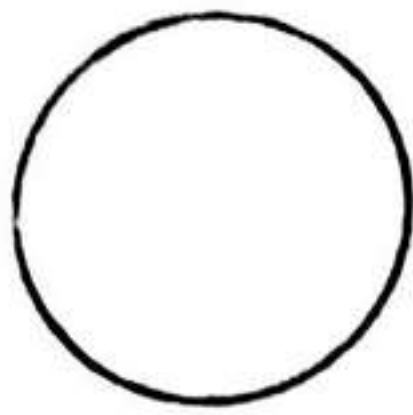


ملک د پینتو دے سر بہ تیتہ نہ اورو
پیغلے یہ خیل سنگار غاورہ نہ شی
مونہ آخر پناہ گزین خونہ یو

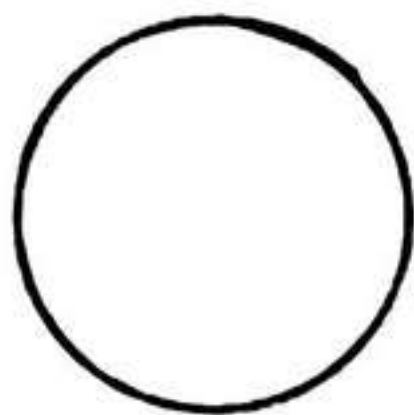


مور ورتہ اووے لیونئی شولے خہ
د خیل خاوند گریوان تہ لاس اچوے
میراتہ پاتے نہ شہ دا خہ کوے

پیغلے چہ اووے مہرہ اژوندی یم پہ تا
نو کانرو بو تو خُله راپرانستله
چا پہ مصر ا کُپر اوبہ خور کرے دے

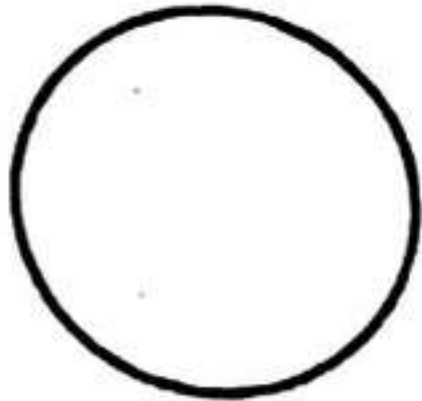


واہی د خُله نہ دے قربان شمع خو
بیا راتہ خلق پیغورونہ کوی
چاتہ زما پہ سرگیلے مہ کوہ

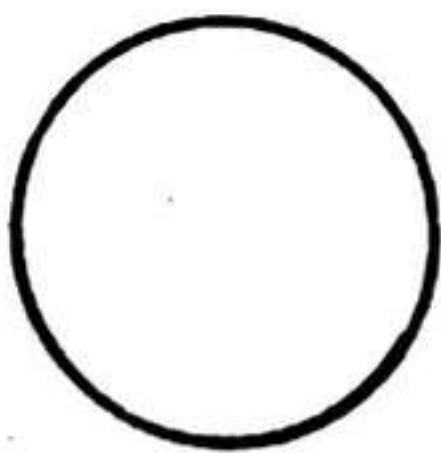


ناست دی کبانوتہ گُندے اچتوی
د چا پہ خُله د میند غن نشہ دے
اوس د جیندی غارہ کُپر پاتے خُله دی

سوچ م کاوؤ بلا مودہ اوشوہ چہ
 د تاروچکانو آوازونہ نشہ
 جوہ د دے کلی نہ چا کپہ اوکپہ

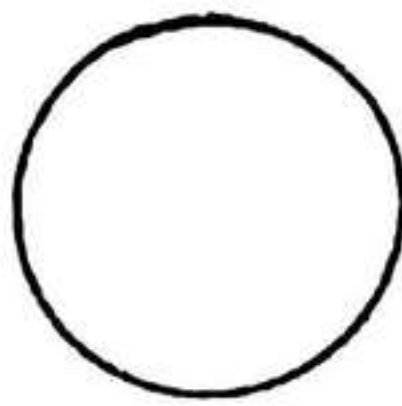


زہ بہ ترے خنگہ پہ خفکان اودہ شم
 راپاسوی م پہ خلہ غن نہ کوی
 ماتہ غوبونو کینہ بنگری شہنگوی

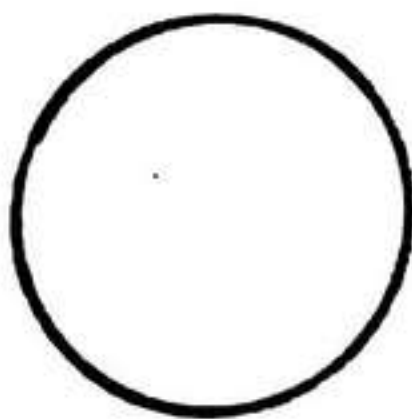


لیونئی اوینک راتہ مہ ٹخشوہ
 زما د زپہ خوقاتہ بنہ پتہ دہ
 چہ بارانونہ شی ، نو اور لمبہ شی

منہم حُوا فِیْہِ تَا رَاغِیْلَ دَہْ خَو
 مَا سِرَّہْ دَا سِرَّہْ پَر حُول مَہْ کَوہْ
 غَرِیْب سِرَّہْ یَم حُوک بَہْ مَا اَوُولِی

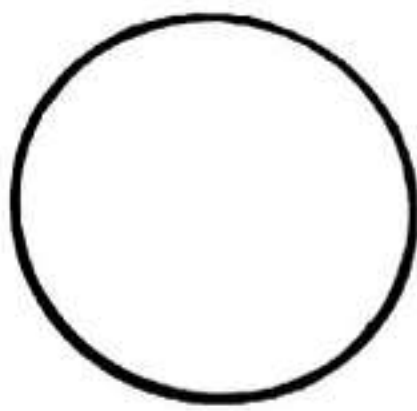


د حَسِیْنَانُو دِیْمَنِی خِیْلُو کِنِی
 زِیَا تَوِی لَا د مِیْتَانُو قَدَر
 حُکَہْ زُہْ جَنگ لَہْ د زِرْکَانُو حُہْ

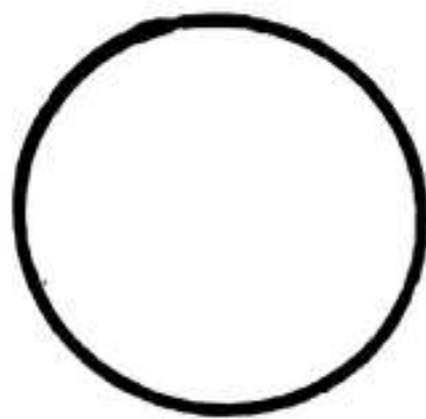


چَہْ تَرَّہْ خَفَہْ شَم لِیَوْنِی اَوَوائی
 زِرَّہْ کَہْ مِ سَتَالِہْ مِیْنِ تَوَر شِی کُکَہْ
 رِب دَہْ زَمَا پَہْ سَر کِنِی سَپِیْن اَوَلِی

د پانزیو نو په آواز دھوکہ شوم
زۀ چہ په خیال د مینے ورغلمہ
کنډے خاوند پست خیرات کرے وو

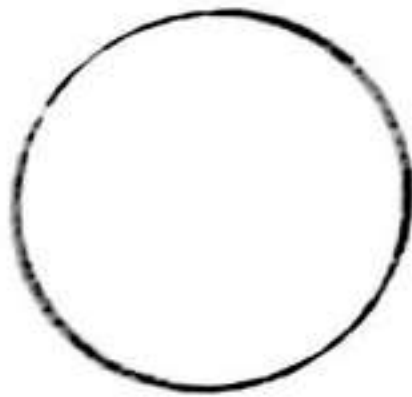


د بانډیچ په هرچورک کینے وائی
خومره په وړاندے زمانہ لاپه او
مونډه د خپل چکرند اوڼه وټو

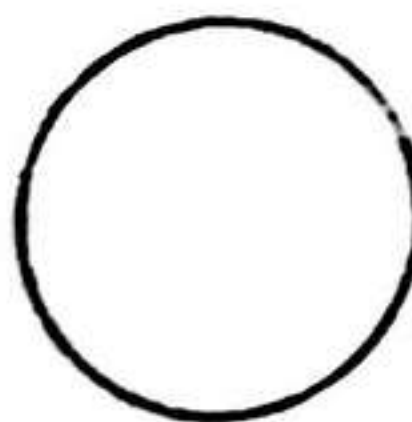


ویمہ چہ چونک خاورے په سر اونولم
چہ د کچہ سپر م توان نشته او
غواړی آسمان راتہ د خپلے برخه

اوس پہ دے دواہو کینے یوکار کوئے بس
یا خو جانانہ لو پستہ کرہ پہ سر
او یا ترے مالہ تیز ندی جو رہ کرہ

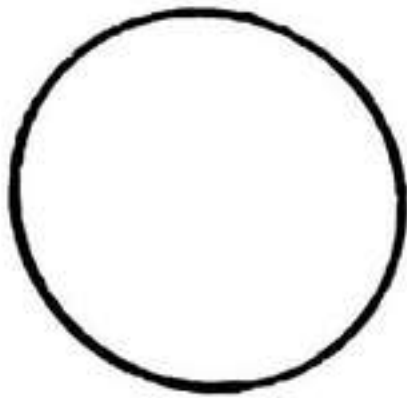


راسرہ قل کوی چیندرو کینے مٹکی
کورونہ تول بند کری پہ چل اوھنر
او بیا د قلو لارہ ہم نہ راکوی

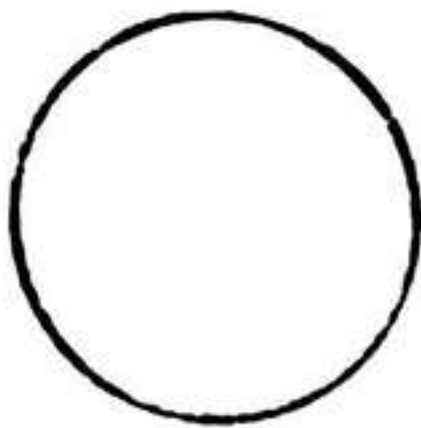


نورہ م ہم دزپہ درزا تیزہ شی
دلته پیڑے پہ تنارہ لگوی
اور ورتہ ہلتہ پہ کتھوی پورے شی

وائی چہ ہفہ لیونتوب دے خہ شو
 ما چہ بہ ۛ پہ غضب وارو لو
 نو تا بہ وروستو لہ کمسو نیو لم

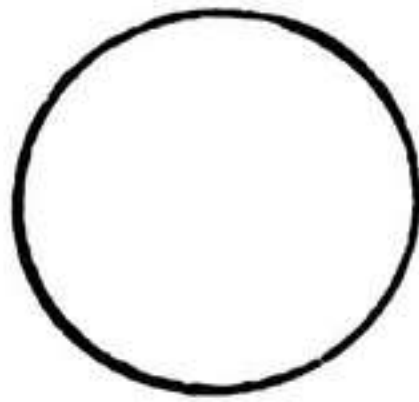


کر بنے زما پہ تندی نشہ دے خو
 ہفہ زما پیشندکلو ورکوئی
 مینہ کوی کہ شلغاتے کوی

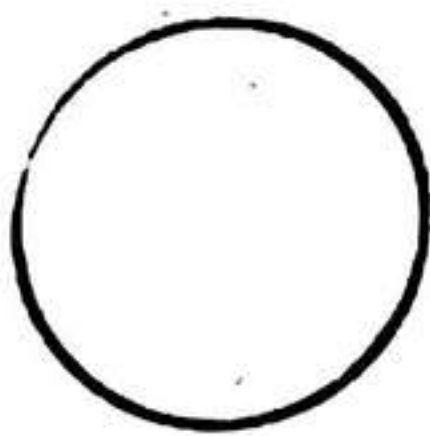


ورتہ ۛ وے لہ کورہ مہ راو حہ
 د چنگنریانو قافطے راخی او
 د کلی بنیکلے جینکئی تختوئی

چہ خُنکیانو سرہ مینہ کوئے
خوافی بہ توله نوکے نوکے وی ستا
خہ دیکر پہ تال جوتہ مہ وہہ

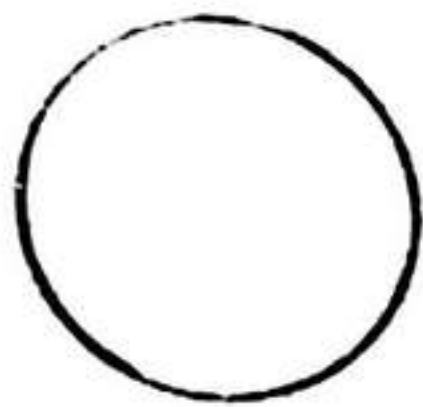


پردو تور سرو تہ چہ گورمہ نو
زہ تہ راجختہ شی سلگو کبیر وائی
ما چرتہ پتہ کپہ ویرینمہ زہ

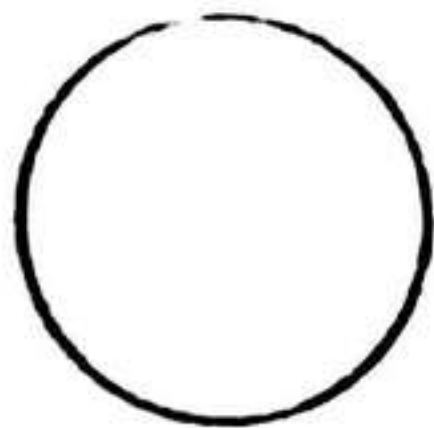


د زہ درزا دے د چا غینہ نہ شی
خوانہ خوانی کبیر د بنایست میرمن
د آبشارونو نندارے مہ کوہ

پہ بام ولایہ وی کوزینی نہ خو
چہ د باران شیبہ ئے بنہ لوندہ کپی
تریتہ راستون شم چہ ناجورہ بہ شی

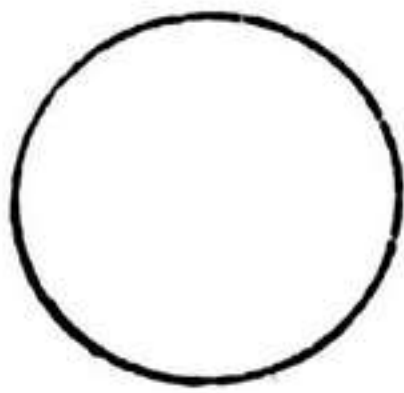


تولہ م اوخی ستومانی د وجود
چہ سوزیدے م زما اووینی
پیغلہ بنگری لاس کینہ چوری چوری کپی

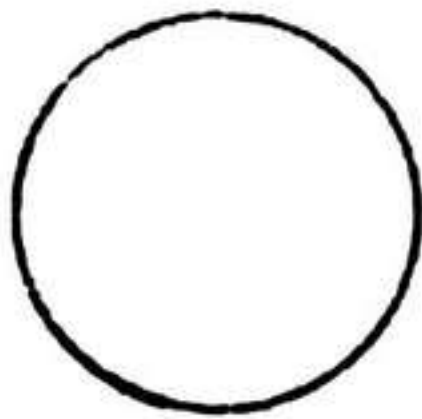


ویئل ئے مورم راتہ من اوویئل
پہ کور کینہ بنہ نہ وی باردارہ اوئہ
کس او فاکس ورکرہ کانہری اولی

د اور لمبہ م لہ حُکمر پورۃ شوہ
د کُل پہ شانے بنایُستہ ماشومان
حجرہ کینے کُمرخی چیلمان د کوی

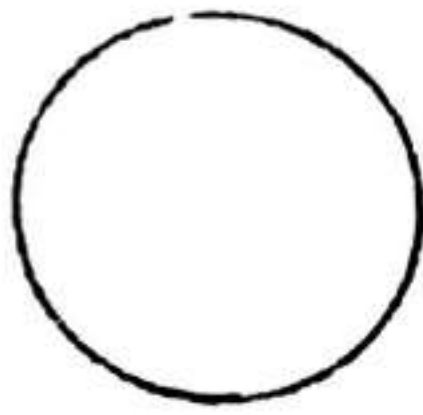


د زہرو جام دے پہ خندا راکرلو
ما حُوائی مرگ پخیلہ سَر خورلو
د دے تکلیف خہ ضرورت خونہ وو

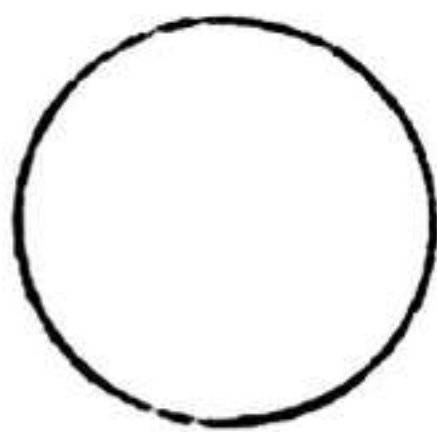


چہ د جذبو نازکی نہ پیڑخی
د دیوراکانو تور غنُونہ وروک شہ
زپہ د کُل زر حُایہ ذرہ ذرہ شو

لام په خله باندے راځي نه وه
د مصر اچانو د طوفان خبره
سترگه د حسن بنا پيری پته کړی

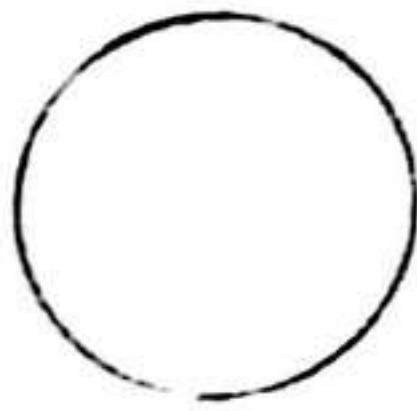


نشته جواب د لیونئی د مینه
اولی په کانړو د اولس سروته
ماته غوزان او چلغوزی راچوی

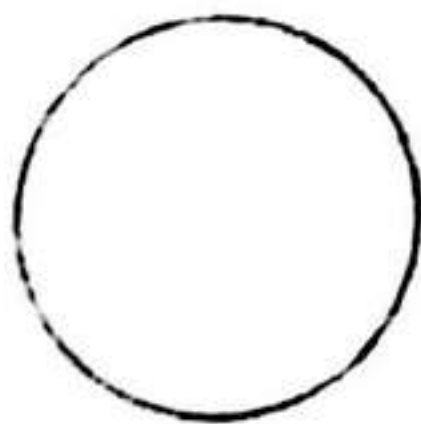


وايي زما په مینه شک مه کوه
خدا ئه شته چه تا سره به قتل ووم خو
د ابی زړه به تک له غمه اوچوی

د مجبورو بہ ہر و غن نہ کوؤ
داسے بہ اوچکنرو شیرینے زما
چہ زک زلم نہ یم تہ پیغلہ نہ ئے

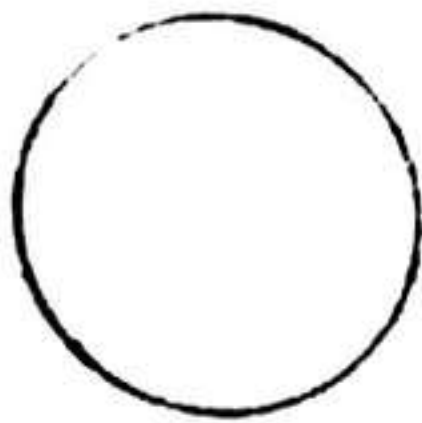


پیغلہ جو پے جو پے کورونوتہ قے
ویئل ئے شہرق دے پے حوانئی اولہی
د ناشپاتو باغونہ ہول قالا شو

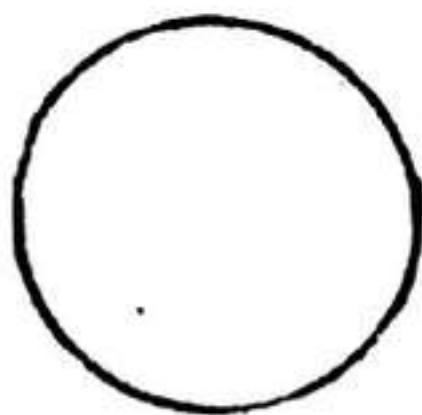


پہ زہک کینر حائے ذرہ برہ نہ لرے
ستانہ خود دہہ وونہ دیرہ بنسہ دہ
پہ پہ کینر جالے خارونئی اچوی

ورته چه لارے د ختلو نشته
 په داسه غرونو کښه م اوغورخوی
 زار شمه مسته چه میرکاتی کوی

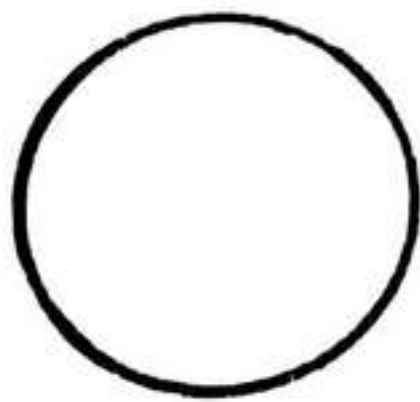


توله خبره دیوے ورځ د ده
 ته د صبا پورے لب صبر اوکړه
 بله ورځ بیا د چارشنبه میله ده

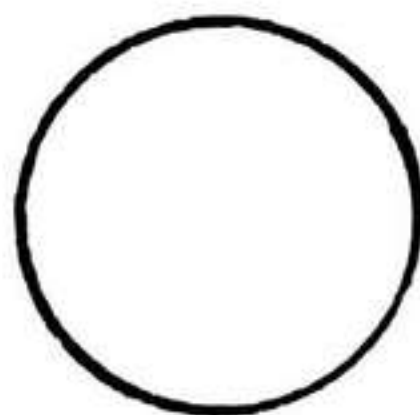


تولے والی کړی را واپس د مینه
 په زمکه پښه اووهی، واپړوی مخ
 چه ترے راستون شم وائی توتو کوم

وائی لوکے شمس لہ تا ضد مہ کوہ
 پہ خریکے خریکے کینے پرق وہمہ
 میخکے پوزہ کینے پیزوان شی زما

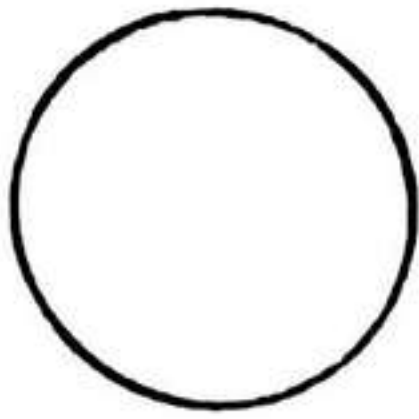


تہ پہ اظہار پابندی مہ لگوہ
 چہ پہ ماحول کینے خاموشی زیاتہ شی
 د کانہی کانہی پہ کینے ڈبہ اوشی



خدا یہ کہ حسن وی فریب د نظر
 نو چہ د سترگو نہ جانان لرے وی
 ولے زما د زہک درزا تیزہ شی

ھیٹ خہ بدل ئے د بناست نشہ دے
د اشغرد دنگو پیغلو غری
د مالاکنار لہ سرہ ہم پوریتہ دی

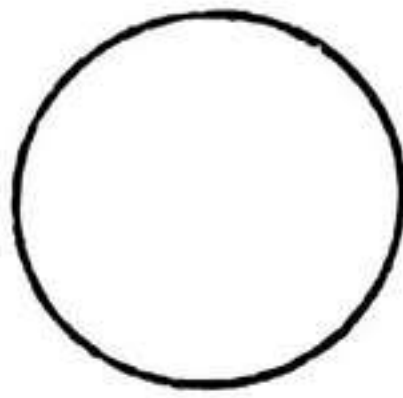


د گورو وونولاندے ما اولیدے
حوانئی د کلو پانرے پانرے شولے
زلفے راتہولے کرہ چہ خور نہ شہ

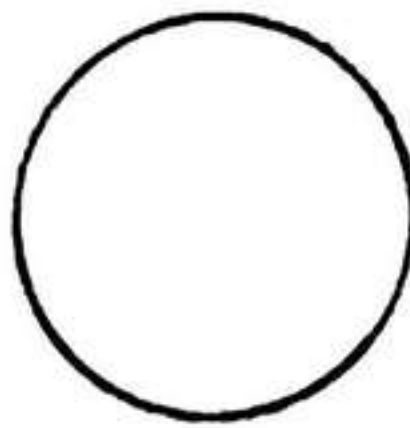


آوارگی م د مزاج برخہ دہ
خود طوفان غوندے سرکش نہ یم
ککھ مسیکشہ د نسیم ویم یم

سیتو غابونو کیتے چہ سرہ لوپتہ
نیرے جاناتہ نوختہ ما کوہ
اوگورہ اور یہ مازیگر پورے دے

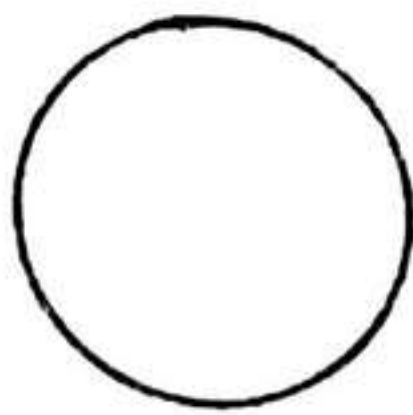


پینتے پیغلے دے سنگار تہ کوی
ہرہ ورخ دلتہ کیتے د بنار جینکئی
کانہری راواخلی آیتے ماتوی

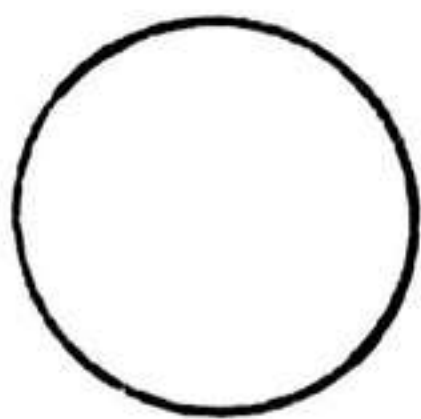


اے د کلاب کلاب حوافٹی میں منے
زما د غینے تاو دے اومہ وہہ
گنی دریاب باندے بہ حان لاهوکیے

منہ دا چہ محبت منہ کوئے
خو چہ مو سترگو کبے موتیان اووینے
ولے دے خُله لکھ سیپٹی کبہ شی

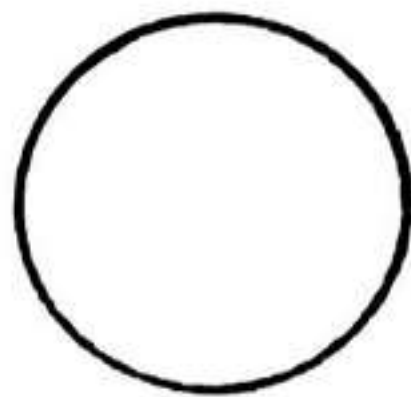


خدا ئے شتہ چہ دا سر مصلحت بہ خہ وی
ھیٹ نہ پوہیہیم چہ زما مشران
ماتہ حالات زما د ژوند پتہ وی

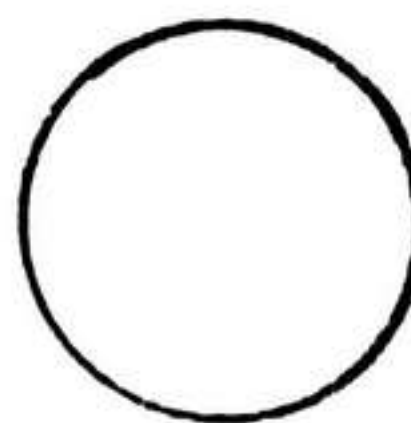


د کُلو خانکے پرے قل حان غوروی
ستا نہ خو واوڑہ د بازار حسینے
زمونن د کلی ادرے بنیکل دی

د کانہو ٻنار تہ د کلونو دالئی
مالہ د کلی لیونئی راوہلہ
بیا ئے پہ خیلہ خود کشی اوکھلہ

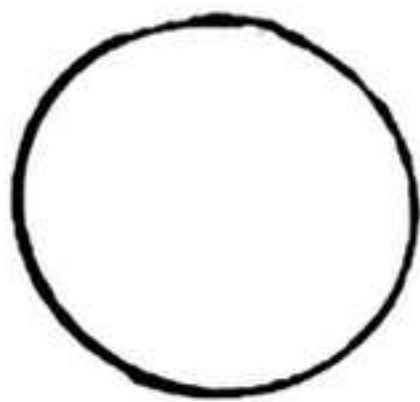


پرین دوه نور لا محبت خنگہ وی
مینہ چہ مونہ کرہ لنگہ شی نو
د کے غولائی ترے کھی اوری

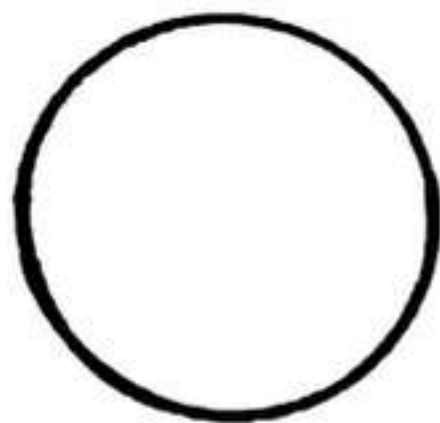


تن راتہ بنکاری د قیامت ورخہ دہ
د پستیز پیغلے عزت لوہ شو او
ورپورے خامندی ہول د چیم وگہی

د ستمگرو چم ودان اوسه خو
 داسے پہ خان باندے زھیر شومہ نن
 لک، ماشوم چہ پہ ژپا اودہ نشی

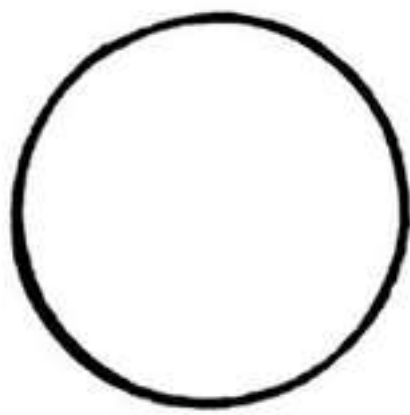


مونن د زپہ وینے اوخکو هوش کینے اوسو
 خودا کم ظرفہ چہ شو ملے اوگوپی
 نو بیا ئے ہم خدایکو نظر نہ لزی

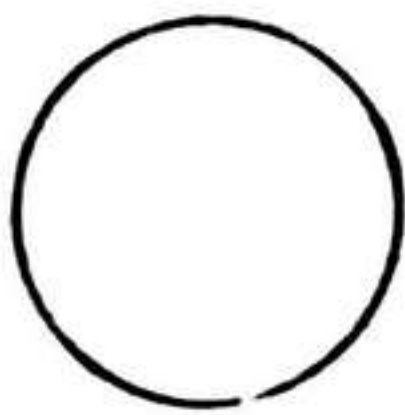


د کلی خان ترے مزدوری اوخوپہ
 غریب کو چوان چہ خہ کو لے نہ شو
 اسپہ ئے ہولہ پہ چابک زخمی کرہ

راته مسکئی شی رانه ۛ واپوی
لکه د کلی هوبنیاران چه مدام
زخمی ماران په مینتون قتلوی

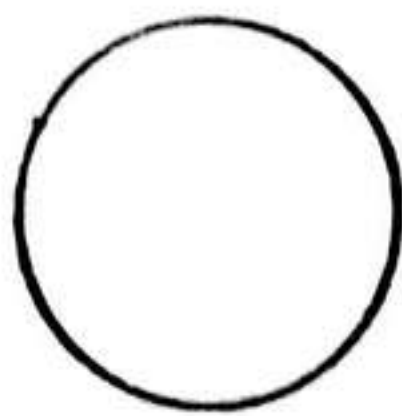


چا ئے د سروشونرو تیوس نه کوو
نو لیونئی له کوره اووتله
اوس په میرو کینه دنداسه خرشوی

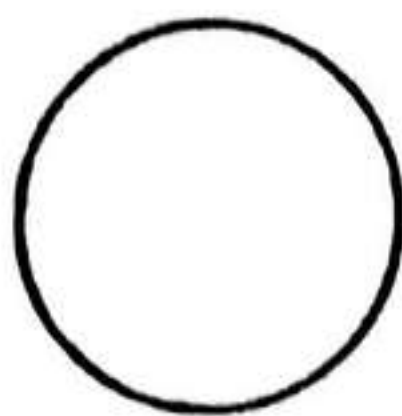


کلی په زور باندے لاچا کړی دی
د پیشوکانو جنگ ترے مے سازوه
یا خو راخه او یا په شرق اولیزے

واخی زه ستاپه مینه شک نه کوم
 هسیر له توقو راته حان اوده کبری
 گوری چه زه ورسره شه کومه

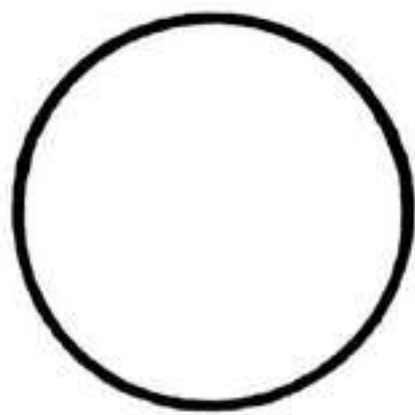


ژوند خو فریب شه د ساه کافو نه دے
 راکښه وحشت د انا پاته نه شو
 زما یقین دے قتل شوے به یم

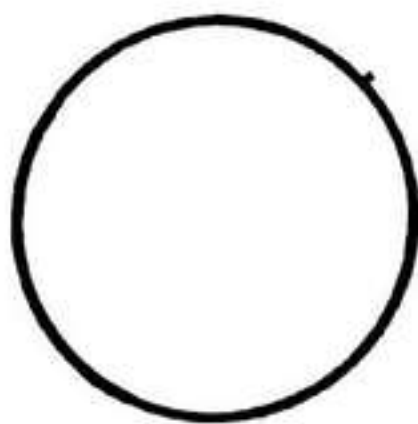


زما د کلی بنایسته جینکئی
 دومره نازک دی تیوس مه کوه
 چه لوپته ورله هم ملا ماتوی

مینہ زما د آئینے غوندے دہ
 منافقت را کبیر ذرہ نشستہ دے
 خو خُله د زبہ خبرے خنگہ اوکری

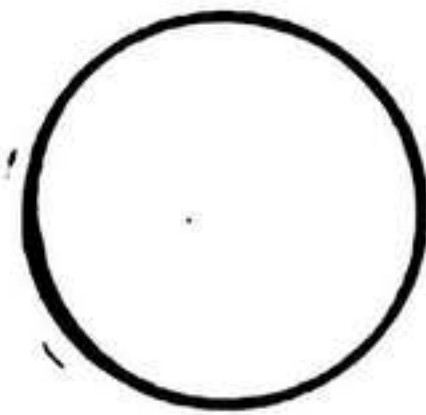


رینمیز زلف را خورے داسے کری
 لکہ چہ شپہ کبیر رهنان د وطن
 پہ خیل جاگیں باندے ہاکہ غورخوی

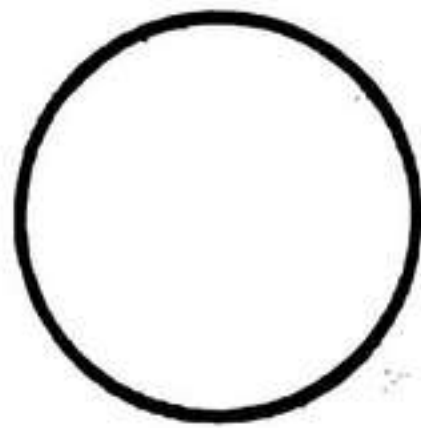


راپسے مہ راخہ پنیماندہ بہ شہ
 متہیزو بنحو لہ د کلی خلق
 لیونی نہ دی چہ پناہ ورکوی

بد نصیبی چا نورے کرے نہ دی
 بوہ بوہ کئی د اوہو سرتہ راشی
 د سمندر د تل رازونہ وائی

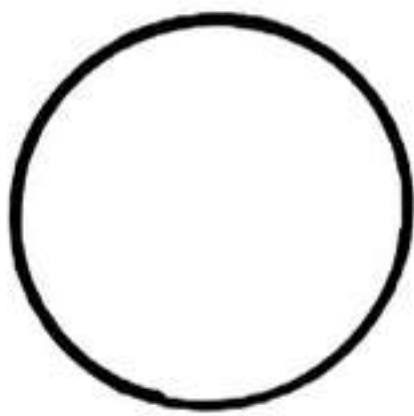


خوبینہ دے خیلہ دہ خو یاد اولرہ
 پہ دے وطن کینہ خنکلیان دیرہ دی
 خیلہ خندا دے چرتہ قتل نہ کری

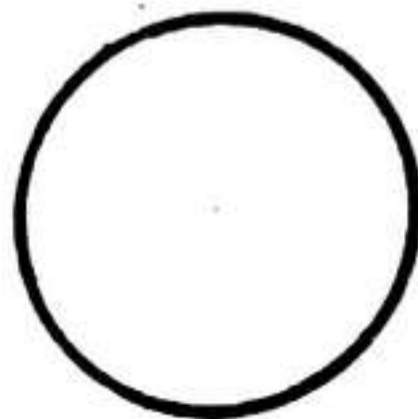


شم د خیل کلی د رواجہ لوکے
 مونیہ د یو بل سرہ مینہ کوو
 پہ خلیہ اقرار قدرے کوئے نہ شو

چہ حادثے مِ د ژوندون سترے گہری
ما پے یوہ خندا سپرے سپرے گہری
زما د مورغینہ جنت دے زما

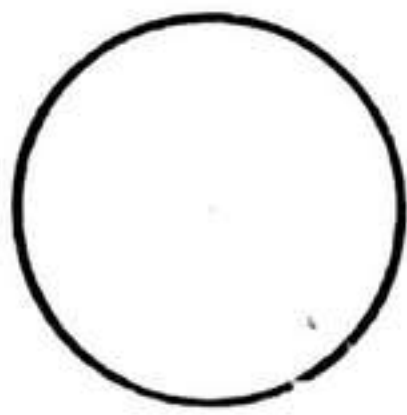


د شفقتونوئے خُہ وایہ مے خو
د مور پے غینہ کینہ ہیبت دومرہ وو
چہ د چنگین زہہ ہم اوبہ اوبہ شو

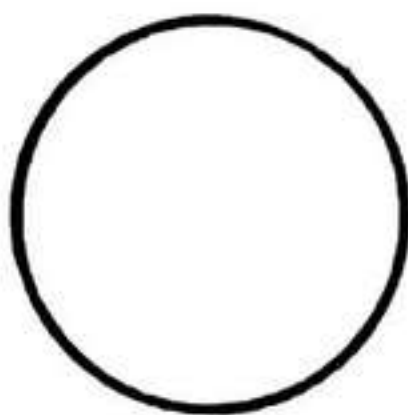


د آوارہ زلفو بنکلا دومرہ دہ
د پریو تئی غوندے پہ ما شی خورے
زما د کل غوندے حوانی خاورے گہری

حُان به مِ هسِر افلاطون گنرلو
 نن د یو کلی پیغلوکئی میلین
 داسے حیران کریم چه مِ خله گونگه شوه

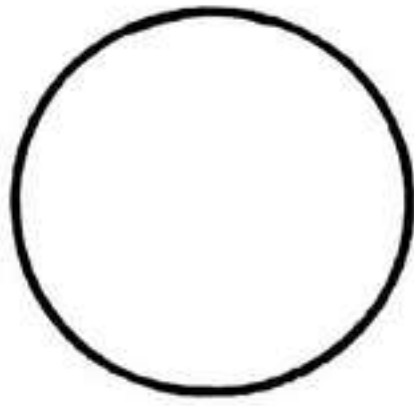


دیونئی خپله ماته اومتله
 خو زه ویرینمه دا بنکلی چه دی
 دغیر گته په تاوان کبیر کوی

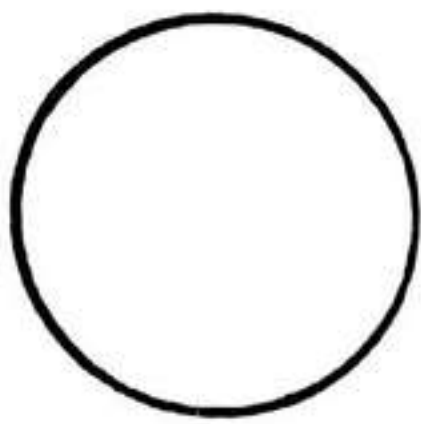


د خپله خله نه راته پینښه شوله
 ویل مِ ، نشته په دنیا کبیر وفا
 حُان راته پیغل په چاره اووه

خاشکے د مینے سمندر حُیگوی
 اور اورکی د شبنمیںزو اوشکو
 خور کپی د ژوند پہ حُنگلونو کبیر اور

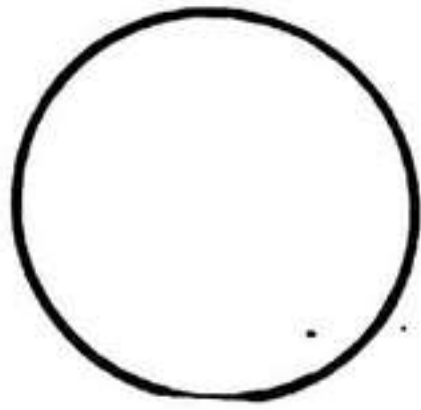


بنکارہ بنکارہ خبرے خوند نہ کوی
 جوہ شمع خُء ، د چا د غارے امیل
 زہ بہ سپو بزمی کبیر حُان لہ تہال اچوم

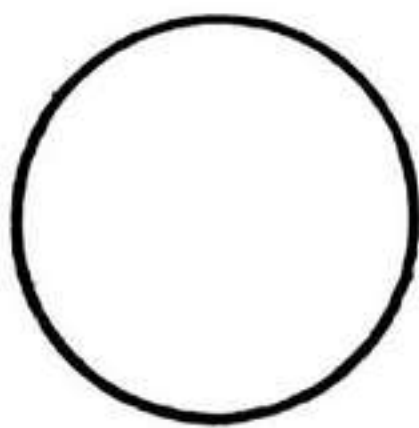


زما د مور زہر دے لیدلے نہ دے
 لب چہ خندا کبیر م کیم راشی نو
 تہولہ دنیا کبیر زلزلہ راولی

ما پە کمر کبیر خارونئی نیو لے
 چہ م تر خوبو یو آواز غوندے شو
 شندو ے شہ میندے چہ زلسی نہ راوڑی

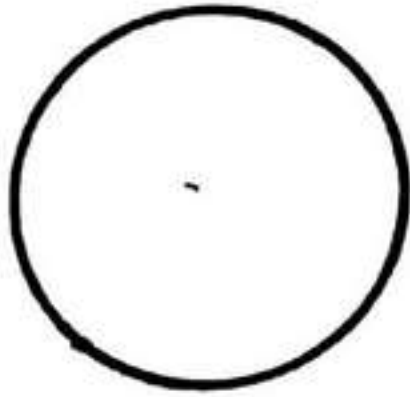


د یو قدم فاصلہ ہم نہ دہ خو
 ما سرہ ویرہ دہ منزل د مینے
 زما پە پنبو کبیر زنجیر ونہ نہ شی

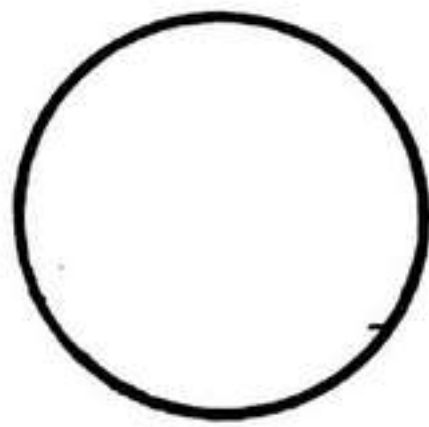


رینسمینے زلف دے حنکھل حنکھل کرے
 زما پە غینہ کبیر خورہ ورہ شوے
 تا د طاؤس گلا لیدلے دہ خہ

ما وے د ژوند د انقلاب دپاره
د طوفانونو سمندر وی پکار
ستا د تنکو شونډو خندا به خه وی

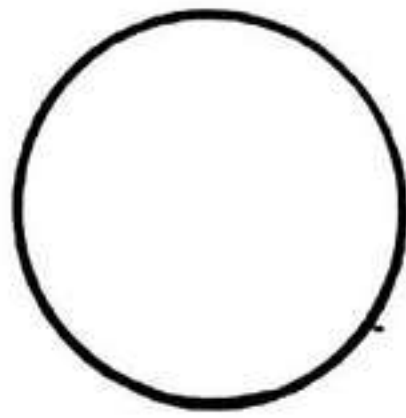


د زړگی وینه، م جوړ توے شوه عبث
خه اراده دے د جفا کړه ده
نن دے د شونډو نه سرخی غیبه ده

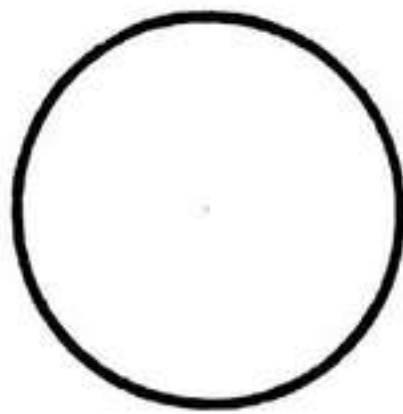


خه لیونئې ده کړې م سپک له بڼه
چه تر ے راستون شم نوشتی سر په ژړا
پښه ابله پښه راپس منډه وهی

ویئل مے عمر پتہول نہ وی بنہ
 راباندے شل کالہ چہ نور ہم اوہی
 زہ یہ د خوارلس کالو پیغلہ شہ

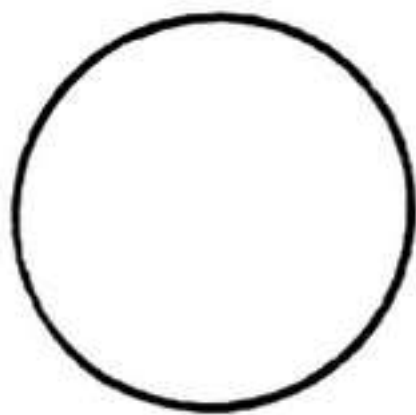


یوہ میلہ کینہ نمائش جاری وو
 ما وے کہ زہ راتہ چا اوہستلو
 ستا د رخسارہ چہ پردہ پورتہ شوہ

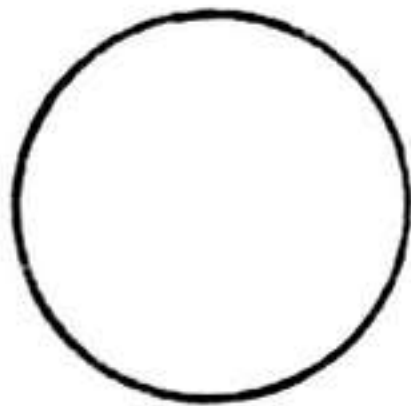


منہ دلتہ شوک لوہل نہ کوی
 خو زہ یہ یو دوا کینہ حیران یمہ چہ
 د محبت کورم کنہر ولے شو

ستا د نظر د لاسه اور پورے شو
زما عکسوتہ پہ افق پر یوتہ
دومرہ دے سترگو کثیر یخنی ولے دہ

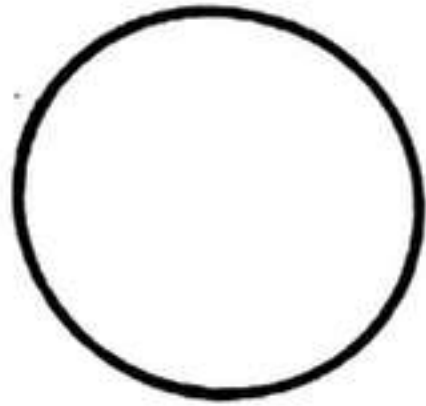


ما خندا کمانے د جہان اولیدے
خو ستا بنایست داسے بے رنگہ کر لے
لکے تصویر چہ پہ ژپا اودہ شی

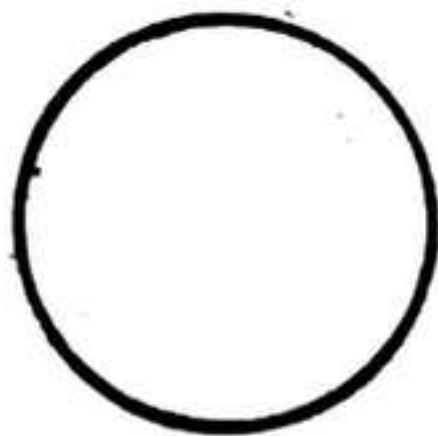


ھیٹ م لہ مرگہ سترگے نہ رپی خو
مستہ چہ ما وژنی نو خاندی راتہ
ما د خیل قتل رنگینی ژپوی

پہ آئینہ کبیر دے تصویر قیدی دے
کہ نہ تصویر دے آئینہ دے د ژوند
ستر گولہ رپ ورکیر چہ ساه واخلہ

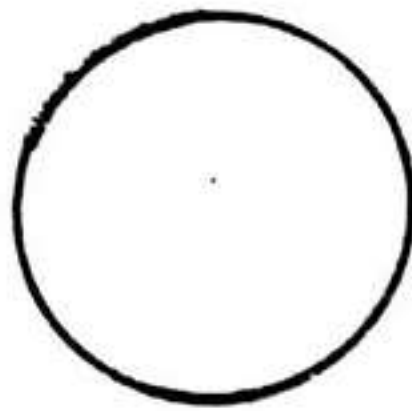


دا بہ کید ے شی د احساس تلخی وی
منہ زهرم خکلی نہ دی
خو ستاد شونہ و نہ تراخہ بہ نہ وی

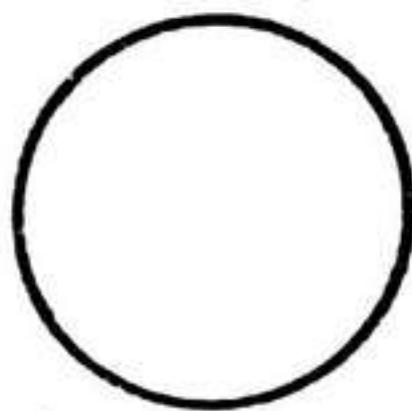


ما مے حیران دنگے خوانی تہ کتل
ویئل مے خلاص دخیلہ سرہ نہ شہ
پہ غریب لو سترگو خوب مہ وینہ

ما اوریدی دی چه ستا کلی کینه
 خوک چه په تا پسے ژړا اونه کړی
 د گودرونو نه لمر پورته شی

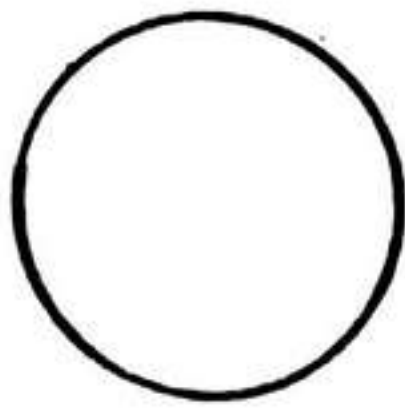


بنکلی چه کینودل په مخ لاسونه
 دومره رنگونه د بنایست خوارو شو
 لکه چه پیغل په سنگار ستره شی

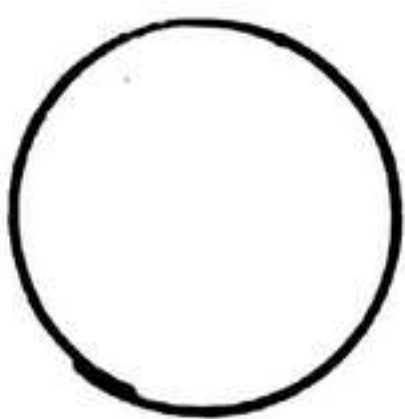


ستا د مستی الزام په تا رامه شه
 خولیونئی ستاد بنگرو ماتیده
 د گستاخانو حوصله لوه کړی

هرے سزاتہ غارہ ما ایبے ده
 رالہ مرئی تہ تینندی و اچوہ
 خو پینتانه پہ کور میلہ نہ رقی

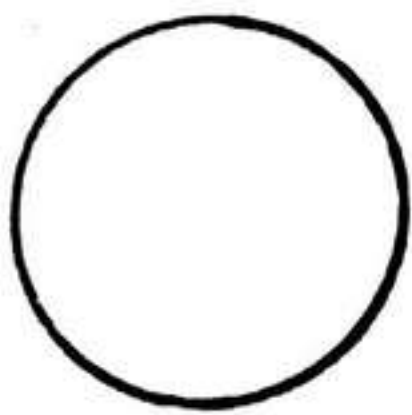


منم حوانی بہ دے قیامت وہ منم
 د وضاحت خہ ضرورت نشہ دے
 سترہے د مرخوی خافخا غتوی

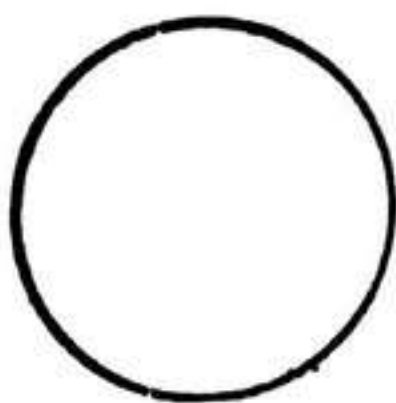


پینو نہ م زمکہ تختیدے ده نن
 چہ بناپیر و سرہ م کلے کوہ
 سترہے م بے کجلو تورے شولے

لاسونه غاړه کښه امیل کړی زما
واځی رښتیا دواړه ویلې نه شو
گڼی نو ټوله د مطلب یاری ده

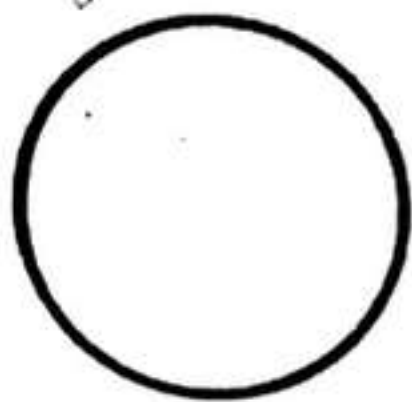


د ملالو سترگو د مینه پیرقا
د بادشاهانو په دربار کښه نه وی
زما جونغړه د محل نه ښه ده

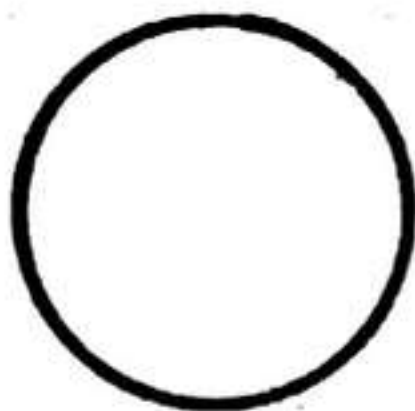


په ډک سپرلی کښه راته واړوه
چې د دنیا د ډېرو جونیو ته زه
د جهنم یوه لمبه اوايم

تولو زما نہ ستر کے وارو لے
د محبت پیغلے تے کونہ کھلے
زما تعبیر د چا پہ خوب کجے نہ وو

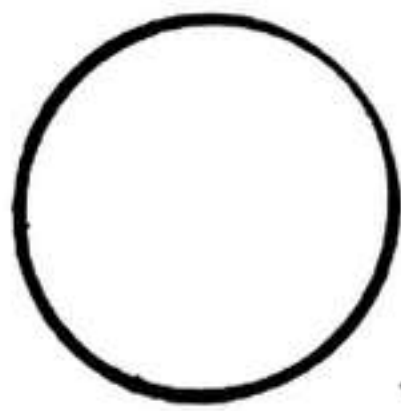


لکے د دینے کھری بدن کجے چلن
لکے د ساہ م پہ ^{وچو} پھان کجے اوسی
خو چہ بے ننگہ دہ میراتہ دے شی

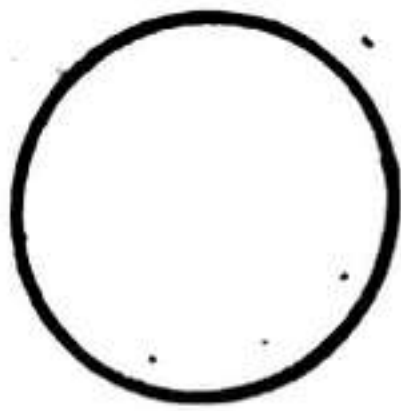


دراز قامتہ لیونئی تہ وایہ
رقیب کہ اودرینہی دغرہ پہ خوکہ
پنسوتہ دے ہم در رسیدے نہ شی

ذرے ذرے شوہ آیتنہ د جمال
چہ لیونئی سترگولہ رپ ورکپلو
پرخصہ پہ مخ باندے دکھل خورہ شوہ

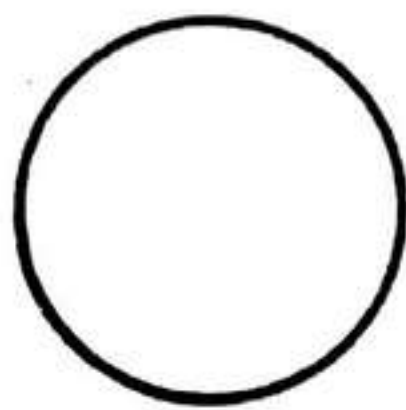


ھیخ ترے خبرنہ شوچہ چرتہ بہ وی
لیونئی ژرندے لہ دانے اوپی
بیائے دکور لارہ موندلے نہ دہ

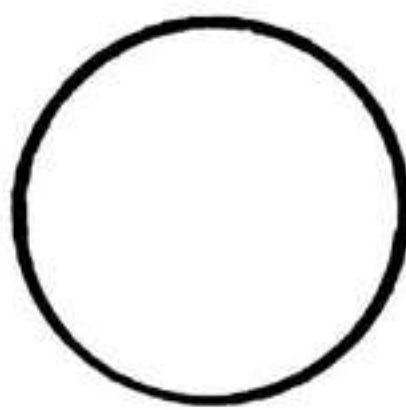


د بہارونو پہ خورہ غینہ کینہ
زہ د کلونو پہ خندا دھوکہ شہ
وایم کہ تا سرہ خبرے کوم

ستا د بیکلا د عظمتونو په ډاډ
د آباسین غاړه په اونیسیمه
هره چپه په ټپه شا تمبوم

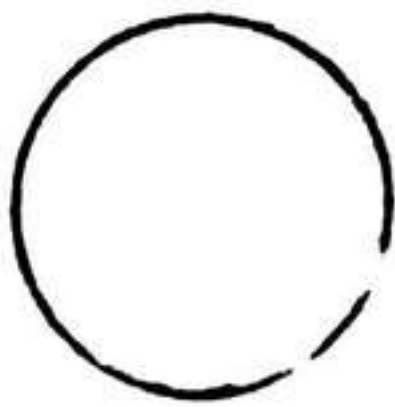


د غورځنگونو سمندر ییمه خو
ستا د بنایست د تقدس له مخه
لکه باران د صحراکانو شمه

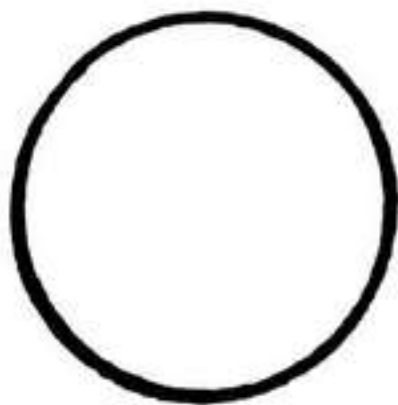


بیکاه ، صبا راته کوی لیونئی
ژوند م شوقیر په انتظار انتظار
نه م صبا ، نه م بیکاه اولیده

ژاپم بیہ نہ ، زبہ م قرار نہ کوی
 سنکار دے ہم شولو د خیتہ خوراک
 نن دے غونونو کبیر والی نشہ دے

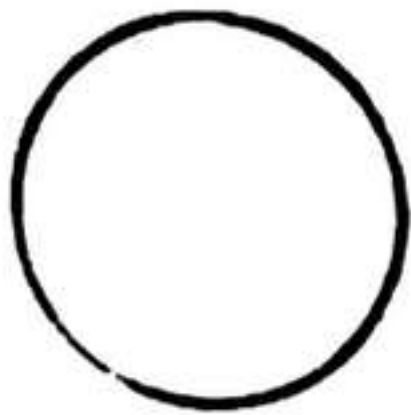


چا ئے پرونے قدرے لیدے نہ وو
 نن م بازار کبیر دژوندون اولیدہ
 چہ کاسیرے نہ ئے ہم لاس نیولو

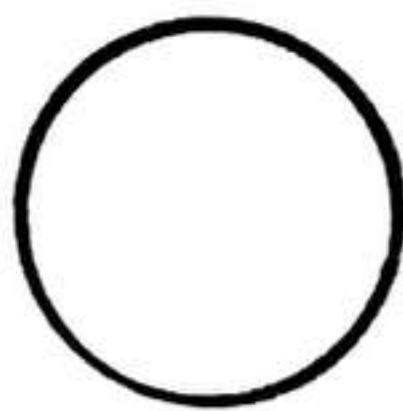


خلقو پہ ستورو باندے پنے اینی دی
 خو دیر افسوس دے چہ زلی د وطن
 پہ بام ولاہ دی بادیوے خیشوی

ستا د خندا نه د شفق میرمنه
 زما د مینه لیوننتیا پتیری
 زما په خپل کلی کینه ساه ډوبه شوه

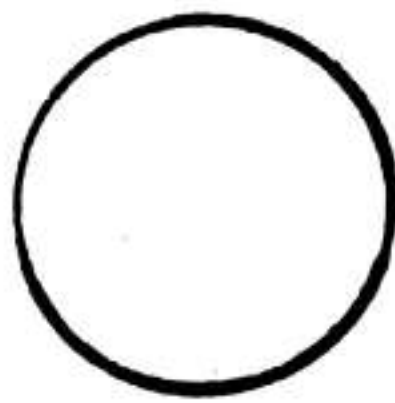


ستا د خاموشه نظرونو ښکلا
 ما کینه غورځنگ د سمندر راوی
 لاپه شه خه، چرته لاهو دے نه کرم

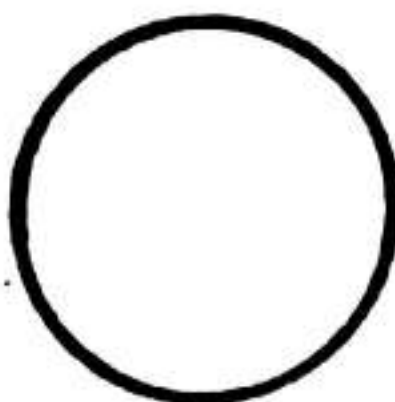


ستا په لمن د رسوایی داغونه
 ما به قسم دے بیرته او حیګوی
 زما د قتل انتظام مه کوه

نن م وړو ته په ليکچر کيږ وييل
دا پښتانه خه د فساد جرړه ده
چه نور خه نه وي نو اگي جنگوي

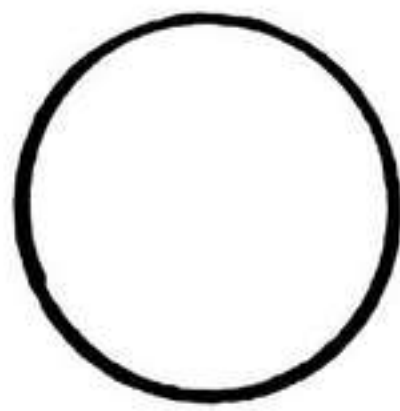


غواړم چه ټوله د کالو دکه شته
خو چه خپل تش لاسونه اووينه
ويښه ناوخته د ځه صياله به شي

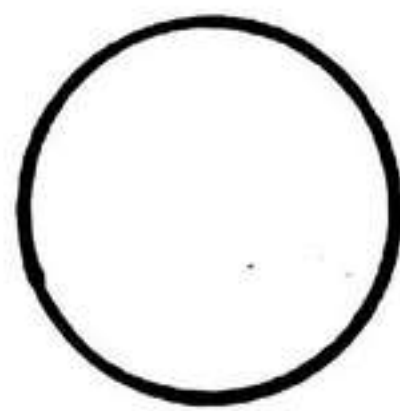


نمائيښونه د خواني نه کوي
لکه د لعل شي په اير وکيږ پته
د پښتني م دا ادا خوښه شوه

نُورۂ پِہ لاس در پِستہ را غلمہ، خو
 و پانندے پِہ تا باندے گذار نہ کوم
 ما مِ مرانہ د بابا لیدے دہ

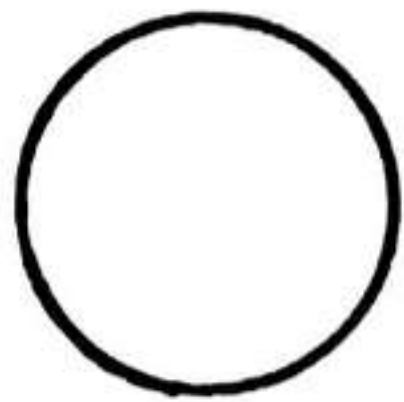


حُوانی مرگی بہ نورۂ وائی حُہ تہ
 جام مِ لاشونہ ولہ اُور لے نہ وو
 شیخ پِہ جامہ د احتساب پِہانسی کرم

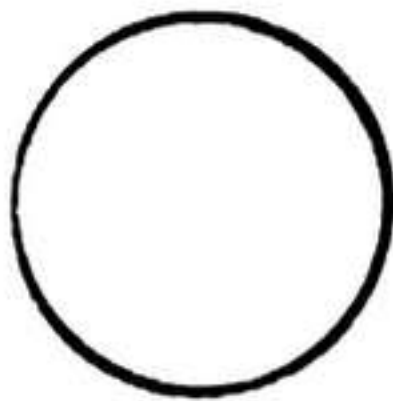


لکۂ چہ خیر دچانہ اوغوارپی خوک
 داسے دے جانے پِہ غضب اختہ کرم
 تہ چہ شرمینے محبت مہ کوه

زما تصویر تہ پہ خندا اووایی
 چکرانہ اشنا پہ تا میئنہ یمہ
 خو گورے پام چاتہ بہ غبن نہ کوئے

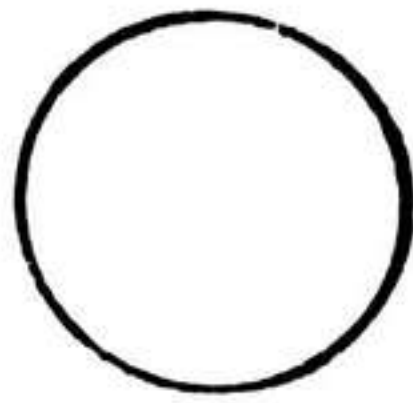


راپسے ژاپی خو چہ ما اووینی
 پہ بلہ واروی خبرہ وائی
 پہ سمندر کینے چراغان شوئے دے

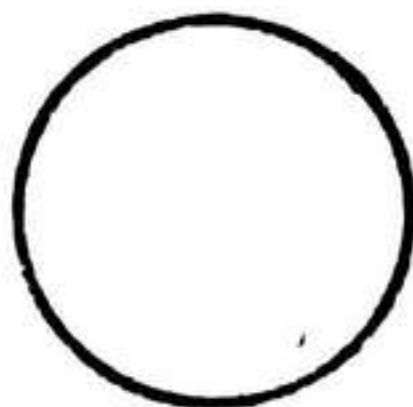


نرئی، نرئی سیلئی، نری شاخکی دی
 رانہ چاپیرہ د فخر وونے دی
 زمیونہ کور نشہ دے چرتہ بہ ہو

کہ مِ قاتل تہ خیلہ ویتہ یخینہم
او کہ جانان لہ پہ گیلہ ورہمہ
تندر مِ ہر حائے راپریوخی پہ سر

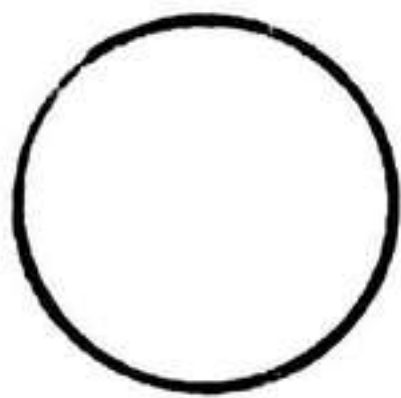


ہیر نہ شونہ دے دے پتری او نیسی
پوہنتہ مہ کوہ چہ میتہ خہ دہ
واورے ورینی او تنور لمبہ شی

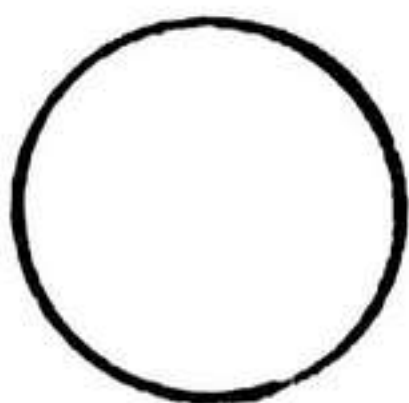


خداے شتہ انجام بہ مود میں خہ وی
پرہقا پروقی دہ د باران شیبہ دہ
مونن ورتہ دواہہ پہ میدان پراتہ یو

اووایہ دا بہ قاوانینہ پیہ چا
پیغلہ چہ ما سرہ مستیانے کوی
نود شوملو دے چاتہی ماتے شی

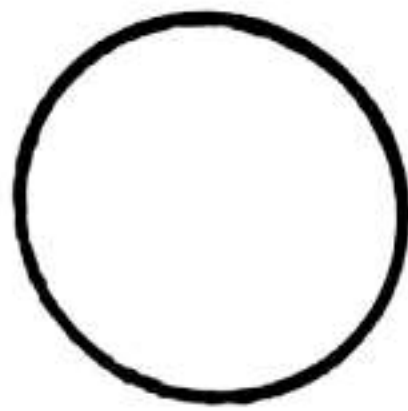


د محبت تندہ م لا کھری سیوا
وائی زہ دیرہ اوپے شوے یمہ
حُمہ بے رالہ لاونہ کپے دے

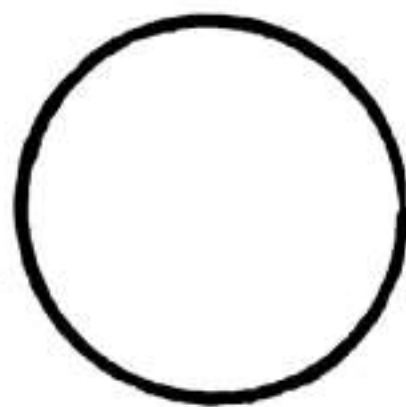


مہ کوہ مینہ خو تیوس کومہ
اورہ پتیرہ پاتے کینہ کنہ
چہ خمبیرہ پیہ کینہ خوک وانہ مغزی

فطرت هواره کشاله کره زمون
کورک، مو یو دے خو جذبے دی جدا
گنی نو توت تہ بہ توری نہ ختہ

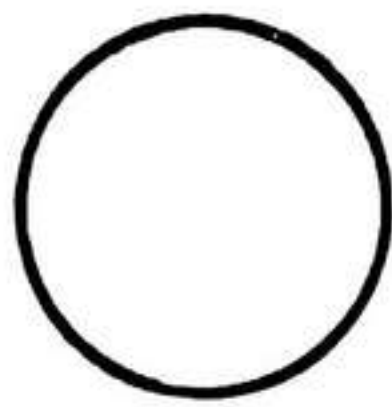


دا چہ پہ کلی کینے زمون پورے شی
سم لہ ماینامہ د حجرے ورونہ
اوس جو پے ہر سرے پہ کور پورہ شو

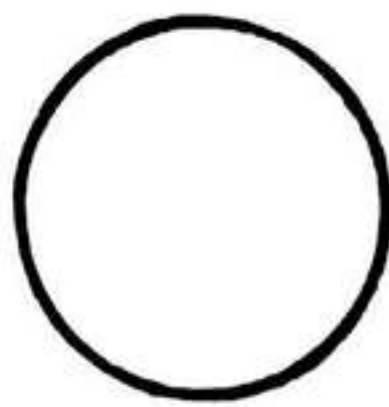


خومرہ مزہ بہ وے چہ تیمہ شپہ وے
ما پہ پتری کینے اویہ خور کو لے
لالہ تین پہ لاس راتہ ولارہ وے تہ

ستا چہ قصور نشہ ویرینے خلہ
د لیونو پہ خلہ یقین مہ کوہ
زہ بہ د حان سرہ خبرے کوڑم

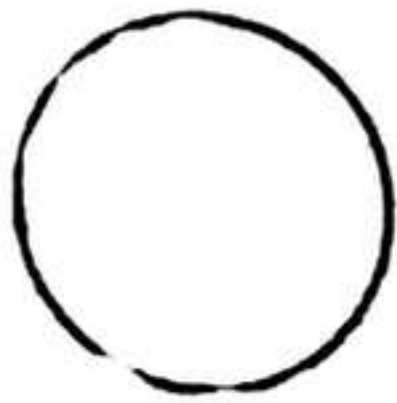


سکھری ماہنام کبیر م یواٹے نہ کرے
چہ د مین د زہ نہ اور پورقہ شی
شفق شفق انگلی ہم اوسوزی

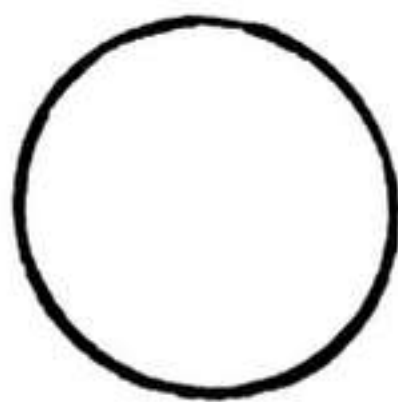


شم ترے خفہ حان پسے ور گنہ کرم
پہ دروازہ راکیندی ، ژاہی ، وائی
زہ بہ تمبہ درپسے ماتہ کرم

هرے جینئی سره چہ ما اووینی
 لہ سوختہ ما باندے کو اسونہ کوی
 خو لیونئی پہ خپلہ ہم ویرینی

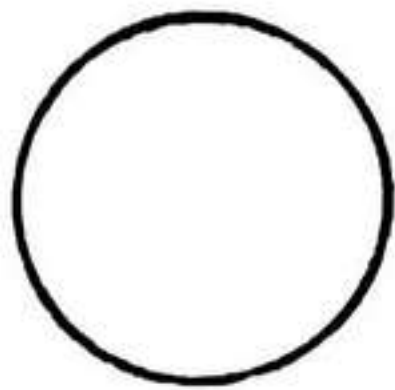


هر خوا پہ ما پسہ نظر کرخوی
 چہ ذرہ غلا ئے شای بنکارہ نو وائی
 دے گہرینی د لالا وادہ کبیر

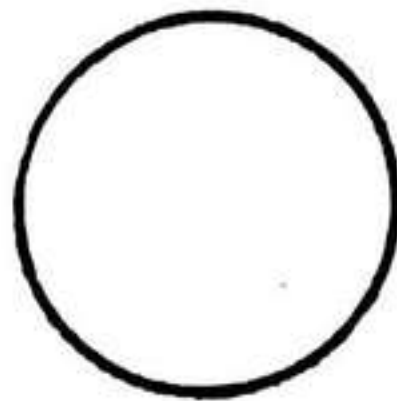


پیغلہ سنگار پہ آیتہ کبیر کوی
 خو ناگہاتہ چہ وریاد شمس زہ
 نو کیندی زر دوارہ لاسونہ پہ

ورته چه ژاپم په سلگو کټه وائی
 چه پریشان یواځه ته خو نه ئه
 خو هوښیاران وائی ماتم ښه نه وی

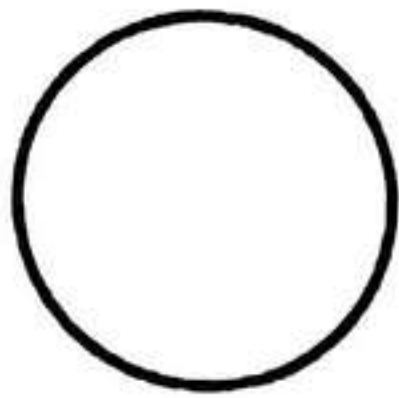


چه دواړه لیچه دے خالی اووینم
 درته لاسونو کټه شرنگین مه زه
 لاره خوایی زما ښکری ښکری شوه

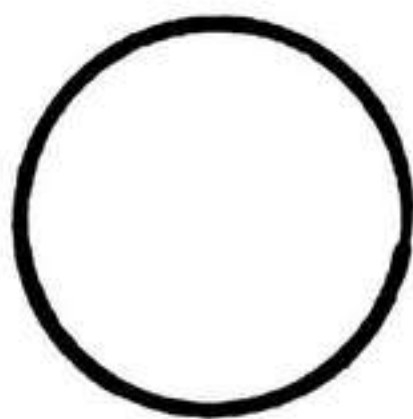


زه گنهگار سهی، خو ژاپم په دے
 څوک چه په تن باندے جامه نه لری
 خپلو خبروله پرتوک جوړوی

دروغ دی داچه په کینه نشته وفا
په کومه ورځ چه څوک په کور کینه نه وي
چورۍ له خله قدره طوطيان نه اوړي

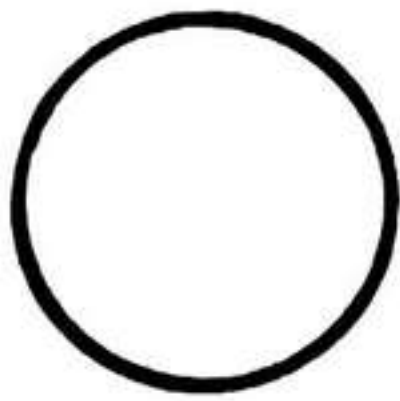


د ژوند غرمو کینه د بنایست بلیک
زما نه دوه قدمه وړاندې وی تل
سیوری م اوس په زمکه نه پریوځي

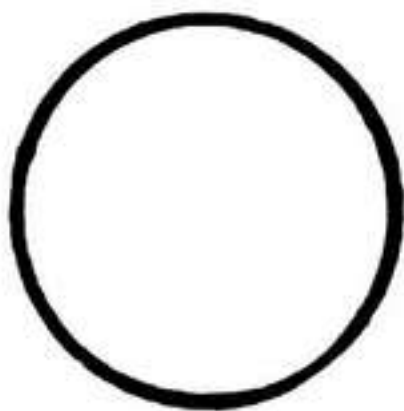


د چم واره هم مزدورو اوڅوړل
خپلو ځولو کینه زمانه دوه ده
زه لیونې یم خو څوک ما نه اولی

خلق دے ما پسے کنٹیلے کوی
 چہ منگرو زلفو دے اوچھیلے
 اوس پہ ما زھر ہم اش نہ کوی

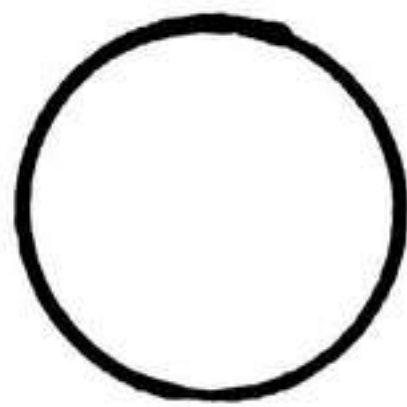


دومرہ آزاد درسرہ نہ یسہ خو
 کہ درتہ اووائیم مین یم پہ تا
 گرانے شہلے زما سزا بہ خہ وی

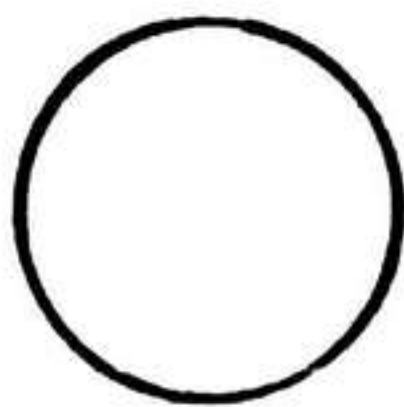


شمعے چاپیر پہ ادیرہ بلے کرہ
 چا راتہ وے چہ نن دمرو شپہ دہ
 خوچہ بیکارہ لبہ ژوندی خہ کوی

داسے زمونین کلی کینے کینی مدام
 ناوے لا ناستہ پہ دولٹی کینے نہ وی
 زیرے پرے اوٹھی لاپے کوندرہ شولے

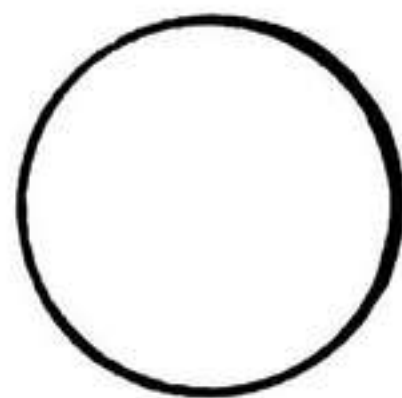


د روتی سحر خوبونہ شوک اووینی
 کلی کینے چکرخی قاتلان د سبا
 د ماشومانو کورکی وزانوی

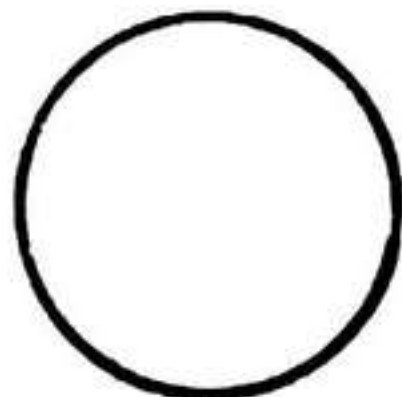


زہ خہ ماشوم نہ یم پوہینمہ نہ
 دا راتہ وایہ ارادے دے خہ دی
 کھل دے لاسونو کینے بسمہ بسمہ کرو

خه چہ م زبہ کینہ وی ہم هغه کوم
خو لیونائی ته هس وایمه چہ
کین ی به هغه خه چہ ستاخوبنه وی

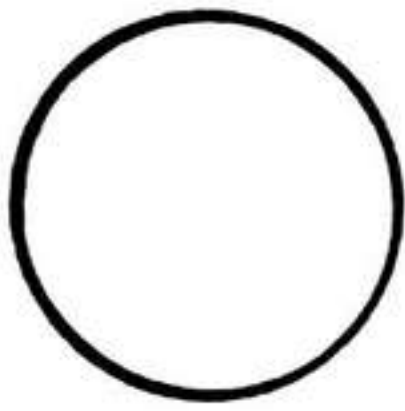


شیخه که خیر وی زبہ دے جمع لره
زما توبه دومره کمزورے ته ده
چه د کل مخوپه بوسو ماته شی

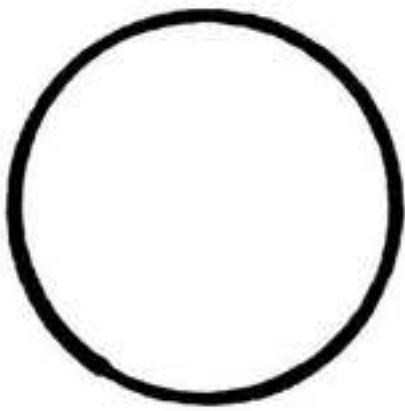


چرتہ م ته هم میلمنه شه په کور
بلا کارغان پاس په بلئی کینی خو
جانے چه نه رانخه نو ته نه رانخه

د رازخیر ے شوک پہ داگہ کوی
خپلے جذبے رانہ پردہ پودتہ کبری
لا پیغلوکئی پہ ستر شوی نہ دی

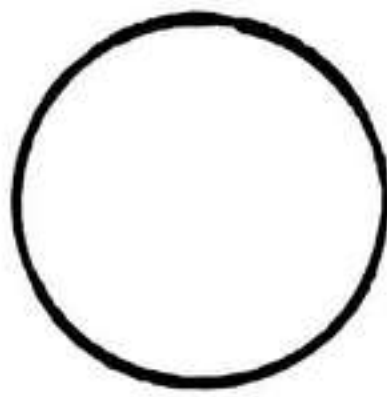


زہ الزاموتہ پہ چا نہ لگوم
وایہ دھغہ وطن حال بہ خہ وی
چرتہ چہ شیز وونے میوے نہ نیسی

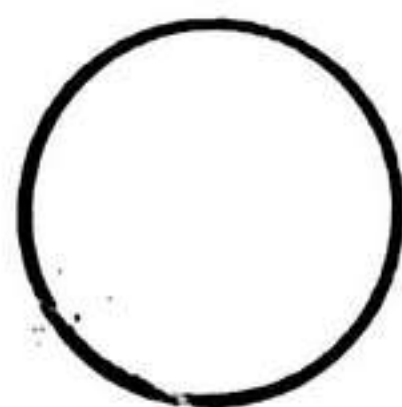


زہ ہم ددے وطن سرے یسہ خو
پہ دے گناہ باندے م ورنی خلق
چہ د بتانو تجارت نہ کوم

زما شیرینے کہ مِ وژنے نو ہم
ستر کے لہ تانہ ارؤلے نہ شم
دگورو وونو خاٹھا سیورے وی

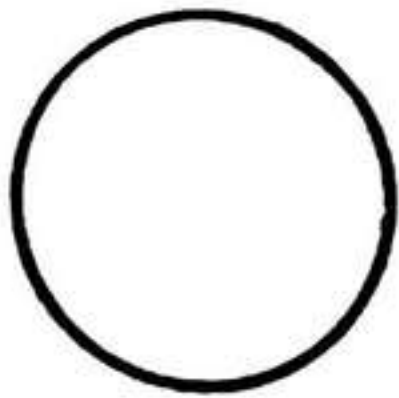


ورتہ مِ اووے نور لہ تندے مرہ
منگی ئے قول مات کرہ پہ تازے ویل
دیرے خوبے د جلالہ او بہ دی

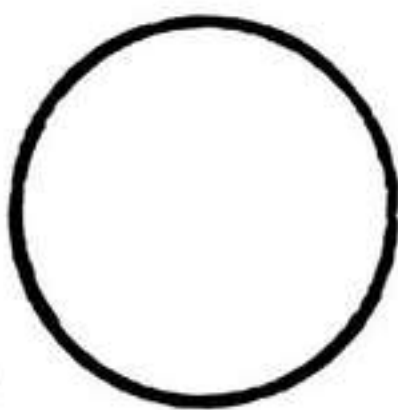


د مینے ہرہ تمنا شندہ شی
خو بیتابی د نظر لا شی سیوا
کوندہے اوس دودہ ورے کوندون نہ کوی

بیخی دے زہۂ کبیرِ محبت نشہ دے
 حال چاہتہ نہ وایم یرین ے ٹھلہ
 پیغلے د سرہ دے خادر پر یوخی

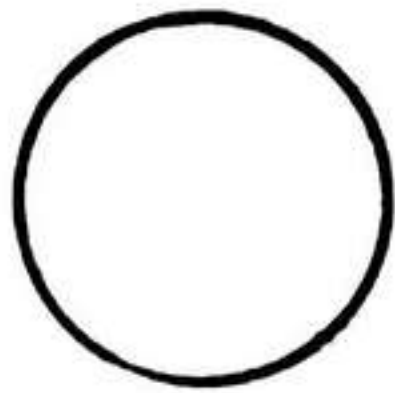


ستا جدائی م داسے زہۂ دُوبوی
 سم لہ ما بنامہ چہ بازار کبیر د بنار
 سیلئی را والوخی یمجلی لاپہ شہ

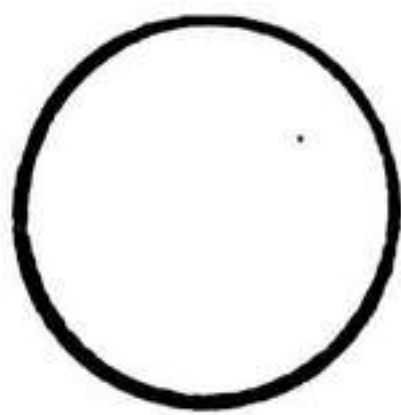


ستمگران دے قتل ژوندی اوسی خو
 د زہۂ زخموتہ م پاخہ دوسرہ شو
 اوس پہ در دونو دھان نہ پوہینم

شرطونه، اوتري زما په مينه
په توقو توقو کيښه رښتيا ورانې شي
پيغلې د يو بله کښي اونيښي

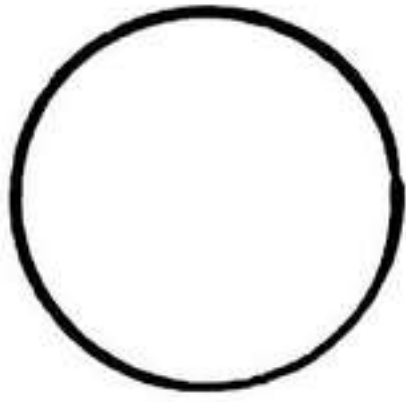


بلا موده اوشوه يو پيغلې د ښار
ماته، خطونه راليني د مينه
خو ما مې څو قدرې ليدلې نه دے

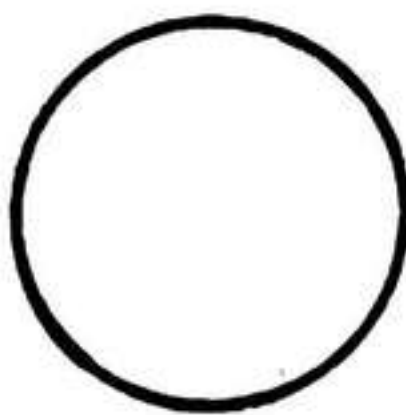


معتونه، فاصلي ورکوي
ښکاري څه غلا شته دشهلا په زړه کيښه
چه راته کور کيښه کور کي ښوروي

پیغلہ اودے زلف بیخی پرانیزی
خود روزگار غمونه داسے وی چہ
زہ د معراج پہ شپہ اودہ پاتے شم

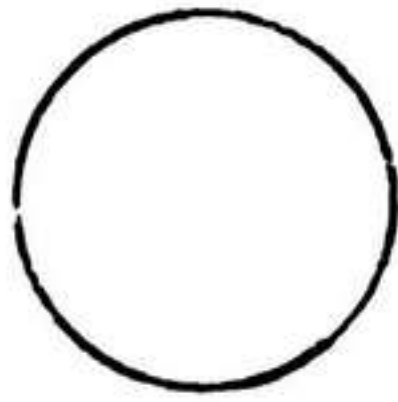


یئے د بنایست د خوارلسے سپورہ می
خو آسمانونو کبیر سفر مہ کوہ
پستہ پیغلہ بے حجابہ نہ شہ

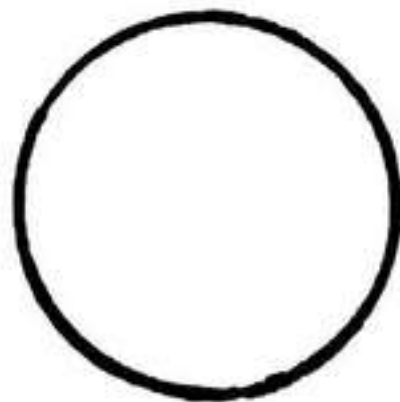


چرتہ دیو لاسہ خیلے دے پرق
چہ لیونئی رالہ رانجہ پورے کبری
نو خافنا سترکے پہ ما تورے شہ

ویم چہ پہ خیلو پینو اودرین مہ نو
داسے جوتہ راکری دزلفی پہ تہال
ما د آسمان سکو کے تہ اُورسوی



د ژوندانہ د حادثو د لاسہ
زہرہ ئے پخیلہ ہم چاؤ د لے د کفو
خادانہ مالہ دلا سے راکوی

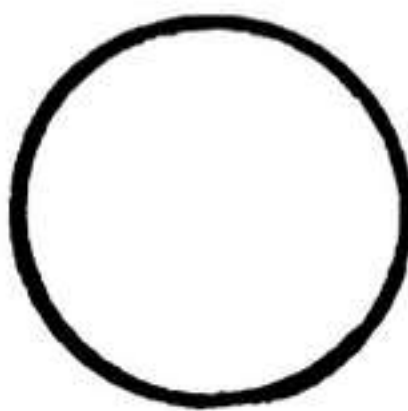


بدگمانی پہ چا کو مہ تہ خو
پیغلہ پہ ما وار خطائی راوی
راتہ چہ سر پہ سر پیچک اوتہری

راشی پہ پنبو رالہ زورونہ کوی
وایم کہ مینہ تے پہ ما راغلہ خو
وائی ”بے بے کرہ م یوٹہ کنہ“

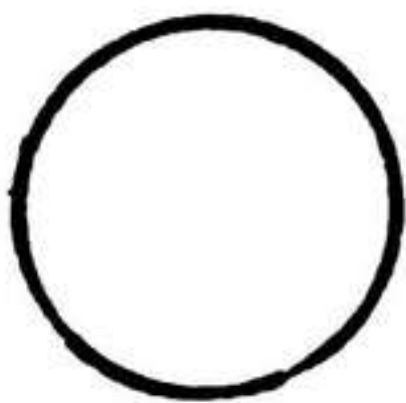


انصاف پہ قاسو زوٹھہ نہ وایمہ
مور راتہ وائی جینکئی نشہ دے
مالہ پہ دے وجہ وادہ نہ کوی

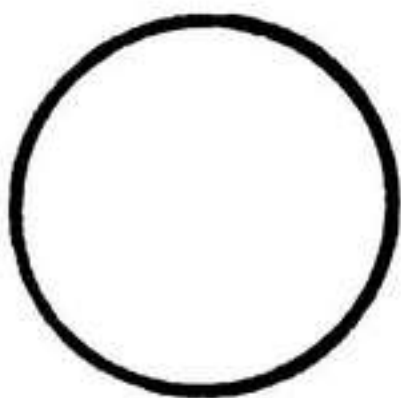


خلق چہ اووائی اختہ دے صبا
ماسرہ ویرہ شی چہ بیا بہ گنی
دچا پہ کور کینہ د ماتم ورٹہ وی

اوس بہ مدام خان کینے راتوں گریہ
 تھہ قلندرے جینکئی دی د بنار
 د وینے مور نہ ہم بھی تختوی

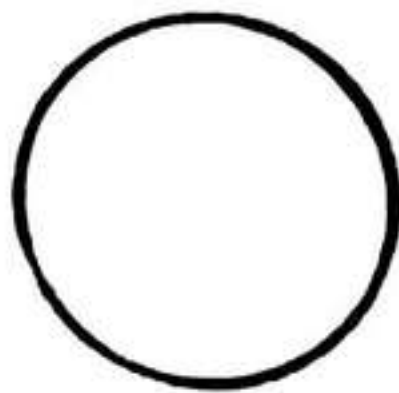


بلا مودہ سٹے پرے خواری کرے وہ
 خو ناگہانہ چہ سیلئی والوتہ
 نو د مرغو جالے ٹے ورانے کرے

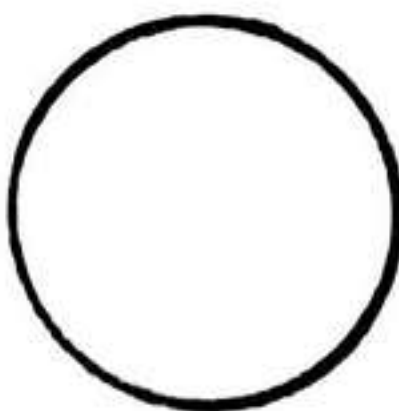


ہنہ وختوتہ درتہ یاد شی کنہ
 ما چہ بہ لہہ شان ناوختہ کرلہ
 نو تا بہ درے ورے دودئی نہ خورہ

هرو له حان د درده نه شوه خبر
د غره لمن کښه په ازغنه لاره
پیغل، چوک په لاس د پسه خي

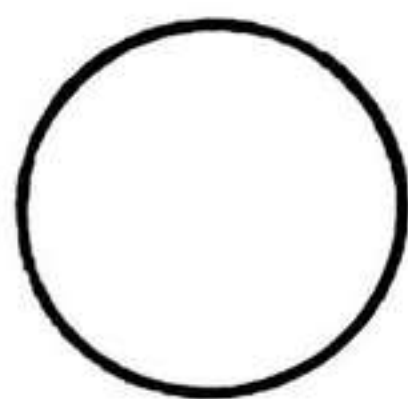


پرواه م نشته که قتلين م زه
خو په مکره کښه چه سيلای الوحي
نو ستا د پښو خاپونه هم وړانوی

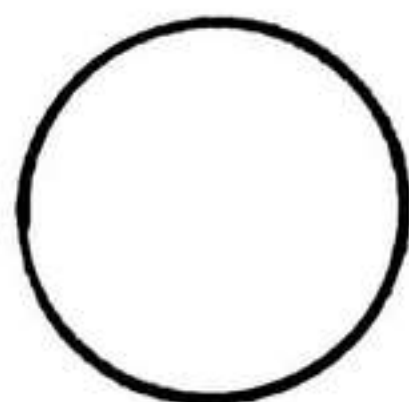


مسیت ویکل تاله تصویر جوړوم
خو گورے پام کوه خوزین م به نه
بیا تے په مخ راله سکاره پورے کره

تولے د چم ستر کے پہ تا پسے دی
دراز قامتے د نظرہ نہ شے
راشہ چہ لاپے درتہ اوتو کمہ

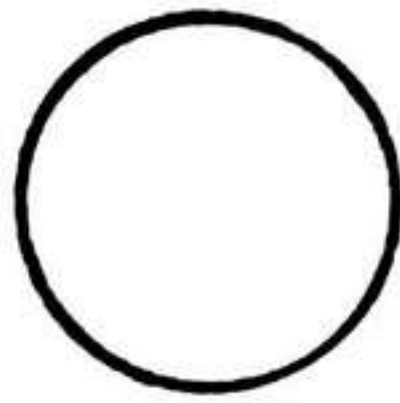


د خیلے ژبے نہ ہم راوڑی خیلہ
د بنار د پیغلو نہ نادانے زما
خانہ بدوشو سرہ مینہ بنہ وی

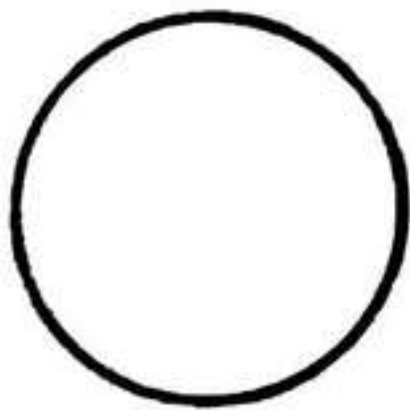


زہونو کینہ ہفہ مینے پاتے نہ دی
لگیا دی تول خلق بنیکلے جوہوی
کلی کینہ دیں ے آبادی ورا نے شوے

اوس خوتۀ دیره لویه، بنمۀ شوۀ خو
هغه وختوتۀ لب را یاد کړه کتۀ
چه فارنجان به مو په غلا شوکول

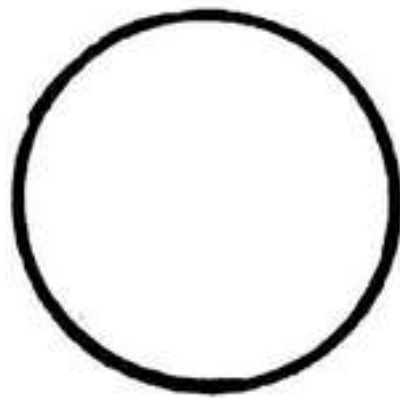


ستا دخپلوئی په ځان کینه توان نه وینم
خود الله نه م دعا دغه ده
چرتۀ چه اوسه نو خوشحالۀ اوسه

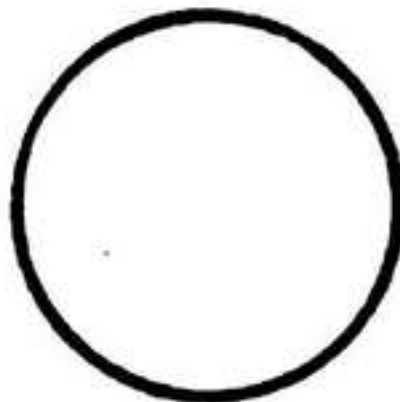


ولے سپرلی کوی ماتم د حسن
د کلفر وشونه تیوس مۀ کوه
دوئی خود هر یو شی قیمت لکوی

وای حُوانی مِ محبوبو اُوخوږه
اوس مِ شوده سینه کښه پاته نه دی
خه اوشو ږی ته که ماشوم اچوم

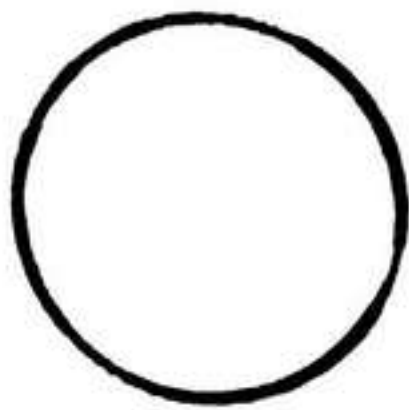


تا وے پیتاوی ته د نمر کینو او
بلا کارونه مِ په سر پراته وو
حکه دے نور خلق مین کړه په حان

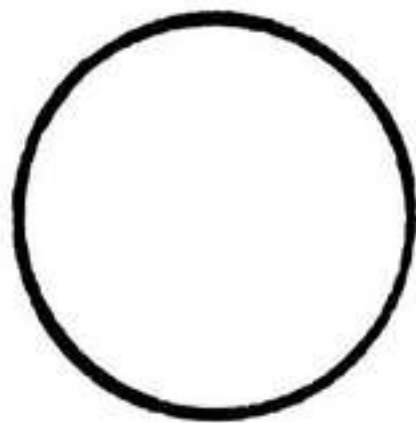


پرس او بتهوه قسم دے ته پیر فی
چه د باندرو بنی پیس اوگتی
نو پرتو غاښ پورے ز غوته کړی

ورته کہ ہر خومرہ ربتیا وایمہ
لیونئی وائی زہ زے نہ منہ
قبلے تہ مخ کرہ نو خبرے کوہ

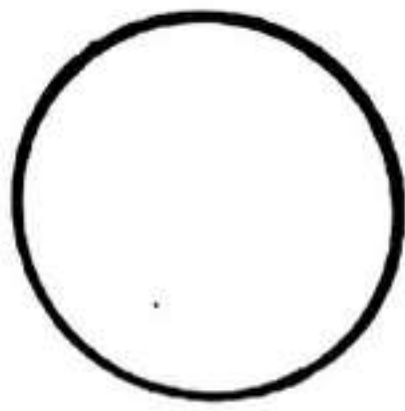


مرمہ بہ نہ چہ پہ بنادی کبہ لما
پیغلے چاپیرہ دے دے شہ او
لاسونہ پرق وہی گیرہ تنگوی

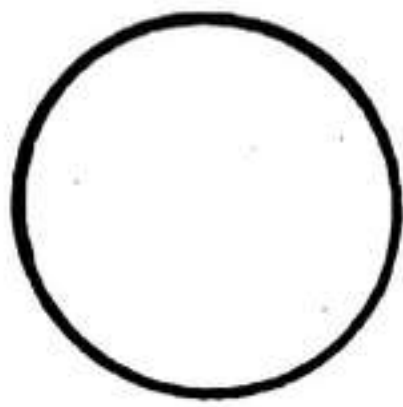


ہدو پہ زمکہ دے قدم نہ لہی
شیرینے ستاد وروکو لارو لتہون
ما بہ اتم آسمان تہ اُورسوی

پہ لوپتہ، تے رالہ سر ترلو
ویل تے ہرٹھ، م قربان شہ لتا
تہ چہ ناجورہ تے سر تورہ نہ، یم

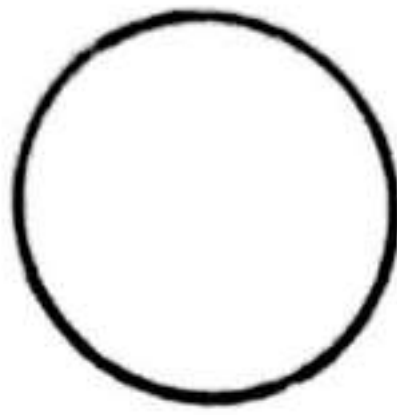


مستے ویل عصمت فروشہ نہ، یم
تورہ د قام د ننگیالو گورمہ
حک، م پینو کینہ گنگروکان اوتہل

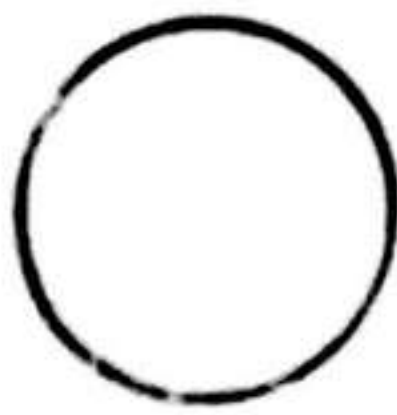


تہ ناروا خبرے پیغلہ کوئی
غوا تے تر اوسہ لنگہ شوے نہ، دہ
خو وائی زہ درلہ وارگہ راورمہ

چه لیونئی هم خیل حالات کړه بدل
توله شپه وینځه ، توله ورځ اوډه وی
اوس به د ورځ شوگیره کومه

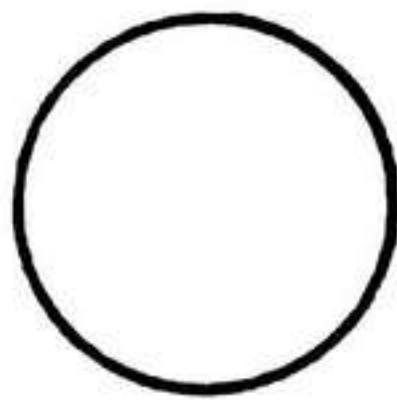


د کونډه ژوند هم حادثه ده د وخت
لکه چه بنه تیزه روانه وی او
پل ناکهمنه د تانگه نه اوځی

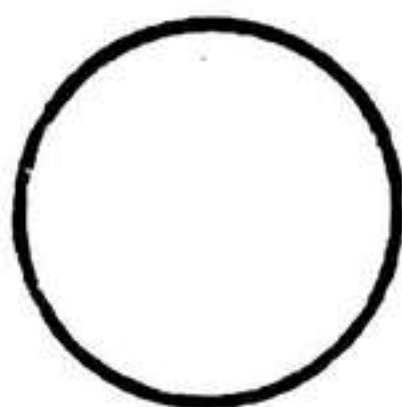


ستوری ماتم کوی سپوږمۍ وریدکه ده
د کلی سپی غاږی قرار نه کوی
ښکاری جوړ بیا چرته ډاگه پریوته

ما وے نازک بدن ئے وِیلے نہ شے
 لبہ چہ نہ کھری پہ غرمہ کبیر تنور
 پہ دے خبرہ لہ خندانہ شنہ شہ

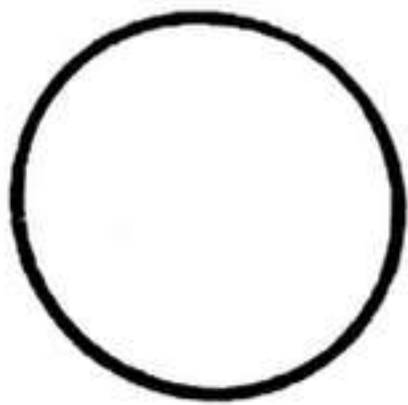


د پینتنو مینہ خو داس نہ وی
 ہار د کلونو دے پہ غارہ خہ کرو
 چہ اوس دے سترگو کبیر ازغہ شومہ زہ

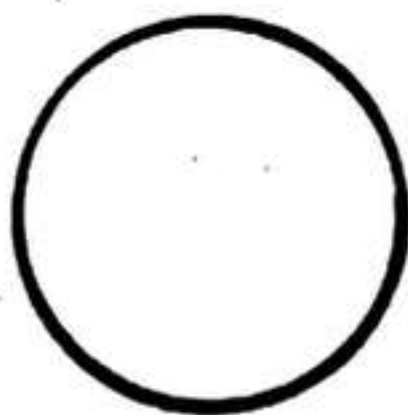


کچہ دیوال پہ یلہ اوغورخوی
 اوخانندی، وائی چہ باور م نہ شے
 سورتہ دے خیرشہ تا کبیر پاتے خہ دی

چہ درزا چکانے د زپہ بنے تیزے شی
 پہ خُله ژر بنده دخاموشی اولگی
 بنارسئی بنارسئی شی مینہ

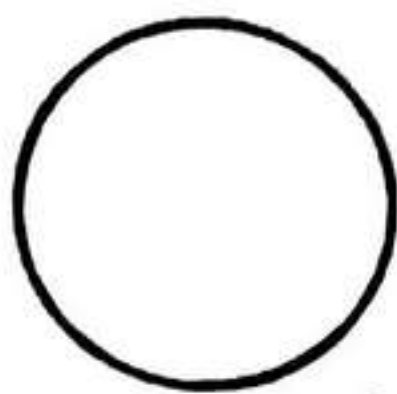


رانہ ستنہ شی پنبہ نیولے شی زر
 حُان سرہ اووائی دشونرو پہ سر
 د پسرلو دولئی کبیر ناوے نہ وی

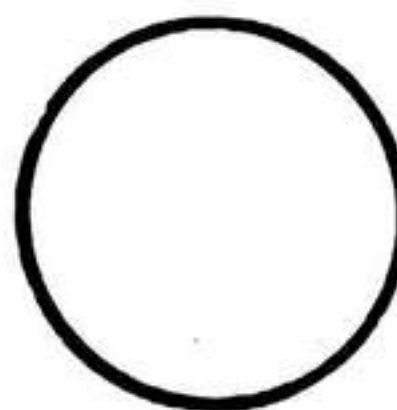


ویلے ٔے قول بندوتہ کلک اوترہ
 بیکالہ ستاد اوبو وار دے منم
 خو لیونیہ پہ خیل حد کبیر اوسہ

مہ کرہ تیوس چہ مینہ ٹنگہ اوشی
لکہ پہ پیغلہ چہ جوبن راشی او
بیرتہ د کور ترینہ تمبہ پاتے شی

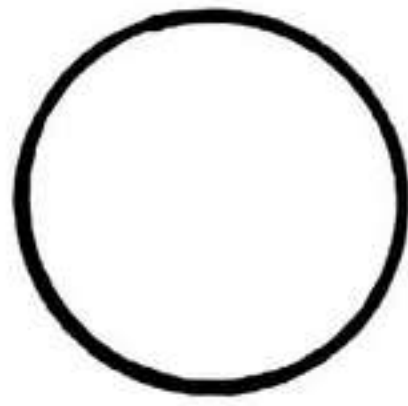


د چاہہ ہم راپاسیدلے یمہ
دی چہ سرتور د پیغلوکو سرونہ
جور دیوالونہ م د کور پریوتل

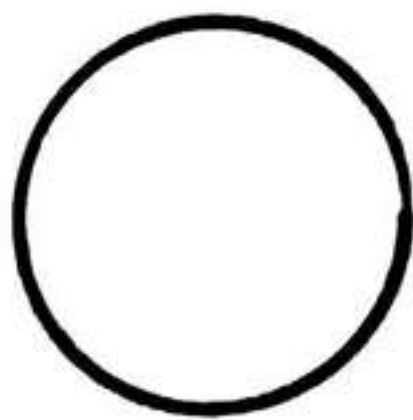


پہ شرق دے داسے ملاقات اولگی
زہڑتہ راجھتہ شی، خئی بیرتہ پہ شا
گورے دریغ وی باران اونہ شی

خه دلفریب وی تنهائی د بنکلو
راشی کنکرو نه جولٹی د کے کبری
او په قلاب کبے دایرے جوړوی

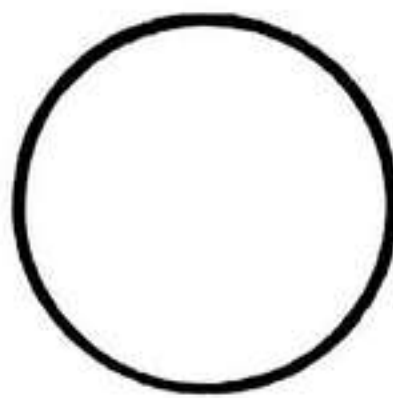


سوټ ټ په ټوارلس زره واخستلو
چه په درزی ټ په نغرو کړو تیار
نوفیمه پته شوه بر بندره نیمه

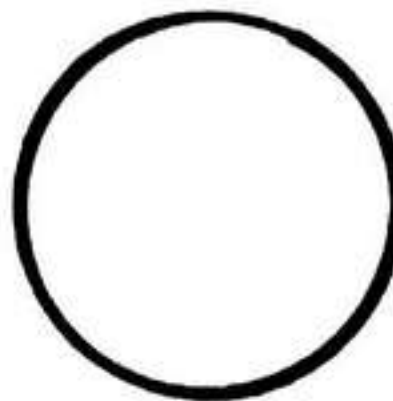


منم چه دا عادت به بنه نه وی خو
ته چه خفه نه شته شیرینے زما
زه درته لار کبے اودریدے نه شبه

دا راتہ نہ وائی چہ شپہ شوہ صبا
بس د اویو خاشکی راہولی پہ ما
راشی او گونج د خادر سموی

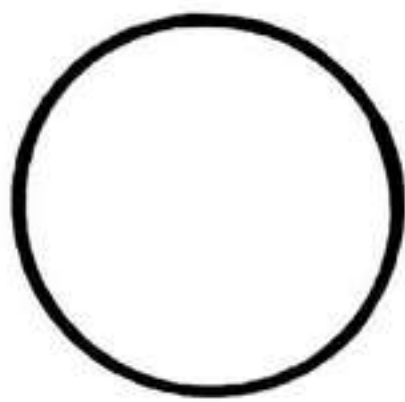


داسے زما د لمن داغ تہ گوری
چہ دک منگے ترے لہ گرونج پریوخی
مستہ د خیلے زنے خال نہ وینی

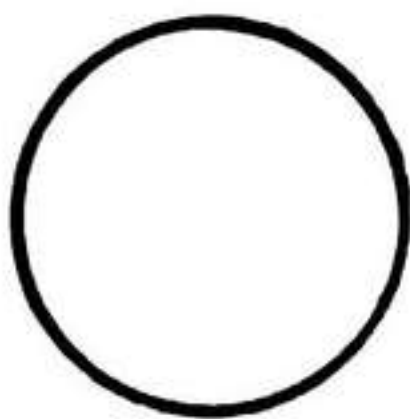


اور اُورکی ترے د دنہا راوتل
بیکاہ چہ غرہ باندے خیمے خنخے وے
طوفان پہ بلہ غنہ وارو لے

پہ مخ م ستاد شونہرو خاپ پریوتہ
ما درتہ وے گورے بدنامہ بہ شہ
اوس دے قوقلے د پ ستک تہولہ

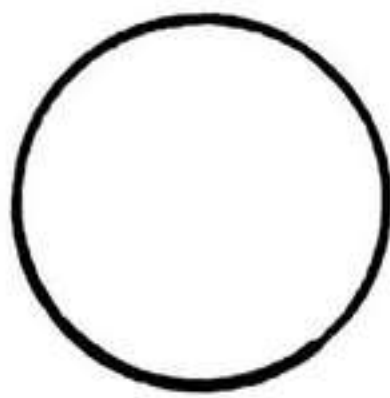


شی بے مثالہ د بنایست نمونہ
چہ انگری باندے کتوی باندے کپی
او بنکل سپین مخ پہ پوکو توری

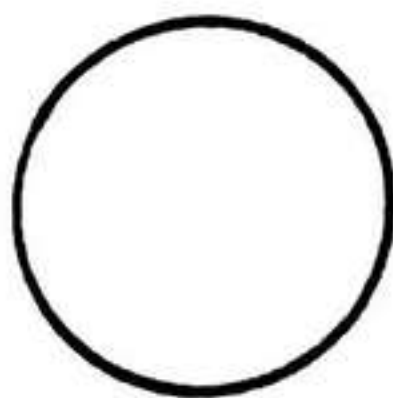


پہ دے م ہم تندہ د زہہ ماتہ شی
راتہ مسکئی پہ کتوری کبہ کوری
دائی کہ گوٹ دے اوکرو ورنہ دے

ترے بہ مندوتہ، تر بگنی ہیرے شی
د منیاری بازار تہ دادے حُہ
حُان لہ د رہر چرخکی راوہمہ

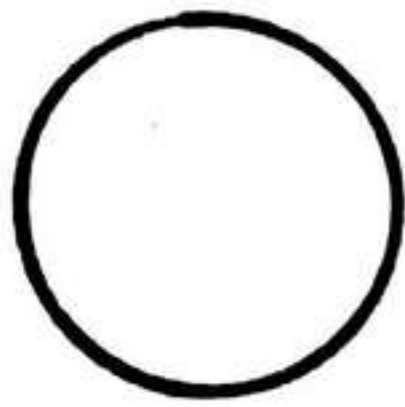


ہیرے بنکالو قدرے د شپے چہ اوشی
تول د جونگرو مکیتان راوُحی
داسے بنکاریزی د محشر ورُہ دہ

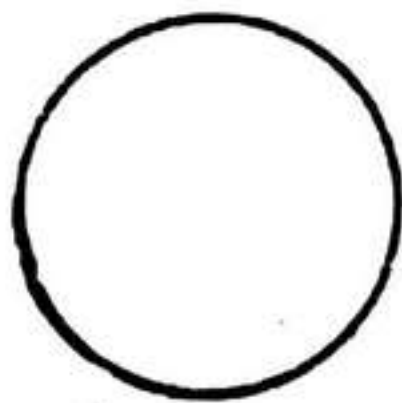


دا معجزہ ے د شوخی اووینہ
شوندہ ے م غوبتہ رانزدے کری وائی
کہ تہ کافر شے نو ایمان راوہمہ

ستا د ناموس شملہ بہ جگہ اوسی
د تہمتونو خہ پرواہ مہ کوہ
خُلی چہ کزینہ نو پہ سوک سمہ شہ

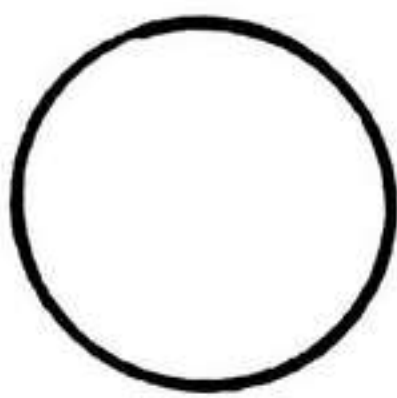


داسے برہنہ کر مہ د زہ زخمونہ
لکہ لہ کورہ چہ کم اصلہ بنجہ
اوہی د خیل خاوند حیا اخلی

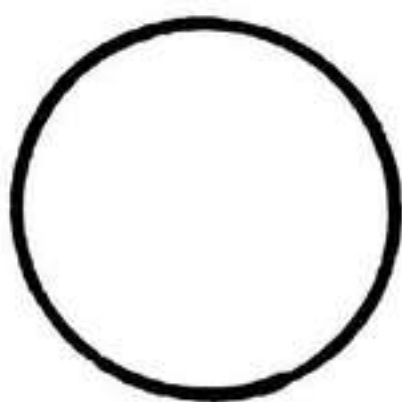


د سوزیدلو زہونو اوساتہ حان
بیکہ د یو اور اورکی د لاسہ
د قول چمن نہ غرغندرہ پورہ شرہ

پہ مزاجونو کجے تضاد دے بلا
خو مجبور و رایو حائے کرے یو نن
گنی نو ستاسو او زمونہ کله ؟

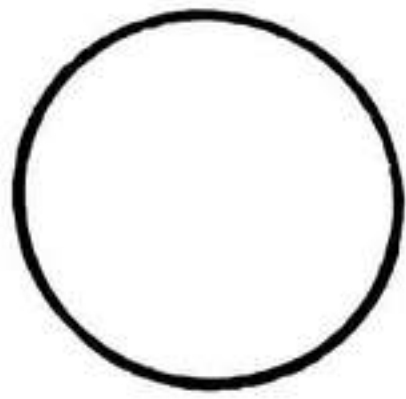


لکه خوشبو م په احساس خوره ده
اوس م خمره له حافظه نه اوږې
خومره بے مخه دی د کله یادونه

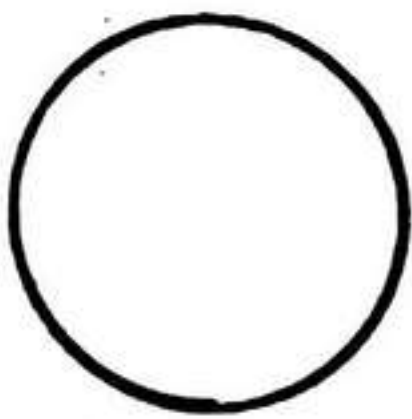


گراڼه ده خومره د پښتو پالنه
زما د سر قاتل زما میلنه دے
وژنی چه ما نو په خندا شمه زه

زار شمع ستالہ سندریٹن خوبونو
ماتہ دے ہاغہ ورٹے یادے کرلے
مورچہ بہ ماتہ اٹلہ ہو ویلہ

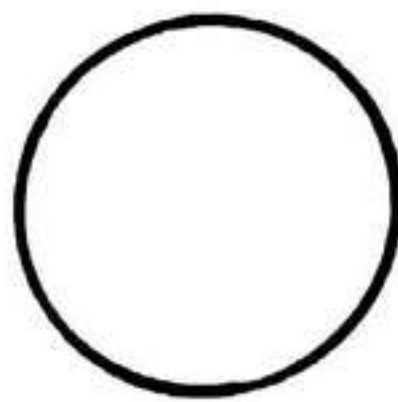


تہ خفہ کینہ مہ شیرینے زما
ستا د تودے غینے نہ زار شمع خو
مالہ د خیل وجود گرمی دیرہ دہ

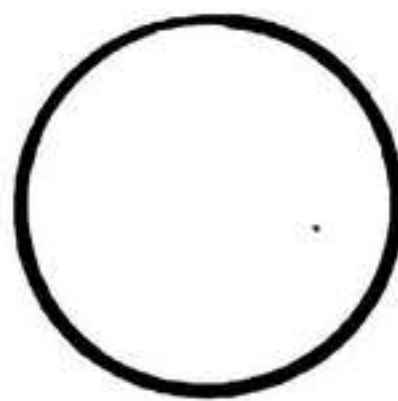


خولہ چہ ہم نہ شوے پہ غین کینے زما
دی سادگی د محبت گہنی نو
طوفان بہ راشی او فساد بہ نہ وی

بیا مو پہ کلی کنبہ دتیر کال پشادن
سیلاب راغلے دے کورونہ اوہی
مرو بہ چہ داسے پہ نشیب کنبہ اوسو

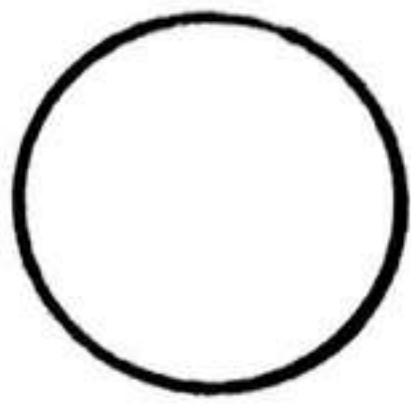


اوایم خہ ، لہ ہشنغر دسیہ
سپرلی شیرینے مرور حکہ دی
مونن پہ باران پسے پتہی گرخو و

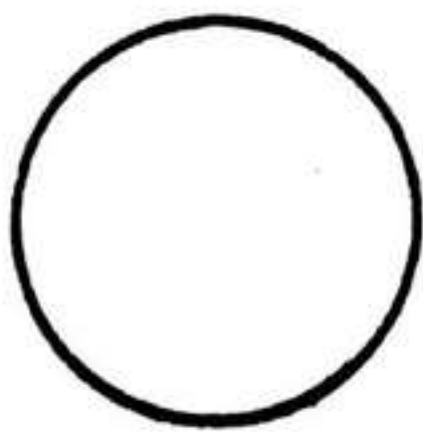


کرنبہ لہ سر راوہہ فادانے گنی
گُرک چہ د کوہے چرگے نہ ماتینہی
ورلہ پہ پوزہ کنبہ بانہہ ورکوی

د کلى پیغلے اتی وال ته ویل
خدا ئے شتہ قرضونہ بہ دے زرخلاص شى اوس
زمونہ چوکے پہ ہاگو راغلے

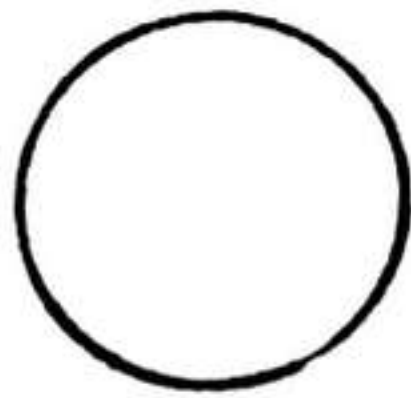


سادہ جینئی ئے قاتہ خہ پتہ دہ
توبہ د میخنے نہ ویستل کفر دے
راشہ کوکئی راکرہ ایمان تازہ کا

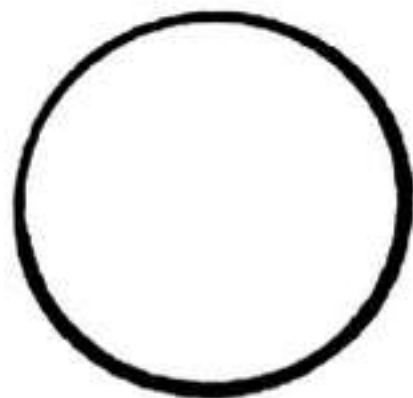


د دیو ساعت بہ شہ نادانے گورے
جذباقی کینہ مہ زما اومنہ
قاد سکروٹہ ژوند لیدلے نہ دے

سہ م اوباسے چہ م اوینے اوس
 هاغہ وختونہ درتہ یاد شی کنہ
 چہ زہ بہ قلم نو قابہ سہ اونیوہ

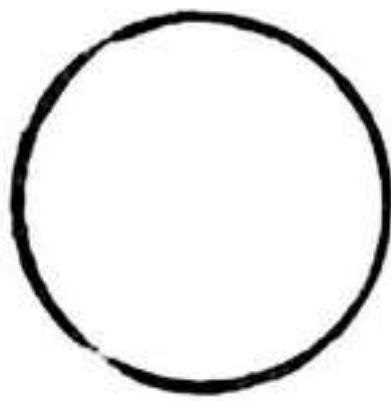


مسے پہ تیلو کتر کبان وریتول
 یو ماہی گکیرے پہ دریاب لہو کرو
 ویلے چا کتر ہم لشہ فشتہ دے

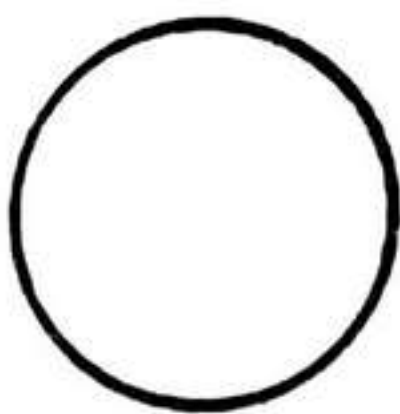


پیغلہ ربتیا خبرے نہ خوشبوی
 دوی پہ مثال دهاغے زورسری دی
 چہ خوشبویں نے ہم دماغ سوزوی

زہ الزامونہ پہ چا نہ لگوم
 وایہ د هاغ وطن حال بہ خہ وی
 چرتہ چہ شے اونے میوے نہ نیسی

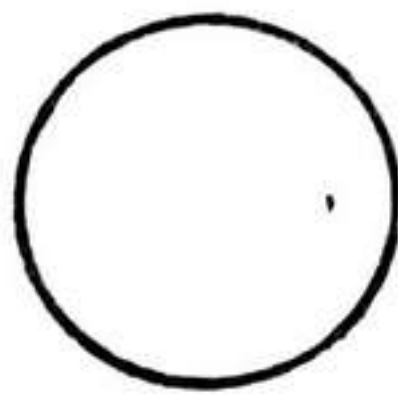


زما شیرینے کہ م وژنے نو ہم
 ستر کے لتانہ اڑو لے نہ شم
 د گورو اونو خاٹھا سیوری وی

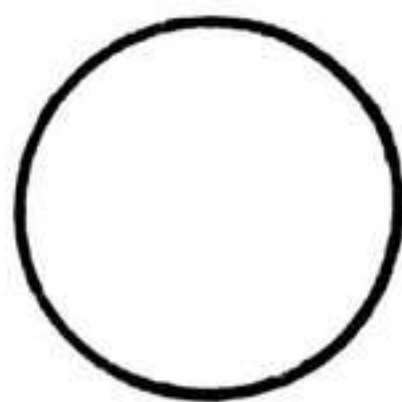


وائی دا ہیٹھ گرانہ خبرہ نہ دہ
 چہ بہ بیلینوکہ یو خائے بہ اوسو
 راکھہ اشنا پہ دے بہ تاس اولو

چہ ایتہ پہ لاس ورہم نو وائی
نورہ خیرہ رانہ ہیرہ دہ خو
راتہ یادی نی چہ خہ چل شوے وو

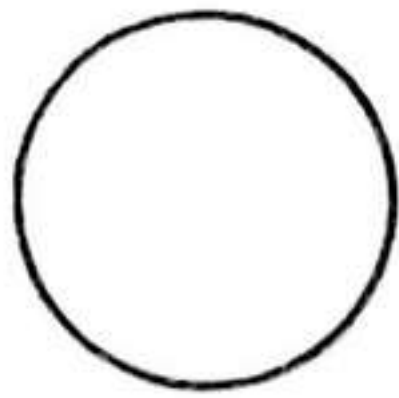


ژوند بنہ پہ امن او امان تیری پی
خو راگوزار چہ ناسا پی کانری شی
ہو لے کونترے لہ انگنر والوخی

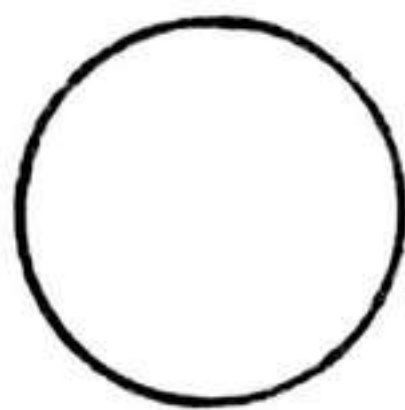


زور اوس دیو ماشوم زغملے نہ شہ
کہ قاتہ یاد شی د چینے لارہ گنہ
خلور منگی بہ دے پہ سر پراتہ وو

پیغلے چہ تہ لا زھیرینے پہ خہ
منگی ہم لارہ د آسمان ستوری شو
تا چہ لہ زلفو منجیلہ جورہ کرہ

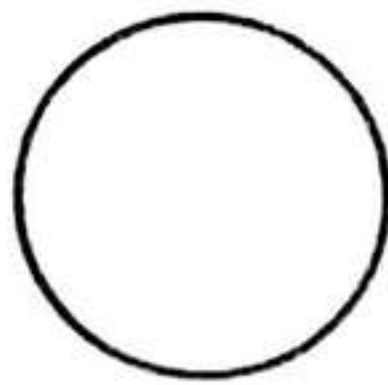


خکیر م خس لہ سترگو اویامی، بیا
شوندہ پہ پسکی د پلو کین دی او
پوکی وہی ہتکوروی دردوندہ

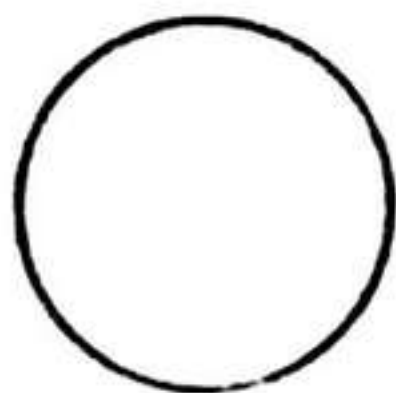


پہ نیمہ شپہ عہ ہم میلہ پاللو
داسے خونہ وو ماہنامی د وطن
اوروندہ مرہ دی، انگری سارہ دی

چہ پہ پرانستو سترگو ہم اودہ دی
 نوے فرمان تے جاری کہے دے نن
 چہ شوک بہ دے کلی کبے خوب نہ وینی

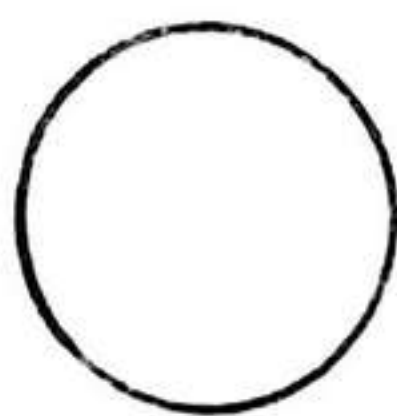


غمونہ مہ کوہ شیرینے زما
 ستا پہ بدن چہ شی جاے خیرنے
 ہغہ د سرو زرونہ ہم گرانے شی

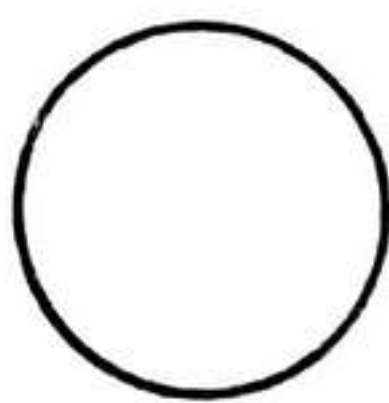


د بنار د خلقو نہ گیلے مہ کوہ
 چا چہ لہ میاندو پی رودی نہ دی
 آ د انسان نہ، د بوتل بھی وی

چا سره کلی کڻڻ، شیرین زما
زه د لږ سترگو لگیدو اویستم
دا شرمیدل د پښه بېلا اولښه

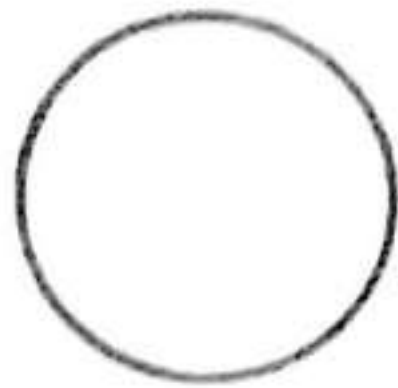


واده کڻڻ پام کوږه ناوخته فکړه
چه استعمال کڻڻ د اوبه نه راځي
نو د کوڅې ټول چين اوچ شى

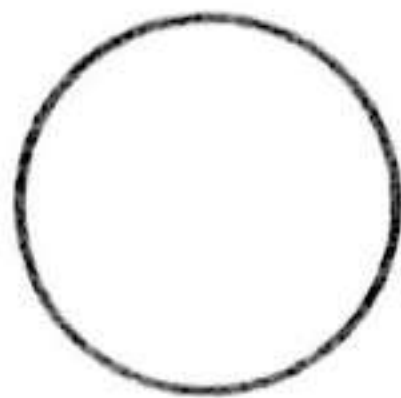


زما لږ داسې ژوند نه ویره اوشوه
دا خو قسم دے د قیامت غځېږ دی
میانده زامنو ته دعا نه کوی

کلی کنه دا خبره چا گهه کره
ده له خنک یوه بلا راغل
په رڼا ورځ دروازے پورے دی

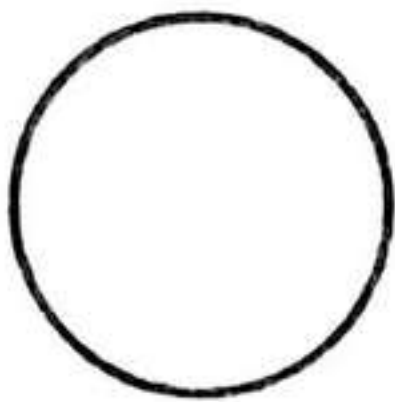


بنکاری جوړ بیا چرته، فساد شویدے
ډیر د سپرلی مابینامی هم راشی خو
بهر کنه هیڅ شور اوس د مارغانو نه وی

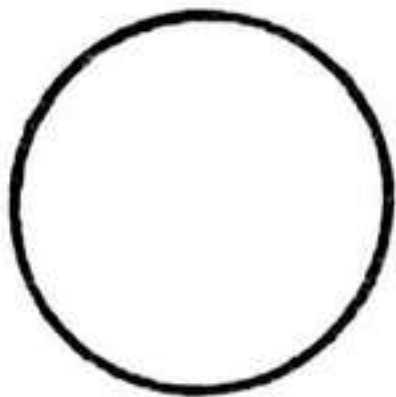


د سرو کالی ټه خه جوړ کړی ډچه
غریبه پوښ نه شی، له خپله سره
لوپته پورته کړی، امیل بنکاره کړی

وے م د مور د پکیرے رائے شہ دہ
ویلے پورے پہ بام ہاغہ شہ دی
چورہ کونترے وی دانہ بدلوئی

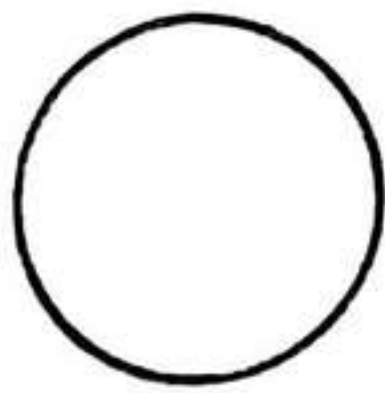


ستا پہ لہجہ کیر د بنایست میرمن
دومرہ سیوا د حقیقت تلخی دہ
خلہ م پہ شاتو ہم خوبینہ اوس

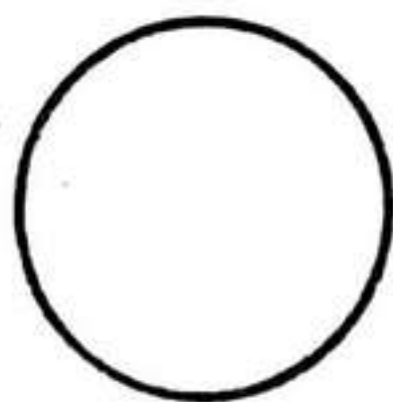


خوانی یو والے وی د اور او اوبو
ویرہ لہ ما سرہ بے حایہ نہ دہ
آکہ دروغ وائی ربتیا بہے کھی

خُہ لیونئی دہ خُہ تہ گوری نہ خو
د اور غونہاری مِ پہ کور را اولی
وائی میرات شہ د شوقدر شپہ دہ

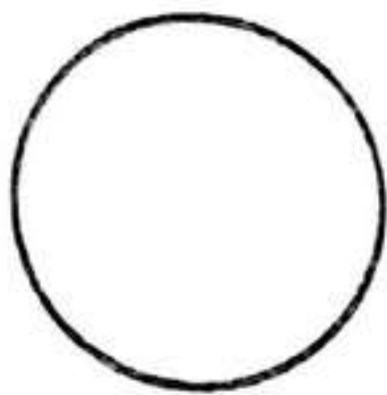


ورشہ د کلی لیونئی تہ وایہ
د لاس میچنے لب پہ خیال گرحوہ
چہ د قسمت کربنہ ترے ورانے نشی

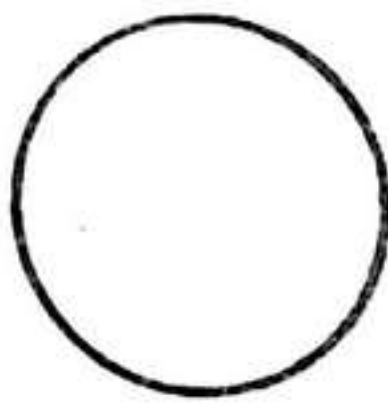


د پلار نیکہ عزت پہ شرق لگوی
داسے وبا راگدہ شویده چہ
پیغلے اوس خیل وادہ پنچیلہ کوی

شیرینے لویہ حادثہ ده د ژوند
ستا د خوانی په توده غیره کښه هم
اوس چه زما بدن خوله نه کوی

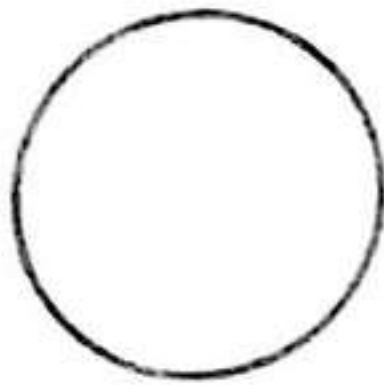


او د غضب خو یی تپوس مه کوه
چه لیونئی ستومانی هم اوباسی
نوپه ټول کلی کښه قیامت راوی

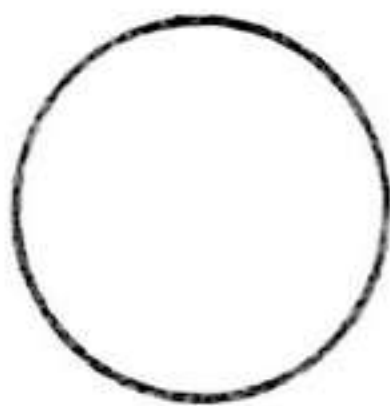


عین د دریاب په غاړه کور دے زما
شپه چه ماحول له په مری غلے شوی
نو د اویو په شور راوینن شمه زه

دوسرہ پہ خیل بنایست مینہ دہ چہ
 د بل خندا قدرے زغملے نہا شہ
 اوس د فگرئی کلونہ ہم شوکوی

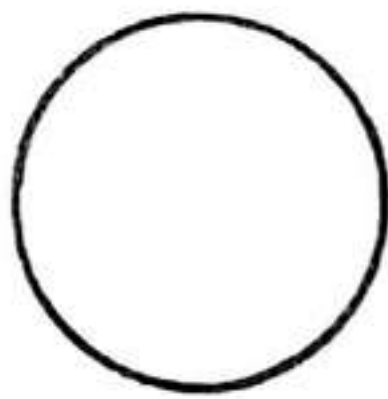


پہ تبخی باندے کبان وریتوی
 خوچہ زما خله کینہ اوبہ اوینی
 نرے خولہ وی چہ راماتہ شہ پرے

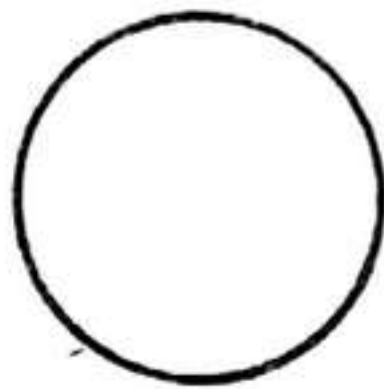


اومنہ گپ نہا دے، کھاوٹہ کینہ زمونہ
 خواجہ اینگور چہ پہ جگرہ نشہ
 ویٹم کہ پردی وطن کینہ ناست یمہ زہ

بدے پہ تا لگی زما خبرے
 قاتہ بہ پتہ لکیدے وہ خو
 کہ تہ سپے وے او زہ بنکھ وہ

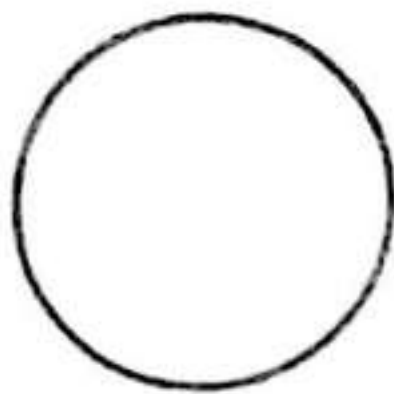


چہ پہ خنک کبیر م طوفان گیر کبری نو
 وایم کہ زہ دخیل ناوے سرہ
 پہ ہنی مون باندے راغلے یہ

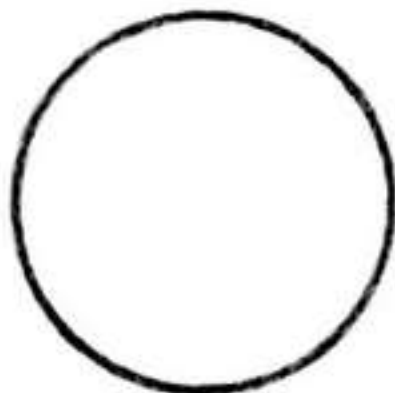


تہ خفہ کینہ مہ شیرینے زما
 ستالہ تودے غینے نہ زار شمسہ خو
 مالہ دخیل وجود گرمی دیرہ دہ

داسے بر بستا کر مہ د زبہ زخمونو
 لک لہ کورہ چہ کم اصلہ بنکھ
 اوخی د خیل خاوند حیا اخلی

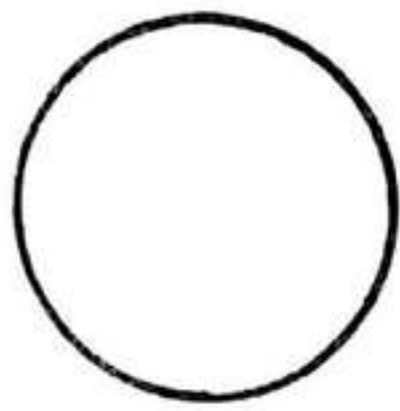


ریشمین زلف را خورے داسے کبری
 لک چہ شپہ کبیر رهنان د وطن
 پہ خیل جاگیں باندے داکہ غورخوی

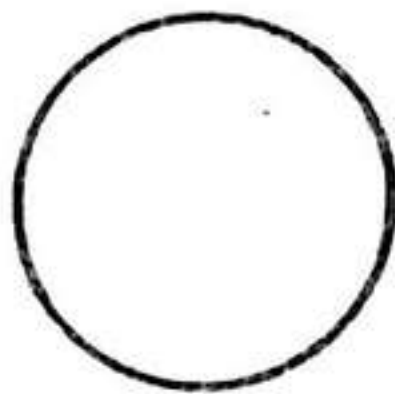


لہ نیم لارے شوہ ستہ ویلے
 چہ فادید کو کردہ غوا لنگ شہ
 نو خاغا لے پہ برغی کبیر لوشی

بیا راتہ وائے چہ میراتہ دِ شَم
خپلہ خیرہ ماتہ یادہ نہا وی
چرتہ لومبرہ دِ ساتلہ دہ خہا ۛ

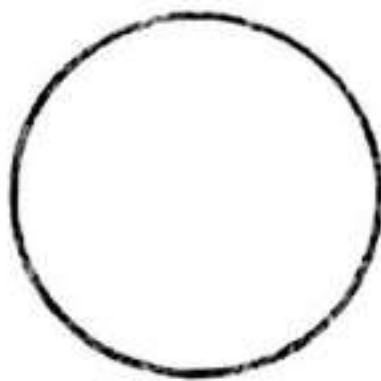


زہ زے قربان لہ دے ادا نہ شہہ
پہ کومہ ورخ چہ مزدوری اونہا کرم
وائی دودھی تہ زما زہہ نہا کینہی

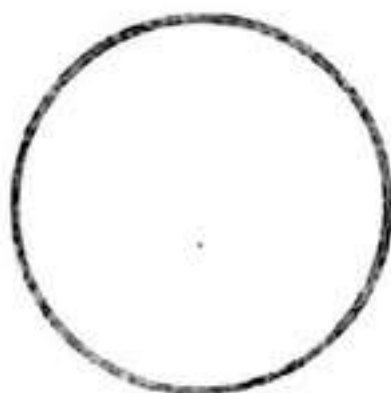


پہ زمکہ تال اوخوری آسمان نہ رسی
زہ چہ صفت د چنارونو کوم
د لیونئی نگہ خوائی یادوم

زہونہ مو لوے دی خو مجبورہ یو موہ
وائی بیکہاہ یہ درلہ چرگ دریتوم
چارہ را واخلی الوچکان سپینوی



مرگ دہم اوس پردہ کیدلے نہا شہی
مح چہ د تور کپو بے وفا حسینے
سپینہ جتہا پہ لاس کبے پورۃ نہ کپے



واہہ حکمونہ د پہ سرستارگو خو
زما خبر ے تہ ہم غوب فیسہ لب
چرتہ یہ غم باتدے م وانہا پوسے

کریں زما پہ تنہی نشہ دے خو
ہفتہ زما پیٹند چلو وڑکوی
مینہ کوی کہ شلغاتے کوی

دیرہ منہ

زہ د دیر و درنو او بناغلیو ع ب اللہ شوق، پروفیسر
 اباسین یو سفزی، پروفیسر شہنشاہ شاہین، پروفیسر
 شوکت اللہ حسن، محمد آواز غزل، شکیل احمد نایاب
 آزاد اشغری، شاہین بونیری، شوکت ایلم بونیری
 آفتاب روغانی او خیل کشر ورور محمد داؤد کمال محسن د زہ
 دقلہ شکر گزار یم۔ چاچہ زما سرہ ددے کتاب پہ
 سرخنے کبیر ترخیلہ وسہ مرستہ کپے دہ۔ او زہ
 ئے هر وخت ددے کتاب چاپ کولو تہ راپارو لے یم۔

پہ دیر درناوی

اظہار اللہ اظہار

لیکچرار ”اردو خانگہ“

اسلامیہ کالج پینسور

بناغلی پروفیسر اظہار اللہ اظہار د بناغلی پروفیسر انعام اللہ جاقیس
پہ کور کئے د اشنغر چارسدے پہ تنگی نصرتا زو کئے پہ کال ۱۹۶۷ء
کئے زینید لے دے

چاپ کتابونہ دے دادی

- ۱) درنہ سیوری (شاعری) چاپ کال ۱۹۹۱ء
- ۲) ہم آئینوں کے قیدی (اردو شاعری) چاپ کال ۱۹۹۳ء
- ۳) سترگو کئے خوب دگو در پاتے نہ شو - (شاعری) چاپ کال ۱۹۹۶ء
- ۴) راتہ غور و نو کئے بنگری شہنگوی - (پستو ہائیگو) چاپ کال ۱۹۹۸ء

ناچاپ کتابونہ

- ۱) (رضا ہمدانی شخصیت اور اردو شاعری) ایم۔ فل مقالہ (زیر طبع)
 - ۲) میں کس تناظر میں تجھ کو دیکھوں - (اردو شاعری) (زیر طبع)
 - ۳) وایہ زما د خوب تعبیر بہ خہ وی - (پستو شاعری) (زیر طبع)
 - ۴) ”نوائے پریشان“ (اردو تقریرونہ) (زیر طبع)
- د دے نہ علاوہ دے دارو او پستو اخبارونو او مجلو کئے گئے
تحقیقی او تنقیدی مقالے او پہ کتابونو علی سرینے لیکلی دی -
خدائے پاک نہ دعا کوم چہ ددوی د فکری نگار خانے طوطی دے تل
دغیر پہ چغار وی -

آزاد ہشنغرے (پستو خانگہ)

پیشور یونیورسٹی

*The loftiness of thought,
the power of
enthusiasm,
the lucid language, and
artistic expression are
some of the qualities of
Izhar's poetry
adding universality to
it and even taken
to sublimity.*

By Ikramullah Gran

Translated by Sher Alam Shinwari
Daily Frontier Post Peshawar.
Nov: 3, 1997

